نورِ زندگی

اخلاقیات کا مجموعہ

تالیف

حجۃ الاسلام مولانا مرزا علی اکبر کربلائی

نور زندگی

حجۃ الاسلام مولانا مرزا علی اکبر کربلائی

NOOR-E-ZINDAGI

MIRZA MOHAMMAD KUMAIL, MIRZA NABIL RAZA
Address: 19/21, Gulshan Raza Abbas Nagar Ganghadra
Nellore Mandal, Chittoor District, Andhra Pradesh
Pin Code-517125 (India)
Contact No. 8179761214, 9618669514

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نورِ زندگی

(اخلاقیات کا مجموعہ)

تالیف

حجت الاسلام والمسلمین مولانا مرزا علی اکبر کربلائی

مرتبہ و نظر ثانی

حجت الاسلام والمسلمین مولانا سید غافر رضوی فلکؔ چھولسی

انتساب:

میں اس مسودہ کو حضرت حجت علیہ السلام سے منسوب کرتا ہوں کیونکہ آپ وارث انبیاء ہونے کے ساتھ ساتھ حاضر و ناظر اور حیات ظاہریہ سے بہرہ مند ہیں۔ "گر قبول افتد زہے عز و شرف"

کتاب کا تعارف:

کتاب کا نام	:	نورِ زندگی (اخلاقیات کا مجموعہ)
تالیف:	:	حجت الاسلام والمسلمین مولانا مرزا علی اکبر کربلائی
مرتبہ و نظر ثانی	:	حجت الاسلام والمسلمین مولانا سید غافر رضوی فلکؔ چھولسی
ناشر	:	مرزا محمد کمیل و مرزا نبیل رضا (فرزندانِ مؤلف)
اشاعت	:	(اوّل)-۱۴۴۷ھ/۲۰۲۵ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۲۵۰ روپئے

❀ جملہ حقوق اشاعت بحق ناشر محفوظ ہیں ❀

﴿ملنے کے پتے﴾

19/21 گلشن رضا، عباس نگر، گنگادھرا نلور ضلع چتور (آندھرا پردیش)

مولانا نواب حیدر طوسی، ۴۱۸/۳۲، نزد آشیانہ ٹینٹ ہاؤس، ترلوکپوری، دہلی

﴾فہرست مطالب﴿

﴾عرض ناشر﴿ ۹

﴾پیش لفظ﴿ ۱۱

﴾اظہارِ خیال﴿ ۱۳

﴾کسی کے ساتھ نیکی کریں یا برائی!﴿ ۱۵

﴾نیکی کرو یا برائی کرو اسے دیکھو گے﴿ ۲۱

﴾اچھا اخلاق/خوبیاں﴿ ۲۶

﴾حق آیا، باطل مٹ گیا﴿ ۳۶

﴾حق اور باطل کو آپس میں مت ملاؤ﴿ ۴۲

﴾توبہ واستغفار، آیات وروایات کی روشنی میں﴿ ۵۲

﴾جناب لوط علیہ السلام کا زمانہ عبرت﴿ ۶۸

﴾جس نے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب﴿ ۸۱

﴾وضو کے سبب آخرت میں چہروں کا نور﴿ ۸۹

﴾عید دحو الارض﴿ ۹۵

﴾لباس﴿ ۱۰۷

﴾شادی، سکونِ زندگی﴿ ۱۱۶

﴾عدد چار﴿ ۱۲۷

﴿حصولِ رزق اور قبولیتِ دعا کے اسباب﴾......۱۳۱

﴿گناہ، رکاوٹ کا سبب﴾......۱۳۷

﴿سخاوت اور بخل کا موازنہ﴾......۱۴۳

﴿صبرِ موسیٰ علیہ السلام اور علمِ خضر علیہ السلام﴾......۱۴۹

﴿صبر اور جادوگروں کا ایمان﴾......۱۵۵

﴿امام کے ظہور سے قبل آزمائش پر صبر﴾......۱۶۰

﴿صبر کی فضیلت آیات و روایات کے تناظر میں﴾......۱۶۴

﴿صبر رسولؐ﴾......۱۷۰

﴿ذوالقرنین کا واقعہ﴾......۱۷۴

﴿رزق کے چکر میں رازق کو چھوڑ دیا﴾......۱۸۴

﴿اللہ بہترین رازق ہے﴾......۱۸۹

﴿رزق کا مطالبہ آیات و روایات اور دعاؤں میں﴾......۱۹۷

﴿طلب رزق، کلام امیرؑ کی روشنی میں﴾......۲۰۵

﴿علم کی فضیلت، نہج البلاغہ کی روشنی میں﴾......۲۱۰

﴿صلوات کی فضیلت﴾......۲۱۹

﴿صلوات، دعاؤں کی قبولیت کا سبب﴾......۲۲۵

﴿عظمتِ صلوات﴾......۲۳۱

﴿عزت کا معیار، قرآن کریم کی روشنی میں﴾......۲۴۳

﴿عزت کا مقام روایات و ادعیہ میں﴾......۲۵۰

﴿بصیرت اور بصارت آیات میں﴾......۲۵۳

﴿بصیرت وبصارت روایات میں﴾ ۲۵۷
﴿قرآن میں موت کے بعد حیات﴾... ۲۶۴
﴿موت﴾ ۲۶۶
﴿خدا کی عظمت وبزرگی﴾ ۲۷۲
﴿عرشِ اعلیٰ﴾ ۲۷۶
﴿شیطان کے شکار لوگ﴾... ۲۷۹
﴿شیطان کے شر سے پناہ مانگنا﴾ ۲۸۴
﴿گھر میں تلاوت قرآن کا محشر میں اثر﴾... ۲۸۸
﴿ہر حال میں تلاوتِ قرآن﴾ ۲۹۲
﴿قرآن کے سوروں کے فوائد﴾.. ۲۹۷
﴿بلعم باعور کا قصّہ﴾ ۳۰۳
﴿اللہ کی جانب رخ کرو﴾... ۳۰۸
﴿رشتوں کی ذمہ داریاں، قرآن کی روشنی میں﴾ ۳۱۵
﴿مسجد ذوقبلتین کی حقیقت﴾ ۳۲۰
﴿مکہ سے ہجرت، علیؑ کی زبانی﴾.. ۳۳۱
﴿مکہ سے ہجرت، امام سجادؑ کی زبانی﴾... ۳۳۹
﴿مسجدِ ضرار، مسجدِ قبااور مسجد نبویؐ﴾.. ۳۴۹
﴿مسجد نبویؐ کا ستونِ حنانہ اور ستونِ توبہ﴾ ۳۵۴
﴿مدینہ کا پہلا معجزہ اور مسجد نبویؐ کی تعمیر﴾ ۳۶۰
﴿مسجد غمامہ﴾ ۳۶۳

﴿اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں﴾ ۳۶۵

﴿دعوتِ ذوالعشیرہ﴾ ۳۷۴

﴿مالِ دنیا، غرور کا سبب﴾ ۳۸۰

﴿ایک زمانہ ایسا بھی...﴾ ۳۸۵

﴿اپنے اہل و عیال کو جہنم سے بچاؤ﴾ ۳۹۱

﴿نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں﴾ ۳۹۵

﴿برائیوں کا اچھائیوں سے بدلنا﴾ ۴۰۰

﴿دعائے مشلول کی فضیلت﴾ ۴۰۵

﴿دنیاوی گھر کی وسعت کا کیا کرو گے!﴾ ۴۱۲

❀❀❀

﴾عرض ناشر﴿

پیش نظر کتاب الموسوم بہ "نورِ زندگی" شعور، احساس اور عرفان کو نشر کرنے کی ایک بے مثال کاوش ہے جسے والد علام خطیب اہلبیت و مبلغ شریعت حجت الاسلام مولانا مرزا علی اکبر کربلائی مد ظلہ العالی نے بڑی جانفشانی سے مرتب فرمایا ہے، اس کتاب میں روایات کے عربی متن کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

ہمارے والد محترم سن ۲۰۰۱ء سے ۲۰۲۴ء تک مسلسل کربلا کی زیارت پر کئی قافلوں میں بحیثیت عالم خطیب رہے ہیں اور ہمیشہ اپنی نصیحتوں میں کہا کرتے تھے کہ میں نے امام علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک بہترین خانوادہ چھوڑنے کی دعا مانگی ہے، قم میں قیام کے دوران بی بی معصومہ قمؑ کے روضہ پر ایک دعا یہ رہا کرتی تھی کہ بی بی! خدا نے مجھے بیٹیوں سے محروم رکھا ہے، مجھے صرف بیٹے عطا کئے ہیں لہٰذا جب میں اپنے بیٹوں کی شادی کروں تو مجھے ایسی بہوئیں چاہئیں جو میرے لئے بیٹیوں کا کردار ادا کریں۔

شہزادی نے ہمارے والد محترم کی التجا کو سن لیا، دعا قبول ہوئی اور ہم دونوں بھائیوں کا نکاح معصومہ قم سلام اللہ علیہا کے حرم میں ہی ہوا، آج ہماری حالت یہ ہے کہ اپنے گھر میں بہوئیں بیٹیوں کی مانند رہتی ہیں اور ہم دونوں بیٹے داماد جیسے ہو گئے ہیں۔

ہمارے والد ہم سے بارہا کہتے رہتے ہیں کہ گھر سے اچھا گھر والوں کو ہونا چاہئے، اپنی نصیحتوں میں روزانہ اچھی زندگی، اچھے اخلاق، صلہ رحم وغیرہ جیسی اہم چیزوں کے متعلق مسلسل نصیحتیں کرتے رہتے ہیں؛ ہماری زندگی میں موصوف کی نصیحتیں اور شب جمعہ و روزِ جمعہ میں پڑھے جانے والے مضامین کار آمد ثابت ہوتے ہیں۔

ان مضامین میں آیات قران مجید اور مستند کتابوں سے ماخوذ اہل بیت اطہار علیہم السلام سے منقول احادیث مبارکہ جمع کی گئی ہیں، ہماری کوشش ہے کہ کتاب ہذا کے ذریعہ قارئین کرام کو صرف علمی نکات ہی نہیں بلکہ روحانی غذا بھی فراہم کی جائے۔

آخر میں دعا کرتے ہیں کہ رب کریم ہمیں اس کتاب سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور والد علام کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔"آمین"

والسلام ناشر کتاب: خاکپائے خادمان دین اہل بیت علیہم السلام

مرزا محمد کمیل و مرزا نبیل رضا

۲۱/۱۹ گلشن رضا، عباس نگر، گنگھاورانگلور منڈل ضلع چتور (آندھرا پردیش)

پن کوڈ:۵۱۷۱۲۵-فون نمبر:۸۱۷۹۷۶۱۲۱۴/۹۶۱۸۳۶۹۵۱۴

۞۞۞

پیش لفظ

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: "لَعَنَ اللهُ الْآمِرِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ التَّارِكِيْنَ لَهُ، وَ النَّاهِيْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْعَامِلِيْنَ بِهِ"۔(بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ، ج۴۴، ص۸۹)

ترجمہ: اللہ کی لعنت ہو اُن لوگوں پر جو نیکی کا حکم دیتے ہیں مگر خود اسے چھوڑے رہتے ہیں، لعنت ہو ایسے لوگوں پر جو برائی سے روکتے ہیں مگر خود اسے انجام دیتے ہیں۔

جب میں نے اس حدیث کو دیکھا تو میرے دل پر اس حدیث کا گہرا اثر ہوا، اس حدیث کو دیکھنے کے بعد ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے کہ میں منبر سے وہی چیز پڑھوں جس کو اپنے گھر اور اپنے زندگی میں عملی جامہ پہنا چکا ہوں؛ کتابوں کے مطالعہ، تقاریر اور تبلیغ سے جو کچھ میرے دل پر اثر ہوا اس کو اپنے الفاظ میں بیان کر کے کتابی شکل دینے کی کوشش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اپنے ذہنِ ناقص کے مطابق اس کتاب میں عربی عبارتوں کے ساتھ کچھ معلومات جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ انسان گزشتہ واقعات سے آشنائی حاصل کرنے کے بعد اپنے مستقبل کو روشن کر سکتا ہے؛ گذشتہ علمائے اعلام نے کتنا قیمتی وقت دیا اور اپنے مستقبل کو کتنا خوبصورت بنایا! یہ ادنیٰ سی کاوش میرے لئے زادہ راہ ہے؛ اہل بیت کا وسیلہ انسانی زندگی کو روشن کرتا ہے۔

کتاب حاضر سے قبل "ماہ برکت و رحمت" کے نام سے پہلی کتاب شائع ہو چکی ہے، اس کے علاوہ دو کتابیں "شیعہ و محب" اور "امیر المومنین اور مومنین" عنقریب منظر عام پر آئیں گی، چوتھی کتاب "ذکر اہل بیتؑ" کے نام سے اور پانچویں کتاب "نورِ زندگی" کے

نام سے آپ حضرات کی خدمت میں ہے، انشاءاللہ یہ کتاب بھی دعاؤں کی مستحق قرار پائے گی۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں کوئی خامی دیکھیں تو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے درست کیا جاسکے، خداوند عالم کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ میری اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے میرے لئے، میرے والدین کے لئے نیز میرے خانوادہ کے لئے ذخیرہ اخروی قرار دے۔

آخر کلام میں حجت الاسلام عالیجناب مولانا سید غافر رضوی فلکؔ چھولسی صاحب قبلہ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بڑی جانفشانی سے اس کتاب پر نظر ثانی فرمائی اور اپنے قیمتی مشوروں سے بہرہ ور فرمایا۔

اپنے فرزندان عزیز القدر مولانا مرزا محمد کمیل سلمہ اور مولانا مرزا نبیل رضا سلمہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور انہیں دعائیں دیتا ہوں جنہوں نے کتاب ہذا کی طباعت کا بیڑہ اٹھایا اور منظر عام پہ لانے میں بھرپور تعاون کیا، خداوند عالم دونوں کو علم و عمل کی توفیق عطا فرمائے اور بہترین خدمت گزاران مذہب اہل بیت قرار دے۔

والسلام: مرزا علی اکبر کربلائی

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۴۷ھ (روز ولادت باسعادت صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا)

❀ ❀ ❀

﴿اظہارِ خیال﴾

✍ حجت الاسلام مولانا سید غافر رضوی صاحب قبلہ چھولسی

آیات و روایت کی روشنی میں اپنی حیات کو نورانی بنانے کا ذریعہ صرف اور صرف یہ ہے کہ انسان اپنی حیات کو اہلبیت اطہار علیہم السلام کی احادیث اور ان کے قول و فعل کے سانچہ میں ڈھال لے، اگر کوئی انسان اہلبیت اطہار علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ سے اپنا دامن بچاکر اپنی حیات کو نورانی بنانا چاہے گا تو ایک ناممکن سا امر ہے۔

برادرِ عزیز حجت الاسلام مولانا مرزا علی اکبر کربلائی صاحب قبلہ قم المقدسہ کی سرزمین پر ایک جیّد طالب علم رہے ہیں، موصوف حقیر کے زمانہ میں قم المقدسہ ایران کی سرزمین پر پہنچے تھے، میدان خطابت میں دیکھا جائے تو ایک اعتبار سے ید طولیٰ رکھتے ہیں، جس وقت موصوف ایران میں تھے اس وقت بھی طلاب ہندوستان کے درمیان ایک اچھے خطیب کے عنوان سے پہچانے جاتے تھے۔

میدان خطابت نیز میدان کتابت میں کافی جدّ و جہد کرتے رہتے ہیں، جب موصوف اس حقیقت سے روبرو ہوئے کہ اپنی زندگی کو نورانی بنانے کے لئے صرف ذکر اہلبیتؑ ہی ایک واحد سہارا ہے تو انہوں نے اپنی زندگی کو پرنور کرنے کی غرض سے فرامین اہلبیتؑ کو جمع کیا اور اتنی وافر مقدار میں مضامین جمع کئے کہ آج ان کے ان تمام مضامین نے کتابی شکل اختیار کرلی ہے، موصوف نے اس مجموعہ کو "نورِ زندگی" کے نام سے موسوم کیا ہے۔

ان کے مضامین میں معتبر کتابوں سے ماخوذ روایات کے عربی متون بھی قابل مشاہدہ ہیں جو موصوف کی محنت و کاوش کا منھ بولتا شاہکار ہیں، مولانا موصوف حال حاضر میں

موریشس میں تبلیغ دین کے فرائض انجام دے رہے ہیں، یہ امر بھی ان کی جدّ و جہد کا نتیجہ ہے جو اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ میدان عمل میں مرد میداں ہیں، آپ نے وہیں رہتے ہوئے مضامین تحریر کئے جن کو کتابی شکل دی گئی ہے۔

موصوف نے یہ کتاب نظر ثانی کے حوالہ سے حقیر کے سپرد کی اور میں نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا، خداوند عالم سے دست بہ دعا ہوں کہ موصوف کی خدمات کو قبول فرمائے اور مومنین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں کیونکہ اس کتاب میں فرامین اہلبیتؑ کو جمع کیا گیا ہے جو زندگی کو نورانی بناتے ہیں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

سید غافر رضوی فلکؔ چھولسی

(۲۵ جمادی الثانی ۱۴۴۷ھ)

❀ ❀ ❀

﴿کسی کے ساتھ نیکی کریں یا برائی!﴾

(اصل میں اپنے ہی لئے ہے)

قرآن کریم متعدّد مقامات پر مختلف طریقوں سے یہ بتایا گیا ہے کہ انسان نیکی کرے گا تو اپنے لئے، برائی کرے گا تو اپنے لئے یعنی انسان کی کوئی نیکی اللہ کو فائدہ نہیں پہنچائے گی اور اس کی کوئی برائی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو نقصان نہیں پہنچائے گی، اسی تناظر میں یہ آیت ہے: " إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا... " پھر اگر تم نے نیکی کی تو وہ خود تمہارے ہی لئے اچھائی ہوگی، اور اگر تم نے برائی کی تو وہ بھی تمہارے اپنے حق میں برائی ثابت ہوگی۔ اچھا کروگے تو اپنے لیے برا کروگے تو اپنے لئے۔[1]

جب یہ آیت نازل ہوئی ایک صحابی (ایک نوجوان لڑکا) کو یہ آیت بڑی اچھی لگی، اس کی آواز بھی اچھی تھی، وہ اکثر اس آیت کو گنگناتا تھا " إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ " پڑوس میں ایک یہودی عورت رہتی تھی، اس کو بہت برا لگتا تھا کہ ایک تو یہ شور مچاتا ہے دوسرے قرآن پڑھتا ہے، ایک دن وہ عورت اس کے پاس آکر کہنے لگی بیٹا! حلوا کھاؤ گے؟ وہ لڑکا ناشتہ واشتہ کر چکا تھا مگر صاف انکار کرنا اچھی بات نہیں ہے، اس نے حلوا لے لیا، وہ نوجوان جانور چراتا تھا یعنی چرواہا تھا، وہ بڑھیا کا حلوا اپنے گھر کی روٹی پانی کے ساتھ تھیلے میں رکھ کر اپنے مویشیوں کو ہنکاتا ہوا صحرا کی طرف نکل پڑا؛ ایک جگہ بیٹھ گیا، جانور چر رہے ہیں، گرمی کا زمانہ ہے، اس کے پاس

---

[1] ۔ سورہ الاسراء/آیت ۷۔

سے دو لوگوں کا گزر ہوا، سلامٌ علیکم و علیکم السلام اور احوال پرسی کے بعد نوجوان نے ان کو بیٹھایا، اس نے تکلفاً پوچھا کہ کچھ کھا پی لو آپ لوگ تھک گئے ہوگے! توانہوں نے تکلف کے بغیر کہا کہ ہاں بھائی کچھ کھانے پینے کو دے دو، اس بیچارے نوجوان کو کیا معلوم کہ اس حلوے میں کیا ڈالا گیا ہے؛ اس نے مہمانوں کے سامنے بڑھیا کا دیا ہوا حلوا اور پانی پیش کر دیا؛ ان لوگوں نے حلوا کھایا اور پانی پیا، تھوڑی دیر آرام کرنے کی خاطر لیٹ گئے، لیکن وہ لوگ سوتے ہی رہ گئے؛ رسول اللہ کا زمانہ ہے، الزام کس پر ہوگا؟ اس بیچارے نوجوان پر؛ یہ دونوں تمہارا ہی حلوہ اور روٹی کھا کے مرے ہیں ؛ یہ بیچارا پریشان ہو گیا رسول اللہ کے سامنے پیش ہوا، پیغمبر نے پوچھا: تم نے ان کو زہر دیا ہے؟ کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے نہیں معلوم اس میں کیا تھا، روٹی میرے گھر کی تھی لیکن حلوا میرے گھر کا نہیں تھا، پیغمبر نے پوچھا: حلوا کس نے دیا تھا؟ کہا: میری پڑوسن نے دیا تھا، اس کو گرفتار کر کے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں لایا گیا، حضورؐ نے پوچھا: تم نے حلوے میں کیا ملایا تھا؟ کہا: کچھ نہیں، یہ جھوٹ بولتا ہے؛ میں نے تو پڑوس کے ناطہ حلوہ دیا تھا؛ یہ میرے اوپر الزام لگا رہا ہے، پیغمبرؐ نے کہا: الزام نہیں ہے، تمہارا حلوا کھا کے دو انسان مر گئے ہیں اور تم کہہ رہی ہو کچھ نہیں ملایا! پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا: اس بڑھیا کو لے جا کر ذرا ان دو جوانوں کی لاشیں دکھاؤ؛ اب جو لاشوں سے پردہ ہٹایا تو بڑھیا دیکھتے ہی رونے پیٹنے لگی پتہ چلا کہ یہ دونوں اسی کے بیٹے تھے؛ سمجھ میں آیا ناں! اچھا کروگے تو اپنے لئے، برا کروگے تو اپنے لئے۔

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے: "فَاتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِأَنفُسِكُمْ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو، اس کے احکام سنو اور اطاعت کرو اور خیرات کرو جو تمہارے ہی لئے بہتر ہے؛ کیوں کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی، حرص اور کنجوسی سے بچے رہے بس وہی لوگ دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اور بھرپور ابدی اور حقیت کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔[1]

جناب عیسی علیہ السلام ایک راستہ سے گزر رہے تھے، دیکھا کہ ایک جگہ کھانے کی تیاری ہورہی ہے، چولھے پر پتیلا کڑھائی وغیرہ چڑھا ہوا ہے؛ آپؑ نے پوچھا: یہاں کیا ہورہا ہے؟ معلوم ہوا شادی منعقد ہورہی ہے، اسی کی دعوت کا اہتمام ہے؛ جناب عیسیٰؑ نے کہا: آج شادی ہے کل یہاں ماتم ہوگا، حواریوں نے پوچھا: یانبی اللہ! ایسا کیوں؟ کل ماتم کیوں ہوگا؟ کہا: آج کی رات دلہن مرجائے گی؛ یہ کہہ کر گزر گئے، اگلے روز پھر انہی حواریوں کے ساتھ جناب عیسیٰ اسی راستہ سے گزرے، شاید جان بوجھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ادھر سے گزرے ہوں گے تاکہ حواریوں کو کچھ سمجھا سکیں، جب وہاں پہنچے تو پھر وہی نظارہ کھانے کی تیاریاں، پتیلے اور کڑھائیاں چولھوں پر چڑھی ہوئی، یہ دیکھ کر حواریوں نے پوچھا: یانبی اللہ! آپ تو فرمارہے تھے کہ کل یہاں ماتم ہوگا! یہاں تو ویسے ہی خوشی ہے، کھانا پک رہا ہے! جناب عیسیٰؑ نے کہا: پتہ کیا جائے، جناب عیسیٰؑ اپنے حواریوں کے ساتھ اس شخص کے یہاں پہنچے جہاں پروگرام ہو رہا تھا؛ دعا سلام، خیریت عافیت ہوئی، صاحب خانہ نے خنداں پیشانی سے

[1] ۔۱۶سورہ تغابن/آیت ۱۶۔

استقبال کیا اور اپنے یہاں بھی سب خیریت بتائی، جناب عیسیٰؑ نے فرمایا: میں دلہن سے ملنا چاہتا ہوں؛ (آیت کہہ رہی ہے کہ اچھا کروگے تو اپنے لئے، برا کروگے تو اپنے لئے) پردہ کا اہتمام ہوا اور جناب عیسیٰؑ دلہن کے قریب پہنچے، دیکھا کہ دلہن ہشاش بشاش بیٹھی ہوئی ہے! جناب عیسیٰؑ نے سوال کیا: بیٹا! کل تم نے کیا نیک کام کیا تھا؟ دلہن بولی: یا نبی اللہ! میں اپنے حجرہ میں بیٹھی تھی، کھانا رکھا ہوا تھا، شوہر کا انتظار کر رہی تھی کہ وہ آئے تو ساتھ میں کھانا کھایا جائے؛ اتنے میں کسی فقیر نے آواز دی، میں نے اِدھر اُدھر دیکھا، کوئی نظر نہ آیا، سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے؛ میں نے سوچا کہ میں تو نئی نویلی دلہن ہوں، مجھے تو کھانا مل ہی جائے گا، اس بیچارہ فقیر کو کون کھانا دے گا! یہ سوچ کر میں نے وہ اپنے کھانے کی سینی اٹھائی اور اس فقیر کو دے دی؛ پتہ نہیں اس فقیر نے زندگی میں اتنا بڑھیا کھانا کھایا بھی ہوگا کہ نہیں! اس نے پیٹ بھر کے کھایا، جب وہ کھانا کھا چکا تو میں برتن لے کے واپس پلٹنے لگی، فقیر نے کہا: جا بیٹا! تو نے میرا پیٹ بھرا تو اس کے بدلہ میں اللہ تیری عمر دراز کرے؛ پوری بات مکمل ہوگئی، حضرت عیسیٰؑ نے حکم دیا: اس کا لحاف اٹھایا جائے، جب لحاف کو جھاڑا گیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا، حضرت عیسیٰؑ نے کہا یہ سانپ مامور تھا اس دلہن کو کاٹنے پر اور اس کی موت اسی کے ذریعہ ہونی تھی لیکن چونکہ اس نے ایک بھوکے کا پیٹ بھر دیا، اللہ نے خوش ہوکے اس کی عمر بڑھا دی؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ دلہن نے فقیر پر احسان کیا گویا اس نے اپنے اوپر احسان کیا، یہی تو قران کہتا ہے کہ اچھا کروگے تو اپنے لئے، برا کروگے تو اپنے لئے۔

آیت کے بعد والے حصہ میں کہا گیا: "وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا" اور اگر تم نے برائی کی تو وہ بھی تمہارے اپنے حق میں بری ثابت ہوگی۔

ایک صاحب کو اپنی بیوی پر غصہ آگیا، انہوں نے اس کو ڈنڈے سے مارا، ڈنڈا کہیں بے جا لگ گیا جس کے سبب وہ مرگئی؛ اس کی سسرال ایسے قبیلہ میں تھی جس میں سب کے سب بہادر اور لڑاکو تھے، یہ بہت پریشان کہ کیا کرے! ایک صاحب سے کہا: بھائی ایسا ایسا ہو گیا، اس نے کہا میں ایک ترکیب بتاتا ہوں، پہلے یہ بتاؤ تمہاری سسرال کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: فلاں جگہ فلاں قبیلہ میں؛ اس نے کہا: ارے بھائی وہ تو سب بڑے دبنگ لوگ ہیں! ان کو پتہ چلے گا تو زندہ نہیں بچو گے! شوہر نے کہا: بھائی یہی تو پریشانی ہے؛ اس نے کہا: میرے پاس ایک پلاننگ ہے جس کے ذریعہ تمہاری جان بچ سکتی ہے؛ اس نے کہا: جاؤ دعوت کے بہانے ایک اچھا خوبصورت سا لڑکا ڈھونڈ کے لے آؤ؛ اس کو کھانا وانا کھلا کر مار ڈالو اور اس کی لاش اپنی بیوی کی لاش کے برابر میں رکھ دو؛ پھر اپنے سسرال والوں کو بتادو کہ قابل اعتراض حالت میں دیکھا تو مجھ سے برداشت نہیں ہوا، میں نے ایسا کر دیا؛ وہ سب عزت دار لوگ ہیں، وہ کہیں گے اچھا کیا؛ یہ بات شوہر کے سمجھ میں آگئی، کھانا وانا پکا کے نکلا، ایک حسین وجمیل لڑکا دکھائی دیا، اس کو اپنے گھر لے آیا، تھوڑا بہت کھانا کھلایا اور اسے مار کر لاش کو اپنی بیوی کی لاش کے برابر میں ڈال دیا؛ پھر اپنے سسرال والوں کو خبر دی کہ بھئی ایسا ایسا معاملہ ہے، سب آئے، انہوں نے دونوں لاشیں دیکھ کر کہا: اگر ایسا تھا تو تم نے ٹھیک کیا؛ اس پلاننگ سے اس شوہر کی جان تو بچ گئی لیکن جن صاحب نے رائے دی تھی، وہ اپنے گھر بیٹھے اپنے بیٹے کا انتظار کر رہے ہیں! شام ہوگئی لیکن بیٹا گھر نہیں آیا، بہت دیر تک انتظار کیا، پھر تلاش کرنے کو نکل پڑے، تلاش کرتے کرتے اس شخص کا گھر آگیا جس کو انہوں نے رائے دی تھی، سوچا کہ اس

سے اس کے حالات معلوم کولوں! دروازہ پر دستک دی، اس نے دروازہ کھولا، ان صاحب نے پوچھا کیا رہا؟ اس نے جواب دیا: میرا تو کام بن گیا، میری جان بچ گئی، آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے زبردست پلاننگ دے دی؛ پوچھا کہ کیسے بچے؟ جواب دیا: ارے بھائی آپ نے ہی تو رہنمائی کی تھی، اچھا تو وہ مان گئے؟ جواب دیا: ہاں مان گئے، اب پریشانی صرف اتنی ہے کہ وہ لوگ اپنی بیٹی کی لاش کو لے گئے ہیں لیکن لڑکے کی لاش یہیں ہے اب میں اندیرھے کے انتظار میں ہوں کہ تھوڑی تاریکی ہو تو اس کو بھی ٹھکانے لگاؤں۔ ان صاحب نے پوچھا: لڑکے کی لاش کہاں چھپا کر رکھی ہے؟ وہ ان کو لاش کے پاس لے آیا، جیسے ہی ان صاحب نے لاش سے چادر ہٹائی، کیا دیکھا کہ انہی کا نورِ نظر ابدی نیند سو چکا ہے۔ اچھا کروگے تو اپنے لئے، برا کروگے تو اپنے لئے۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے: "قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ"۔

آپؐ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے (گناہ کرکے) اپنے اوپر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہوجاؤ، یقیناً اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کردیتا ہے (کیونکہ) حقیقتاً وہ بڑا معاف کرنے والا، اپنی رحمت سے خوب ڈھک لینے والا، اور بے حد اور مسلسل رحم کرنے والا ہے۔[1]

❁ ❁ ❁

[1]۔ سورہ زمر/آیت ۵۳۔

﴾نیکی کرو یا برائی کرو اسے دیکھو گے﴿

انسان جو بھی کام کرتا ہے، چاہے سب کے سامنے کرے یا چھپ کر، اِس دنیا میں چھپانا چاہے تو چھپا سکتا ہے لیکن اسے خود کو معلوم ہوتا ہے کہ کیا کیا ہے لہٰذا اسی بات کی طرف خداوند عالم انسان کی توجہ کو مرکوز کرتے ہوئے انسان کو جھنجھوڑا ہے، ارشاد ہوتا ہے: "فَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَرَہٗ، وَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَرَہٗ " جس کسی نے ذرہ برابر بھی اچھائی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھے گا اور جس کسی نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے اچھے بُرے عمل کو بھی دیکھے گا اور اس کے منطقی نتائج یعنی جزا سزا کو دیکھ لے گا۔[1]

بیج کاشت کرنے والا شخص پودا بھی دیکھتا ہے، درخت بھی دیکھتا ہے اور فصل بھی دیکھتا ہے؛ کھیتی کرنے والا بیج بونے کے بعد زراعت دیکھتا ہے اور فصل بھی کاٹتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جو بوؤ گے وہی کاٹو گے یعنی نتیجہ دیکھو گے۔

"وَأَنۡ لَیۡسَ لِلۡإِنۡسَانِ إِلَّا مَا سَعَیٰ" اور انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر اس کی وہی کوشش جو وہ کرے۔[2]

"وَأَنَّ سَعۡیَهُ سَوۡفَ یُرَیٰ" اور اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔[3]

---

[1]۔ سورہ زلزال/آیت ۷،۸۔

[2]۔ سورہ نجم/آیت ۳۹۔

[3]۔ سورہ نجم/آیت ۴۰۔

"يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ" جس دن تم مومن مرد اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے بھی ہوگا اور ان کے دائیں طرف بھی دوڑ رہا ہوگا (کیونکہ روز قیامت مومنین و مومنات کا ایمان اور عمل نور میں تبدیل ہو جائے گا اور ان کی شخصیتیں جگمگا اٹھیں گی، ان سے کہا جائے گا) تمہیں آج یہ جنت کے سرسبز و شاداب اور گھنے باغات مبارک ہوں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔[1]

"لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ" تاکہ ہم تمہیں اپنی قدرت کی کچھ بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔[2]

"وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ" اِس طرح اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھارہا ہے، آخر تم اُس کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے ؟۔[3]

معصومؑ نے فرمایا کہ ہم آیات کبریٰ ہیں، ہم اللہ کی بڑی نشانیاں ہیں، قارئین کرام! نشانی سنائی نہیں جاتی بلکہ دکھائی جاتی ہے، نشانی اندھیرے میں نہیں بلکہ اجالے میں دکھائی جاتی ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی نشانیاں ہیں، اللہ نے اپنی نشانی کو ایسے دکھایا کہ پہلے حاجیوں کو اپنے گھر بلایا، پھر ایک کھلے میدان میں، دن کے اجالے میں، سنایا بھی دکھایا بھی، نبیؐ کے ہاتھوں سے دکھایا، نبیؐ کی زبان سے سنایا

---

[1]۔ سورہ حدید/آیت ۱۲۔

[2]۔ سورہ طہٰ/آیت ۲۳۔

[3]۔ سورہ غافر/آیت ۸۱۔

کہ جس جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ اس کا مولا ہے۔ "وَمَنۡ يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ" جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اسے دیکھے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی: خدایا! مجھے اپنا انصاف دکھادے، اپنی عدالت کو ظاہر کرکے دکھادے، "اِلٰهِيۡ اَرِنِيۡ اِنۡصَافَكَ وَعَدۡلَكَ" اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا جواب آیا: اے موسیٰ! صبر نہیں کر سکو گے موسی علیہ السلام نے فرمایا: میں تیری توفیق کے ساتھ صابر ہوں، پروردگار نے کہا: موسیٰ فلاں صحرا میں فلاں درخت کے پاس جاؤ تاکہ تم میرا عدل دیکھ سکو، موسی علیہ السلام درخت کے پاس آئے، جہاں چشمہ بھی تھا، آپ اس درخت کے اوپر چڑھ گئے اور چھپ کر بیٹھ گئے، اتنے میں دیکھا کہ ایک سوار دور سے آیا اور اپنی کمر سے اشرفیوں کی تھیلی نکالی، وہ زمین پر رکھ کر وضو کیا، نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد چل پڑا، مگر تھیلی اٹھانا بھول گیا؛ اس کے جاتے ہی ایک اور نوجوان آیا، اس چشمہ کے پاس اس تھیلی کو دیکھ کر خوش ہوا اور اٹھا کر لے چلا؛ کچھ دیر کے بعد وہ شخص وہاں واپس آیا جس کی وہ تھیلی تھی، وہ اپنی تھیلی کو تلاش کرنے لگا، اتنے میں ایک اور بوڑھا آگیا پانی بھرنے کے لئے، یہ شخص اس بوڑھے سے تھیلی مانگنے لگا، بوڑھے مرد نے کہا کہ مجھے کیا پتہ، اس جوان نے بوڑھے مرد سے تکرار کی، تھیلی نہ ملنے پر اس کو قتل کردیا کیونکہ جہاں تھیلی چھوڑی تھا وہیں پر یہ شخص کھڑا ہوا تھا، وہ شخص اس بوڑھے کو قتل کر کے چلا گیا؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کرسکے پروردگار! میں برداشت نہیں کر پارہا ہوں، مجھے بتادے یہ کیا ماجرہ ہے؟۔

ارشاد ہوا: اے موسیٰ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، جو جوان اس تھیلی کو لے گیا تھا اس کا باپ اس سوار کے پاس کام کرتا تھا، ہزار دینار اس کے پاس بطور امانت رکھے تھے لیکن اس کا باپ مر گیا تو اس سوار کا فرض تھا کہ اس کی امانت اس کے وارث کے حوالہ کر دے لیکن اس نے وہ رقم وارث کے حوالہ نہیں کی؛ یہ جوان اپنے باپ کا وارث تھا اس نے اپنا حق لیا اور چلا گیا۔

لیکن وہ بوڑھا شخص جس کو اس تھیلی والے سوار نے قتل کیا، وہ تھا جس نے جوانی میں اس سوار کے باپ کو قتل کیا تھا اس لئے یہاں پر وہ بدلہ اس شکل میں مکمل ہوا اور قتل اپنے انجام کو پہنچا۔ اب سمجھ میں آ گیا کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے! "وَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَرَهٗ" جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اسے دیکھے گا۔

"وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ أُمَّةٍ تُدۡعَىٰٓ إِلَىٰ كِتَابِهَا الۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ مَا كُنتُمۡ تَعۡمَلُونَ"۔ (اُس دن تم) ہر قوم کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھو گے، ہر قوم کو پکارا جائے گا کہ آئے اور اپنے اعمال کی کتاب (نامۂ اعمال) دیکھے۔ ان سے کہا جائے گا: "آج تمہیں بدلہ مل رہا ہے ان کاموں کا جو تم کیا کرتے تھے۔[1]

"وَبُرِّزَتِ الۡجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ"۔ اور ہر دیکھنے والے کے سامنے جہنم کو کھول کر رکھ دیا جائے گا۔[2]

"وَلَوۡ تَرَىٰٓ إِذِ الۡمُجۡرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمۡ عِندَ رَبِّهِمۡ رَبَّنَآ أَبۡصَرۡنَا وَسَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ"۔ اور کاش! تم دیکھتے جس وقت یہ

---

[1] ۔ سورہ جاثیہ/آیت ۲۸۔

[2] ۔ سورہ نازعات/آیت ۳۶۔

مجرم گنہگار لوگ سر جھکائے ہوئے اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہوں گے (اور گڑگڑا کر کہہ رہے ہوں گے) اے ہمارے مالک! ہم نے اچّھی طرح دیکھ لیا اور سن لیا- اب ہمیں دوبارہ (دنیا میں) پلٹا دے، ہم اچّھے اچّھے (نیک) اعمال کریں گے (کیوں کہ) اب تو ہمیں یقین آگیا ہے۔[1]

" قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ " ابراہیمؑ نے کہا: اے میرے فرزند! حقیقت یہ ہے کہ میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، تم بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: اے باباجان! آپ وہ کچھ کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔[2]

❀ ❀ ❀

---

[1]۔ سورہ سجدہ/آیت ۱۲۔

[2]۔ سورہ صافات/آیت ۱۰۲۔

﴿اچھا اخلاق/خوبیاں﴾

نیک اخلاق سب سے بڑی خوبی ہے، اگر انسان کا اخلاق اچھا ہو تو بڑے بڑوں کے سر اس کے سامنے جھکتے نظر آتے ہیں، خداوند کریم نے اپنے نبی رحمتؐ کی شان میں بھی اخلاق سے متعلق گفتگو فرمائی ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" اور بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔[1]

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے زیورِ اخلاق سے آراستہ کرنے اور انسانیت کو سنوارنے کیلئے وہ تعلیمات دیں جو اخلاق کا سرچشمہ ہیں۔ یہ تعلیمات صرف قول تک محدود نہ تھیں بلکہ حضورؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پاکیزگی سیرت اور حسن اخلاق کا ایک زندہ قانون تھا۔ آنحضرتؐ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل فرمائیں۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے "اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ"۔ میں تو صرف اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ مکارم الاخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔

ان اخلاقی تعلیمات کو زندہ رکھنے کے لئے حضورؐ کے اوصیاء نے اپنی سیرت و کردار اور اعمال و رفتار کے ذریعہ ان تعلیمات کا احیاء کیا، وہ زندگی بھر ان تعلیمات کی نشر و اشاعت کرتے رہے۔ چنانچہ ان کے چوتھے وصی و جانشین حضرت زین العابدین علیہ السلام نے دُعائے مکارم الاخلاق میں اخلاقیات کے وہ درس دیئے ہیں

---

[1]۔ سورہ قلم/آیت ۴۔

جو اخلاقِ نبویؐ کے آئینہ دار ہیں، اہل بیت علیہم السلام نے صرف درس نہیں دیئے بلکہ زندگی میں سخت ترین مرحلے پر بھی عمل کرکے بتایا کہ ہم نمونہ عمل ہیں کائنات کے لئے، انسان اس وقت انسان نظر آتا ہے جب اس کے پاس اخلاق ہو، اخلاق کے بغیر انسان ایسا ہے جیسے نمک کے بغیر بریانی۔

"قَالَ رَسُولُ اللهِ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى خَيْرِ أَخْلَاقِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَ تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ وَ تَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ"۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ دنیا و آخرت میں بہترین اخلاق والا کون ہے! اس سے صلۂ رحم کرو جو تم سے قطع رحم کرے، اس کو عطا کرو جو تمہیں محروم کرے اور اس کو معاف کرو جو تم پر ظلم وستم روا رکھے۔

شیخ عباس قمی نے احسن المقال جلد ۲ صفحہ ۱۹ پر ایک واقعہ تحریر کیا ہے جس واقعہ میں آپ کو صلہ رحم بھی ملے گا، مدد بھی ملے گی، اخلاق بھی ملے گا، گویا ساری خوبیاں اس واقعہ میں نظر آجائیں گی: مدینہ میں ایک ایسا انسان تھا کہ جب بھی کبھی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام دیکھتا تھا برا بھلا کہنا شروع کردیتا تھا؛ حضرت امیر المومنینؑ کو گالیاں دیتا تھا، یہاں تک کہ آپؑ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ کہنے لگے ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس فاجر کا خاتمہ کردیں! آپؑ نے انہیں سختی کے ساتھ منع کردیا۔ ایک دن آپؑ نے پوچھا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ چاہنے والوں نے بتایا کہ مدینہ کے فلاں علاقہ میں زراعت کرتا ہے؛ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اسے دیکھنے کے لئے چلے، آپؑ کے اصحاب بھی ساتھ ہوگئے جب وہاں پہنچے تو وہ کھیتی میں مصروف تھا، امام اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے کھیت میں داخل ہوگئے، وہ چلانے لگا ہماری زراعت خراب نہ

کیجئے، ہمارا کھیت خراب نہ کیجئے، اسی راستے سے آجائیے لیکن امامؑ اسی طرح سواری پر سوار ہو کر کھیت کو روندتے ہوئے اس کے پاس تک پہنچے اور بہت ہی کشادہ روئی سے آپؑ نے باتیں کیں، سلام کے بعد پوچھنے لگے: اس کھیت پر کتنا خرچ کیا؟ کہنے لگا: سو اشرفی، آپ نے فرمایا: کتنی امید ہے کہ اس سے منافع حاصل کرے؟ کہنے لگا: میں غیب نہیں جانتا، آپ نے فرمایا: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ تجھے کتنی آمدنی امید ہے؟ کہنے لگا: امید ہے کہ ۲۰۰ اشرفی آمدنی ہوگی؛ آپ نے ایک تھیلی نکالی جس میں ۳۰۰ اشرفیاں تھی، آپؑ نے وہ تھیلی اس کے حوالہ کی؛ آپؑ نے فرمایا: یہ تین سو اشرفیاں بھی تیری اور زراعت سے جو کچھ حاصل ہو وہ سب بھی تیرا؛ وہ شخص کھڑا ہو گیا، آپؑ کے سر کا بوسہ لیا اور درخواست کی کہ اس کی غلطی کو معاف کر دیں؛ حضرتؑ مسکرائے اور واپس ہو گئے۔ وہی شخص کسی ایک روز مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ امامؑ سے ملاقات ہوگئی؛ جیسے ہی امام علیہ السلام پہ نگاہ پڑی، کہنے لگا "وَاللهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ "خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔ وہاں بیٹھے ہوئے اس کے ساتھیوں نے اس سے پوچھا: پہلے تو ایسا نہیں تھا، تو تو گالیاں بکتا تھا، آج کیا ہو گیا؟ کہنے لگا: تم نے سنا ہے جو میں نے کہا! پھر سنو: بس اس نے آپ کو دعا دینا شروع کی، اس کے ساتھیوں نے اس سے جھگڑا کرنا شروع کر دیا اور وہ بھی ان سے جھگڑتا رہا۔ حضرتؑ نے اپنے اصحاب سے کہا: کون سا طریقہ بہتر ہے؟ وہ جو تم نے ارادہ کیا تھا کہ اس کا خاتمہ کر دیں یا یہ کہ احسان اور اخلاق کے ذریعہ اس کی اصلاح کر دی اور اس کے شر کو دور کر دیا؟ یاد رکھنا کہ اچھوں کے ساتھ رہنا کمال نہیں ہے بروں کے ساتھ رہ کر برائی کو دور کر دینا کمال ہے۔

" عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَصَّ رُسُلَهُ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ، فَامْتَحِنُوا أَنْفُسَكُمْ ،فَإِنْ كَانَتْ فِيكُمْ فَاحْمَدُوا اللهَ، وَ اعْلَمُوا أَنَّ ذَلِكَ مِنْ خَيْرٍ ، وَ إِنْ لَا تَكُنْ فِيكُمْ ، فَاسْأَلُوا اللهَ وَ ارْغَبُوا إِلَيْهِ فِيهَا، قَالَ فَذَكَرَهَا عَشَرَةً الْيَقِينَ وَ الْقَنَاعَةَ وَ الصَّبْرَ وَ الشُّكْرَ وَ الْحِلْمَ وَ حُسْنَ الْخُلُقِ وَ السَّخَاءَ وَ الْغَيْرَةَ وَ الشَّجَاعَةَ وَ الْمُرُوءَةَ "۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: خدا نے مخصوص کیا ہے اپنے رسولوں کو بہترین اخلاق سے، تم اپنے نفسوں کا امتحان لو، اگر وہ تمہارے اندر ہوں تو خدا کی حمد کرو اور سمجھ لو کہ یہ نیکی میں ہے۔ اور اگر نہ ہوں تو خدا سے مانگو اور ان کی طرف راغب ہو؛ راوی نے کہا: حضرتؑ نے فرمایا وہ دس ہیں یقین، قناعت، صبر، شکر، حلم، حسن خلق، سخا، غیرت، شجاعت، مروت، روایت میں ہے کہ مالک اشتر مولا علی علیہ السلام کے صحابی اور آپؑ کی فوج کے کمانڈر ایک روز بازار کوفہ سے عام لباس پہنے ہوئے گزر رہے تھے، ایک بازاری مرد نے جب ان کو دیکھا تو اپنی نگاہ میں حقیر اور پست جانا اور ان کی طرف ایک پتھر اٹھا کر پھینکا، وہ پتھر مالک کو لگا، مالک مڑے نہیں اور توجہ بھی نہیں کی، سیدھے آگے نکل گئے، کسی نے اس شخص سے کہا: تجھ پر وائے ہو، تو نے یہ کیا کیا، تو جانتا ہے کہ تو نے کس کی طرف پتھر پھینکا؟ اس نے کہا: نہیں، لوگوں نے بتایا: یہ مالک اشتر ہیں، یہ امیر المومنینؑ کے صحابی اور کمانڈر ہیں، اس شخص کا بدن لرز نے لگا اور مالک اشتر سے عذر خواہی کے لئے چل پڑا؛ دیکھا کہ مالک اشتر مسجد میں داخل ہو گئے اور نماز پڑھنے لگے، جب مالک اشتر نماز سے فارغ ہوئے تو وہ شخص مالک کے پیروں پہ گر گیا اور معافی طلب کرنے لگا، مالک اشتر نے کہا: کوئی بات نہیں،

ڈرو نہیں، خدا کی قسم! میں مسجد میں فقط تمہاری وجہ سے آیا اور خدا سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کی ہے؛ کائنات میں اس طرح کا اخلاق یا امام میں نظر آئے گا یا امام کے سچے چاہنے والوں میں نظر آئے گا۔

"عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ: قُلْتُ لَهُ مَا حَدُّ حُسْنِ الْخُلُقِ؟قَالَ تُلِينُ جَنَاحَكَ وَ تُطِيبُ كَلَامَكَ وَ تَلْقَى أَخَاكَ بِبِشْرٍ حَسَنٍ"۔

کسی نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا: حسن خلق کی حد کیا ہے؟ فرمایا: ملاطفت ملنے والوں سے، ان سے خوش کلامی اور خندہ پیشانی سے ملنا۔

قارئین کرام! سب سے آسان نیکی یہی ہے کہ سامنے والے بھائی سے مسکرا کر بات کرلیں؛ پوری دنیا کا نظام ہی مسکراہٹ پر چل رہا ہے؛ کوئی دکان ہو، کمپنی ہو، اسکول ہو، اسپتال ہو، آفس ہو، بزنس ہو یہ سب مسکراہٹ سے ہی چل رہا ہے؛ بزنس کی کامیابی میں مسکراہٹ نہایت اہمیت کی حامل ہے؛ آپ نے ہوائی جہاز کا سفر کیا ہوگا تو دیکھا ہوگا جتنی بھی ایئر ہوسٹز ہیں ان کے چہروں پر مسکراہٹ رہتی ہے تاکہ مسافر مطمئن رہے، اسپتال میں جتنی بھی نرسز کام کرتی ہیں سب مسکراتی رہتی ہیں تاکہ مریض کو سکون و راحت ملے؛ قارئین محترم! مسکراہٹ ایک دوا ہے، مسکراہٹ ایک سکون ہے، اس نعمت کو آپ ہاتھ سے نہ جانے دیں، اگر ایک پھول کلی کی شکل میں ہو تو اتنا اچھا نہیں لگتا جتنا کھلنے کے بعد دیدہ زیب اور خوبصورت لگتا ہے۔ اگر ایک انسان کسی سے منھ بند کئے ہوئے ملے تو وہ ایک کلی کی مانند ہے مسکراتے ہوئے خیر و عافیت لے تو اس گلاب کی مانند ہے جو کھل چکا ہے۔

اگر ڈاکٹر مسکراتے ہوئے نہ ملے تو آپ کے اندر ایک ہیبت سی طاری ہو جائے گی، ایک وکیل اگر مسکراتے ہوئے نہ ملے تو آپ کے اندر ایک ہیبت طاری ہو جائے گی، ایک نرس اگر مسکرا کر نہ ملے مریض پر ہیبت طاری ہو جائے گی، قارئین کرام! ہیبت زدہ نہ بنیں بلکہ محبت زدہ بنیں۔

"عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: مِنْ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ الْإِنْفَاقُ عَلَى قَدْرِ الْإِقْتَارِ وَ التَّوَسُّعُ عَلَى قَدْرِ التَّوَسُّعِ وَ إِنْصَافُ النَّاسِ وَ ابْتِدَاؤُهُ إِيَّاهُمْ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِمْ "۔ امام علی بن الحسینؑ نے فرمایا: تنگدستی کے باوجود راہ خدا میں خرچ کرنا، وسعت مال اور دولت مندی کے اعتبار سے راہِ خدا میں خرچ کرنا، لوگوں کے درمیان انصاف کرنا اور سلام میں پہل کرنا مومن کے اخلاق میں سے ہے۔

یہ نیکیاں مثلاً خرچ کرنے والا، سخاوت کرنے والا، لوگوں کے درمیان انصاف کرنے والا، ہر ایک کو دیکھ کر سلام کرنے والا، اگر یہ بزرگ انسان ہے تو مزید قابل احترام ہو جاتا ہے، لوگوں کی نگاہوں میں اس کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے، اگر ایک جوان میں یہ ساری خوبیاں ہوں تو سارے لوگوں کی نگاہیں اس پہ جمی ہوتی ہیں، کبھی کبھی کوئی آگے بڑھ کے پوچھ لیتا ہے بیٹا! آپ کس کے بیٹے ہو؟ کیا کام کرتے ہو؟ اسی طرح سے عورتوں میں ہوتا ہے وہ لڑکی جو باپردہ ہو، بااخلاق ہو، نمازی ہو، دعاؤں کی عادی ہو، تو عورتوں کی نگاہیں اس بچی بھی جمی ہوتی ہیں؛ آخر ایک دن تھک کے پوچھ لیتی ہیں بیٹی! آپ کس کی بیٹی ہو؟ دنیا میں جتنے بھی بڑے لوگ ہیں وہ دولت مند ضرور ہیں لیکن انہیں جو رشتے کی تلاش ہوتی ہے، دولت کے ساتھ سب سے اہم چیز کہ با اخلاق لڑکا مل جائے؛ یہی معاملہ لڑکے والوں کا ہوتا ہے سب کچھ ٹھیک ہے لیکن

بچی نماز پڑھتی ہے کہ نہیں! بچی قران پڑھتی ہے کہ نہیں! بچی کا مزاج کیسا ہے! سب چیزیں پوچھنے کے بعد ۱۰ لوگوں سے پوچھتے ہیں اس کی عادت تو خراب نہیں ہے؟ اب سمجھ میں آیا کہ اخلاق کتنا اہم ہے؟ انسان کی عمر کا ایک ایسا مرحلہ ہے جہاں انسان کی نگاہ دولت کی طرف نہیں اخلاق کی طرف سفر کرتی ہے کہ کوئی با اخلاق مل جائے، اگر اخلاق اچھا ہو تو فارس کا سلمان بھی "مِنَّا" کی منزل میں آجاتا ہے؛ اگر اچھا اخلاق ہو تو حبش کا رہنے والا بھی مؤذن بن جاتا ہے؛ اگر اخلاق اچھا نہ ہو تو اپنا سگا بھی "تَبَّتۡ يَدَا اَبِیۡ لَهَبٍ" ہو جاتا ہے۔

" عَنۡ أَبِی حَمۡزَةَ الثُّمَالِيِّ عَنۡ عَلِيِّ بۡنِ الۡحُسَيۡنِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ يَقُولُ فِي آخِرِ خُطۡبَتِهِ طُوبَى لِمَنۡ طَابَ خُلُقُهُ وَ طَهُرَتۡ سَجِيَّتُهُ وَ صَلَحَتۡ سَرِيرَتُهُ وَ حَسُنَتۡ عَلَانِيَتُهُ وَ أَنۡفَقَ الۡفَضۡلَ مِنۡ مَالِهِ وَ أَمۡسَكَ الۡفَضۡلَ مِنۡ قَوۡلِهِ وَ أَنۡصَفَ النَّاسَ مِنۡ نَفۡسِهِ"۔

علی بن الحسینؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اپنے خطبہ کے آخر میں فرمایا: خوشخبری اس شخص کے لئے جس کا اخلاق پاکیزہ ہو، جس کی طبیعت صاف ستھری ہو۔ باطنی میں صلاحیت ہو اور ظاہری حالت میں حسن ہو، اپنی ضرورت سے زیادہ مال راہ خدا میں خرچ کرے اور ضرورت سے زیادہ بات کرنے سے طبیعت کو روکے اور اپنے نفس کو چھوڑ کر دوسروں کے حقوق ادا کرے۔

جو اپنے اخلاق میں حد سے تجاوز کر جائے، غصہ زیادہ، باتیں زیادہ، چغل خوری زیادہ، حسد زیادہ، نہ جانے آپ کی نگاہوں میں کتنے ایسے گھر ہوں گے جہاں کے رشتے بداخلاقی کی وجہ سے ٹوٹے ہیں! طلاق کی نوبت آئی، خلع کی نوبت آئی؛ بداخلاقی

رشتوں کو ختم کرا دیتی ہے۔ اہل بیتؑ کے لطف کو دیکھئے، ہم اپنے رشتوں میں خوبیوں کو تلاش کرتے ہیں، فرض کیجئے اپنے بیٹے کا یا بیٹی کا رشتہ ہم طے کر رہے ہوں، ایسے مرحلہ پر ایک میسج موبائل میں آجائے اور اس میں لکھا ہو کہ جس سے آپ رشتہ کر رہے ہیں وہ بے پناہ جھوٹا ہے یا جھوٹی ہے؛ اس کی نگاہیں اچھی نہیں ہیں یا یہ قرضدار زیادہ ہے یا یہ کبھی کبھی پی لیتا ہے، کوئی بھی ایک صرف ایک برائی ہو تو ہم وہاں رشتہ کرتے کرتے رک جائیں گے؛ اس کے بعد کہیں گے کہ بہتر ہے ابتدا ہی میں چھوڑ دو، یہ ہمارے لائق نہیں ہے؛ سلام عرض کیجئے معصومین کی بارگاہ میں، ہم اپنے رشتے میں ایک برائی پسند نہیں کرتے مگر اہل بیتؑ اپنے محب کے کتنے گناہ ہونے کے باوجود رشتے کو نہیں توڑتے، ایک خدا ہے جو برائیوں پہ پردہ ڈال کر امید رکھتا ہے کہ آج نہیں تو کل یہ اپنا ہو جائے گا، اچھا ہو جائے گا اور یہ اہل بیتؑ ہیں جو خطاکار بھی آجاتا ہے تو اس کی خطا کا تذکرہ نہیں کرتے بلکہ اسے اپنے سینے سے لگا لیتے ہیں؛ حر کی آمد اور پھر پیشانی حر کے لئے رومال سیدہ عطا کیا جانا بتاتا ہے کہ اہل بیتؑ اپنے چاہنے والوں سے کتنی محبت کرتے ہیں۔

"عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ: الْمَكَارِمُ عَشْرٌ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ فِيكَ فَلْتَكُنْ فَإِنَّهَا تَكُونُ فِي الرَّجُلِ وَ لَا تَكُونُ فِي وَلَدِهِ وَ تَكُونُ فِي الْوَلَدِ وَ لَا تَكُونُ فِي أَبِيهِ وَ تَكُونُ فِي الْعَبْدِ وَ لَا تَكُونُ فِي الْحُرِّ قِيلَ وَ مَا هُنَّ قَالَ صِدْقُ الْبَأْسِ وَ صِدْقُ اللِّسَانِ وَ أَدَاءُ الْأَمَانَةِ وَ صِلَةُ الرَّحِمِ وَ إِقْرَاءُ الضَّيْفِ وَ إِطْعَامُ السَّائِلِ وَ الْمُكَافَأَةُ عَلَى الصَّنَائِعِ وَ التَّذَمُّمُ لِلْجَارِ وَ التَّذَمُّمُ لِلصَّاحِبِ وَ رَأْسُهُنَّ الْحَيَاءُ"۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: مکارم اخلاق دس ہیں،

اگر تم میں استطاعت ہے تو ان کو ضرور اپناؤ۔ وہ ایسی اچھی خصلتیں ہیں کہ باپ میں ہوتی ہیں بیٹے میں نہیں ہوتیں، بیٹے میں ہوتی ہیں باپ میں نہیں ہوتیں، غلام میں ہوتی ہیں آزاد میں نہیں ہوتیں، پوچھا گیا: وہ کیا ہیں؟ فرمایا: دلیری میں سچائی، زبان میں صداقت، ادائے امانت، صلۂ رحم، مہمان نوازی، سائل کو کھانا دینا، نیکیوں کا بدلہ دینا، اپنے ہم سفر کو پناہ دینا اور یاد رکھو کہ ان تمام نیکیوں کی سردار "حیا" ہے۔

ایک مقام پر مولا علیؑ نے فرمایا: "اَلتُّقٰی رَئِیْسُ الْاَخْلَاقِ"۔ تقویٰ، تمام نیک خصلتوں کا سرتاج ہے۔

قارئین محترم! اخلاق بہت اہم چیز ہے، اس چیز کو واضح کرنے کے لئے میں ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں، کسی بھی شکل کا انسان ہو، کسی بھی مذہب کا انسان ہو، ہم اس میں کیا چاہتے ہیں؟ صرف اخلاق؛ کتنے رشتے ایسے ہیں جو مذہب کا نہ ہونے کے باوجود اخلاق کی بنا پر جڑ گئے؛ پھل کتنی قسموں کے ہیں! کھجور کی شکل الگ ہے ،عام کی شکل الگ ہے، انگور کی شکل الگ ہے، سیب کی شکل الگ ہے، یہ جتنے بھی پھل ہیں سب کی شکل اپنی جگہ الگ الگ ضرور ہے مگر ایک چیز سب میں مشترک ہے اور وہ چیز ہے "مٹھاس"۔ اسی طرح کس قبیلہ کے، کس خاندان کے، امیر ہیں یا غریب!، کچھ نہیں دیکھا جاتا بلکہ جہاں کے بھی ہوں مٹھاس ہے کہ نہیں! اگر مٹھاس ہے تو آپ ہر ایک کے خریدار ہو جاتے ہیں۔

"قَالَ رَسُولُ اللهِ إِنَّ صَاحِبَ الْخُلُقِ الْحَسَنِ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھے اخلاق والے کا اجر خدا کے نزدیک وہی ہے جو ایک قائم اللیل روزہ دار کا ہے۔

"قَالَ النَّبِيُّ إِنَّ خِيَارَكُمْ أُولُوْ النُّهَى قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَ مَنْ أُولُوْ النُّهَى؟ قَالَ هُمْ أُولُوْ الْأَخْلَاقِ الْحَسَنَةِ وَ الْأَحْلَامِ الرَّزِينَةِ وَ صِلَةِ الْأَرْحَامِ وَ الْبَرَرَةُ بِالْأُمَّهَاتِ وَ الْآبَاءِ وَ الْمُتَعَاهِدِينَ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْجِيرَانِ وَ الْيَتَامَى وَ يُطْعِمُونَ الطَّعامَ وَ يُفْشُوْنَ السَّلَامَ فِي الْعَالَمِ وَ يُصَلُّوْنَ وَ النَّاسُ نِيَامٌ غَافِلُونَ" رسول اللہؐ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر اولوالنہیٰ ہیں، پوچھا گیا: اولوالنہیٰ کون ہیں؟ فرمایا: صاحبان اخلاق حسنہ اور پختہ عقول والے، صلہ رحم کرنے والے، ماں باپ سے نیکی کرنے والے، فقیروں کی خبر رکھنے والے، ہمسایوں اور یتیموں کی مدد کرنے والے؛ وہ کھانا کھلاتے ہیں اور دنیا میں اسلام پھیلاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں جبکہ لوگ غافل پڑے سوتے رہتے ہیں۔

"قَالَ رَسُولُ اللهِ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَ كَانَ مِنْ قَرْنِهِ إِلَى قَدَمِهِ ذُنُوباً بَدَّلَهَا اللهُ حَسَنَاتٍ الصِّدْقُ وَ الْحَيَاءُ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ وَ الشُّكْرُ"۔ ابوعبداللہؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں بھی یہ ہوں گی (اگرچہ اس کے گناہ سر سے پیر تک ہوں) اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو حسنات سے بدل دے گا اور وہ چار یہ ہیں: صدق، حیا، حسن خلق اور شکر۔

❀ ❀ ❀

﴿حق آیا، باطل مٹ گیا﴾

ارشادِ ربّانی ہوتا ہے: "وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا" اور آپ اعلان فرمادیں کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا، یہ حقیقت ہے کہ باطل تو مٹنے ہی کے لئے ہوتا ہے۔[1]

آج کی یہ تاریخ امام زمانہ (عج) کے غیبت صغریٰ کے بعد غیبت کبریٰ میں چلے جانے کی عظیم تاریخ ہے، ذہن میں ایک سوال نے سر اٹھایا کہ آج شب غیبت کبریٰ ہے، مولا کا غیبت کبریٰ میں جانا ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے یا غم کا مقام؟ اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ غیبت امام غم بھی ہے اور خوشی بھی، غم اس معنی میں ہے کہ جس امامؑ کو حکومت کرنا تھا، زمانہ نے کچھ ایسا ستم کیا کہ اسے وہ موقع نہ ملا اور امام ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے؛ جو خوشیاں ہمیں دستیاب ہونی تھیں وہ نہیں ملیں؛ اس اعتبار سے غم کی تاریخ ہے؛ مگر خوشی بھی ہے وہ یہ ہے کہ جس امام کو دشمن تلاش کررہا تھا کہ انہیں دنیا میں نہ آنے دیا جائے، جاسوسوں سے پورا علاقہ بھر دیا، عورتوں کے ذریعہ سے تلاش کی گئی کہ جناب نرجس خاتون میں آثار حمل تو ظاہر نہیں ہورہے ہیں! امام حسن عسکری علیہ السلام کی زوجہ کے یہاں امام زمانہ کے آنے سے پہلے انکے قتل کی پلاننگ کی جاچکی تھی، جس کے قتل کی پاننگ تھی وہ امام زمانہ (عج) تھے جن کو اللہ نے پوشیدہ رکھا، وہ پیدا بھی ہوگئے، دنیا کو خبر نہ تک ہوئی، جس

---

[1] ۔ سورہ اسراء/آیت ۸۱۔

امام کو دشمن قتل کرنا چاہتا تھا، وہ اس کو قتل نہ کر سکا بلکہ اس امام کی جان بچ گئی تو اس سے زیادہ خوشی کا مقام کیا ہو گا!۔

امام زمانہ (عج) کے لوگوں کی نظروں سے غائب ہونے کو اور پوشیدہ زندگی گزارنے کو غیبت کہا جاتا ہے، غیبت امام زمانہ کو غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ غیبت صغریٰ میں امام زمانہ تمام لوگوں کی نظروں سے غائب نہیں تھے؛ بلکہ اس دور میں آپؑ کے خاص نمائندے تھے جن کے ذریعہ آپؑ اپنے پیروکاروں سے رابطہ میں رہتے تھے؛ ان افراد کو نواب اربعہ کہا جاتا ہے۔ اکثر شیعہ علماء غیبت صغریٰ کی مدت کو ۶۹ سال مانتے ہیں، غیبت کبریٰ کا آغاز غیبت صغریٰ کے بعد ہوا جس کا سلسلہ آپؑ کے آخری نائب خاص "علی بن محمد سَمری" کی وفات کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اکثر شیعہ منابع کے مطابق علی بن محمد سمری نے پندرہ شعبان سنہ ۳۲۹ھ میں وفات پائی اس دور میں امام زمانہ (عج) تمام لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ غیبت کبریٰ سنہ ۳۲۹ھ سے اب تک جاری ہے۔ لیکن شیخ صدوق اور فضل بن حسن طبرسی علی بن محمد سمری کی وفات کو سنہ ۳۲۸ھ قرار دیتے ہیں۔

"قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ لِلْقَائِمِ غَيْبَتَانِ إِحْدَاهُمَا قَصِيرَةٌ وَ الْأُخْرَى طَوِيلَةٌ، الْغَيْبَةُ الْأُولَى لَا يَعْلَمُ بِمَكَانِهِ فِيهَا إِلَّا خَاصَّةُ شِيعَتِهِ وَ الْأُخْرَى لَا يَعْلَمُ بِمَكَانِهِ فِيهَا إِلَّا خَاصَّةُ مَوَالِيهِ"۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: قائم آل محمدؐ کے لئے دو غیبتیں ہیں، ایک صغریٰ دوسرے کبریٰ، پہلی غیبت میں آپ کی جگہ کو کوئی نہ جانے گا سوائے مخصوص شیعوں کے اور دوسری غیبت میں کوئی نہ جانے گا سوائے حضرت کے خاص الخاص دوستوں کے۔ اس حدیث کے خاص مرحلوں کی

طرف غور کریں، پہلے میں شیعوں کا لفظ استعمال کیا یعنی نواب اربعہ، وہ امین وہ پاک وہ صادق جن کے لئے شیعہ کا لفظ استعمال کیا لیکن اس کے بعد والوں کے لئے موالیوں کا لفظ استعمال کیا؛ شیعہ سے غلطی نہیں ہوتی، مولائیوں سے اور چاہنے والوں سے غلطی کا امکان ہے، ممکن ہے کسی خاص مصیبت میں تڑپ کے اپنے آقا کو یاد کریں، کوئی گنہگار ہو تو امامؑ اس کی بھی مدد کریں گے، لہٰذا غیبت کبریٰ میں لفظ شیعہ کا استعمال نہیں بلکہ لفظ "چاہنے والے" کا استعمال ہے۔

امام کی غیبت کبریٰ کے عنوان پر کچھ فضیلتیں قرآن کی مشہور ترین آیات کریمہ کے ذریعہ جن میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا"۔ اور آپ اعلان فرما دیں کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا، یہ حقیقت ہے کہ باطل تو مٹنے ہی کے لئے ہوتا ہے۔[1]

رات میں جب آپ گھر سوئے تو اندھیرا تھا، صبح اٹھے تو وہ اندھیرا نہیں ہے! کہاں گیا اندھیرا؟ کہا: سورج نکلا، روشنی آئی، اندھیرا گیا؛ قانون یہی ہے کہ اجالا آتے ہی اندھیرا غائب ہو جاتا ہے؛ حق آیا باطل مٹ گیا؛ میرا سوال یہ ہے کہ باطل تو موجود ہے وہ کہاں مٹا؟ آیئے جواب تلاش کریں؛ حق آیا باطل گیا، مثال: اجالا آیا اندھیرا گیا۔ حق آیا رسول حق آئے، ۱۲ امام حق آئے، جب یہ آئے تو باطل ختم کیوں نہ ہوا؟ مثال کے طور پر رمضان المبارک میں اعلان ہوا کربلا کے لئے ٹوکن خریدا جا رہا ہے، ہم چودہ مومنین کو کربلا کی زیارت کرائیں گے۔

---

[1]۔ سورہ اسراء/آیت ۸۱۔

معصومین ١۴ ہیں، یہ سب چودہ حق آئے، مگر باطل کیوں نہیں ختم ہوا؟ قرعہ اندازی ہوگئی، مومنین کا وقت کربلا جانے کا آگیا، ایئرپورٹ کے لئے گاڑی آگئی، ایئرپورٹ کے لئے نکلنا ہے، ١۴ لوگ ہیں، ٹائم کم ہے، ڈرائیور سے کہا: بسم اللہ، ڈرائیور نے کہا: ایک صاحب نہیں آئے ہیں، رہنما بھی موجود، ڈرائیور بھی موجود، باقی افراد بھی موجود لیکن ایک صاحب نہیں آئے تو گاڑی آگے نہیں بڑھتی، جواب واضح ہوگیا، حق تو آیا لیکن نامکمل ہے کیوں کہ چودہ میں سے ایک ابھی بھی پردہ میں ہے۔

"وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا" قسم ہے سورج اور اس کی پھیلتی ہوئی شعاعوں کی۔

"وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا" اور قسم ہے چاند کی جبکہ وہ سورج کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔

یہاں شمس سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں، رسالت مآب کے بعد جو طلوع ہو وہ امامت کا چاند ہے، اماموں کو چاند سے تشبیہ دی گئی؛ سورج ایک ہوتا ہے ١٢ نہیں ہوتے؛ رمضان کا سورج، شعبان کا سورج، اس طرح نہیں کہا جاتا، بلکہ چاند کہا جاتا ہے، رمضان کا چاند، شعبان کا چاند، چاند بارہ ہیں، حق آیا باطل نہیں مٹا، سورج ایک، چاند ١٢، اب رہ گئی ایک شخصیت "شہزادی جناب فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا" جب سورج اور چاند ہوگئے تو یہ یہ کیا ہیں؟ ان کے لئے سورج نے کہا "ام ابیہا" یہ معدن رسالت و معدن امامت ہیں، چاند جب نکلتا ہے تو پہلے دن کا چاند روشنی ہونے کے باوجود دنیا کو نہیں نظر آتا، باریک ہوتا ہے، دوسرے دن کا چاند تھوڑا سا بڑا، حق روشنی ہے باطل اندھیرا ہے، گھر میں پوری لائٹیں آف ہیں اجالا کرنے کے لئے کہا جائے تو ایک بلب آن کرنے سے پورے گھر میں مکمل اجالا نہیں ہوگا، اس بات کو ذہن میں رکھیں؛ پہلے دن کا چاند تھوڑی روشنی، دوسرا اور زیادہ،

تیسرا اور زیادہ، چوتھا اور زیادہ، چاند جیسے جیسے بڑا ہوتا ہے اس کی روشنی بڑھتی جاتی ہے، صحرا اور جنگلوں کے مسافرین پرانے زمانہ میں پیدل سفر کرتے تھے تو وہ پہلی تاریخ کو نہیں جاتے تھے، کیونکہ روشنی کم ہوتی ہے، دوسری کو نہیں نکلتے تھے کیونکہ روشنی کم ہوتی ہے، وہ آٹھ اور نو تاریخ کو نکلتے تھے اس لئے کہ روشنی پوری ہوگئی۔ ۱۴ تاریخ کو روشنی مکمل ہو جاتی ہے۔ اندھیرا ختم ہوا، اب سمجھ میں آیا کہ حق تو آیا مگر چودھواں رہ گیا جس دن وہ ظہور کرے گا ایسی روشنی ہوگی کہ باطل کا سارا اندھیرا ختم ہوجائے گا، نور ہی نور ہوگا۔

آخری معصوم سے پہلے تیرہ معصومین علیہم السلام نے باطل کے خاتمہ کے لئے بہت کچھ کیا، حق آیا باطل مٹایا، کتنا مٹایا؟ نہایت آسان اور سادہ انداز سے پیش کرنا چا رہا ہوں، بچے اسکول سے آئے تو کپڑے میلے کرلائے، ماں نے صرف اور پانی ڈال کر ٹب میں بھلا دیئے تاکہ آسانی سے میل ختم ہوجائے، ۳۰ منٹ ۴۰ منٹ تک ٹب میں رکھا، اس کے بعد کپڑوں کو رگڑنے لگی، یہی اہل بیت علیہم السلام نے کیا باطل کے ساتھ؛ رسالت مآبؐ کی ۴۰ سال کی خاموشی، شرک و کفر کو اخلاق کے پانی سے بھگو رہی تھی، علی علیہ السلام نے میدان میں رگڑا، دوسرے معصومین علیہم السلام نے بھی کام کیا، کبھی غاروں میں، کبھی قید خانوں میں، لیکن ۴۰ سال رسولؐ نے شرک و کفر کو اپنے اخلاق سے بھگویا، علیؑ نے میدان میں، حسینؑ نے میدان میں رگڑا، تیسرا مرحلہ کپڑے کا ہوتا ہے، جب بھگو دیا جاتا ہے، رگڑ دیا جاتا ہے، پھر پاک پانی میں غوطہ دینے کا نمبر آتا ہے، آنے والا جنگ نہیں کرے گا بلکہ انتقام لے گا، پاک کرنے کا مرحلہ ہوگا، وہ پاک کرنے کے لئے آئے گا۔

قارئین محترم! امامؑ کے وجود کا فائدہ اور غائب ہونے کے نقصانات کو ایک چھوٹی سی مثال کے ذریعہ واضح کریں، ہم جو نماز جماعت سے پڑھتے ہیں ہمارے پیش امام

کی جگہ اگر کوئی مسافر مولانا آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہماری نماز قصر ہے، تو ہم کہتے ہیں کوئی مسئلہ نہیں، اب انہوں نے اقامت کہی اور جیسے ہی اللہ اکبر کہا ہزاروں کا مجمع اس ایک تکبیر کے بعد خاموش ہو گیا، سناٹا چھا گیا، بہت خوبصورت سا ماحول، جیسے ہی ان کی دو رکعت نماز ختم ہوئی کیونکہ ہماری قصر نہیں ہے تو ہم جیسے ہی بحول اللہ کہہ کر اٹھے تو ہر ایک کی آوازیں شروع ہوئیں، کوئی قیام میں کوئی رکوع میں کوئی سجدہ میں، کوئی آہستہ، کوئی بلند اواز سے، آوازیں بڑھتی چلی گئیں، کچھ سمجھ میں آیا؟ امامؑ کے وجود میں امن و امان ہے، امامؑ کی غیبت کبریٰ میں ہونے کی وجہ سے یہ فسادات اور مشکلا ت ہیں، ہاں ظہور کی ایک تکبیرۃ الاحرام زیادہ بلند ہوگی پھر ایک سناٹا ہوگا، امن و امان ہوگا۔

امام کی اطاعت کے عظیم فائدے ہیں، ان سے آگے جانے اور ان سے پیچھے رہ جانے کے نقصانات یہ ہیں کہ جہنم میں لے جاتے ہیں، اس کو بھی اس مثال سے سمجھیں، پیش امامؑ کے پیچھے نیت کی، وہ رکوع میں، ہم رکوع میں، وہ سجدہ میں، ہم سجدہ میں، لیکن اگر کوئی ماموم آگے چلتا رہے، سجدہ میں آگے، رکوع میں آگے، یا کوئی ماموم پیچھے رہ جائے وہ سجدہ میں گئے تو یہ قیام میں ہے، وہ سجدہ میں ہیں تو یہ رکوع میں ہے؛ کیا ہماری نماز صحیح ہوگی؟ نہیں اس کی نماز صحیح نہیں ہے۔ قارئین کرام! یہ دو منٹ والا امام ہے جس سے آگے پیچھے ہوجانے سے نماز باطل ہوجاتی ہے، اگر ہم نے کسی کو پوری زندگی کا امام بنایا ہو! اس سے آگے پیچھے ہونا زندگی میں تہہ و بالا نہیں کرے گا تو پھر کیا کرے گا! جو آگے بڑھ گئے وہ نصیری ہو گئے اور جو پیچھے رہ گئے وہ مقصر ہو گئے۔

❁❁❁

﴿حق اور باطل کو آپس میں مت ملاؤ﴾

ملاوٹ کو اسلام کبھی قبول نہیں کرتا، قرآن کریم نے صاف صاف الفاظ میں بیان کیا ہے کہ اچھے کو برے سے مت ملاؤ، اچھائی میں برائی شامل نہ کرو، ارشاد باری تعالیٰ اس طرح ہوتا ہے:

(۱) وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، حق کو باطل سے مخلوط نہ کرو اور جان بوجھ کر حق کی پردہ پوشی نہ کرو۔[۱]

لفظی ترجمہ:

مذکورہ آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہوگا: وَ: اور، لَا: نہ، تَلْبِسُوا: ملاؤ، الْحَقَّ: حق کو، بِ: ساتھ، الْبَاطِلِ: باطل کے، وَ: اور، تَكْتُمُوا: نہ چھپاؤ، الْحَقَّ: حق، وَ: اور، اَنْتُمْ: تم، تَعْلَمُوْنَ: جانتے ہو۔

الفاظ کی وضاحت:

تَلْبِسُوْا: (ل ب س) خلط ملط کرنا۔ ملا دینا۔ تَكْتُمُوا: (ك ت م): کتمان، اس چیز کو چھپانا جس کا اظہار مناسب یا ضروری ہو۔ اس کی ضد اظہار ہے۔

تفسیر: اللہ کی طرف سے نازل شدہ برحق باتوں کو باطل اور جعلی نظریات سے مخلوط کرنے کی مذمت ہو رہی ہے۔ باطل کو حق کی شکل میں پیش کرنے کا یہ عمل نہایت خطرناک ہے۔

---

[۱]۔ سورہ بقرہ، آیت ۴۲۔

(۲) أعوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطانِ الرَّجيمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ؛ اے اہلِ کتاب کیوں حق کو باطل سے مشتبہ کرتے ہو اور جانتے ہوئے حق کی پردہ پوشی کرتے ہو۔[1]

لفظی ترجمہ:

يٰا: اے، اَهْلَ: اہل، الْكِتٰبِ: کتاب، لِمَ: کیوں، تَلْبِسُوْنَ: ملاتے ہو، الْحَقَّ: حق کو، بِ: ساتھ، الْبَاطِلِ: باطل کے، وَ: اور، تَكْتُمُوْنَ: تم چھپاتے ہو، الْحَقَّ: حق، وَ: اور، اَنْتُمْ: تم، تَعْلَمُوْنَ: جانتے ہو۔

تفسیر:

۱۔ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ: حق کو باطل کے ساتھ خلط کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ باطل کو حق کے لبادہ میں پیش کیا جائے۔ اہل کتاب نے توریت اور انجیل میں تحریف کرکے باطل کو حق کی شکل میں پیش کیا ہے یا یہ کہ حق اور باطل کے درمیان فرق کو بیان کرنا چھوڑ دیا ہے۔ جیسے ہمارے زمانہ میں آزادی، وطن پرستی، حقوق انسان، جمہوریت، ترقی وغیرہ کے نام سے باطل کو رائج کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اہل کتاب دین ابراہیمی کے نعرے کے ذریعے اپنے باطل نظریات کو رواج دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲۔ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی حقانیت کو چھپاتے کیوں ہو۔

---

[1]۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۷۱۔

۳۔وَ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ: حالانکہ تم حق اور باطل کو اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی حقانیت کو جانتے ہیں۔

(۳) أَعوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطانِ الرَّجيمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا، وَمِمَّا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِى النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ، كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَـقَّ وَالۡبَاطِلَ، فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ، كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ، اس نے آسمان سے پانی برسایا تو وادیوں میں بقدر ظرف بہنے لگا اور سیلاب میں جوش کھا کر جھاگ آگیا اور اس دھات سے بھی جھاگ پیدا ہوگیا جسے آگ پر زیور یا کوئی دوسرا سامان بنانے کے لئے پگھلاتے ہیں. اسی طرح پروردگار حق و باطل کی مثال بیان کرتا ہے کہ جھاگ خشک ہو کر فنا ہو جاتا ہے اور جو لوگوں کو فائدہ پہنچانے والا ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتا ہے اور خدا اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے۔[1]

لفظی ترجمہ:

اَنۡزَلَ: اس نے اتارا، مِنَ: سے، السَّمَآءِ: آسمان، مَآءً: پانی، فَ: تو، سَالَتۡ: بہہ گئیں، اَوۡدِيَةٌۢ: وادیاں، بِ: ساتھ، قَدَرِ: مقدار، هَا: اپنی، فَ: تو، احۡتَمَلَ: اُٹھایا، السَّيۡلُ: موج نے، زَبَدًا: جھاگ، رَّابِيًا: ابھرا ہوا، وَ: اور، مِنۡ: سے، مَا: جو، يُوۡقِدُوۡنَ: جلاتے ہیں، عَلَىٰ: اوپر، هِ: اسکے، فِى: میں، النَّارِ: آگ، ابۡتِغَآءَ: چاہنے کو، حِلۡيَةٍ: زیور، اَوۡ: یا، مَتَاعٍ: سامان، زَبَدٌ: جھاگ، مِّثۡلُ: مثل، هٗ: اسکی، كَ: مثل، ذٰلِكَ: اسکی، يَضۡرِبُ: مثال بتاتا ہے، اللّٰهُ: اللہ، الۡحَـقَّ: حق کی، وَ: اور،

---

[1]۔ سورہ رعد، آیت نمبر ۱۷۔

الْبَاطِلَ: باطل کی، فَ: تو، اَمَّا: جو، الزَّبَدُ: جھاگ، فَ: تو، یَذْهَبُ: چلا جاتا ہے، جُفَآءً: فضول، وَ: اور، اَمَّا: جو، مَا: جو، یَنْفَعُ: نفع دیتا ہے، النَّاسَ: لوگوں کو، فَ: تو، یَمْکُثُ: باقی رہتا ہے، فِی: میں، الْاَرْضِ: زمین، كَ: مثل، ذٰلِكَ: اس کی، یَضْرِبُ: مثال دیتا ہے، اللّٰهُ: اللہ، الْاَمْثَالَ: مثالیں۔

تشریح کلمات

اَوْدِیَةٌ: (مادّہ: ود ی) اس کا مفرد الوادی ہے، اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی بہتا ہو۔ زَبَدًا: (ز ب د) جھاگ کو کہتے ہیں۔ رَّابِیًا: (ر ب و) رابیۃ و ربوۃ اونچی جگہ کو کہتے ہیں۔ اسی سے بڑھنے کو ربا کہتے ہیں۔ یُوْقِدُوْنَ: (و ق د) آگ جلانا۔ جُفَآءً: (ج ف و) الجفاء کوڑا کرکٹ جو وادی کے دونوں کناروں پر رہ جاتے ہیں اور بے فائدہ، ناکارہ چیز کو بھی جفاء کہتے ہیں۔

تفسیر آیات

۱۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: خداوند عالم حق اور باطل کی ایک نہایت قابل توجہ مثال بیان فرما رہا ہے کہ باطل اس جھاگ کی مانند ہے جو کسی نالے میں اس کی گنجائش کے مطابق بہنے والے پانی سے پُر ہونے کی صورت میں پورے پانی کو ڈھانپ لیتا ہے اور وقتی طور پر صرف جھاگ ہی نظر آتا ہے، وہی بظاہر اچھل کود کرتا ہے اور پانی کا حیات بخش ذخیرہ اس جھاگ کے نیچے موجود ہوتا ہے مگر وقتی طور پر نظر نہیں آتا۔

۲۔ وَ مِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْهِ: اسی طرح دھات کو تپا کر جب اسے کارآمد بنایا جاتا ہے تو میل کچیل اوپر آجاتا ہے اور صرف وہی نظر آتا ہے جب کہ کارآمد دھات اس کے نیچے موجود ہوتی ہے۔

۳۔ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً: باطل بھی اسی جھاگ اور خس و خاشاک کی مانند وقتی اچھل کود کرتا ہے اور بسا اوقات صرف وہی نظر آتا ہے اور حق دکھائی نہیں دیتا لیکن بصیرت رکھنے والے انتظار کرتے ہیں کہ یہ جھاگ جلد ہی ناپید ہونے والا ہے اور حق ثابت اور پائدار ہے جو باطل کے وقتی ہنگامے اور شورش کے بعد ظہور پذیر ہوگا۔

اہم نکات

۱۔ حق دائمی اور پائدار ہوتا ہے اور باطل، وقتی ہنگامہ خیز ہوتا ہے۔

۲۔ کبھی کبھی باطل، حق کو ڈھانپ دیتا ہے۔ مومن حق کا انتظار کرتا ہے جب کہ غیر مومن باطل کے دھوکہ میں آجاتا ہے: فَاحۡتَمَلَ السَّیۡلُ زَبَدًا....

۳۔ حق کے مقابلے میں باطل ہمیشہ ہنگامہ خیزی کرتا ہے: زَبَدًا رَّابِیًا....

۴۔ حق، آب حیات کی طرح حیات بخش ہے اور باطل، خس و خاشاک کی طرح نابود ہونے والا ہے: فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً....

۵۔ حق افادیت، دوام اور بقا کی ضمانت ہے: وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ....

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لِیُحِقَّ الۡحَقَّ وَیُبۡطِلَ الۡبَاطِلَ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ؕ، تاکہ حق ثابت ہوجائے اور باطل فنا ہوجائے چاہے مجرمین اسے کسی قدر ناگوار کیوں نہ سمجھیں۔[1]

[1]۔ سورہ انفال: آیت نمبر ۸۔

لفظی ترجمہ:

لِ: تاکہ، یُحِقَّ: ثابت کرے، الْحَقَّ: حق کو، وَ: اور، یُبْطِلَ: ختم کرے، الْبَاطِلَ: باطل کو، وَلَوْ: اگرچہ، کَرِہَ: ناپسند کریں، الْمُجْرِمُوْنَ: مجرمین۔

اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں غزوہ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا آئی ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مشرکوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت کو دیکھا تو قبلہ کی طرف رخ کرکے اللہ سے دعا مانگی یا اللہ! اگر اس چھوٹے سے گروہ کو تو ہلاک کر دے گا تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا، حضور اکرمؐ اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے یہ دعا مانگ رہے تھے یہاں تک کہ آپؐ کے کاندھوں سے آپؐ کی چادر گرگئی، اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اور اس آیت کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ان ہزار فرشتوں ہی پر خدا کی مدد ختم نہیں ہو جائے گی یہ تو صرف پہلی قسط ہے، خدا نے تمہاری دعا کو مستجاب کیا، ایک ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کروں گا، ان کے پیچھے ایک ہزار دوسرے فرشتے بھی ہوں گے؛ یہ تمہاری تسلی قلب کی خاطر تھا ورنہ کافروں کی تباہی کے لئے تو صرف ایک ہی فرشتہ کافی تھا جس طرح قوم لوط کو فرشتے کا ایک پر ہی کافی ہوا جس سے پوری بستی کا تختہ الٹ گیا تھا۔

وَ مِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِنَّمَا بَدْءُ وُقُوْعِ الْفِتَنِ اَهْوَآءٌ تُتَّبَعُ، وَ اَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ، يُخَالَفُ فِيْهَا كِتَابُ اللهِ، وَ يَتَوَلّٰى عَلَيْهَا رِجَالٌ رِّجَالًا، عَلٰى غَيْرِ دِيْنِ اللهِ. فَلَوْ اَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ مِنْ مِّزَاجِ الْحَقِّ لَمْ يَخْفَ عَلٰى

الْمُرْتَادِيْنَ، وَ لَوْ اَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ مِنْ لَّبْسِ الْبَاطِلِ لَانْقَطَعَتْ عَنْهُ اَلْسُنُ الْمُعَانِدِيْنَ، وَ لٰكِنْ يُّؤْخَذُ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ، وَ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ، فَيُمْزَجَانِ! فَهُنَالِكَ يَسْتَوْلِي الشَّيْطٰنُ عَلٰى اَوْلِيَآئِهٖ، وَ يَنْجُوْ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ الْحُسْنٰى.

مولائے کائنات علیہ السلام ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں: فتنوں کے وقوع کا آغاز وہ نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں جن کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ نئے ایجاد کردہ احکام ہوتے ہیں جن میں قرآن کی مخالفت کی جاتی ہے اور جنہیں فروغ دینے کیلئے کچھ لوگ دین الٰہی کے خلاف باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوجاتے ہیں۔ اگر باطل حق کی آمیزش سے خالی ہوتا تو وہ ڈھونڈنے والوں سے پوشیدہ نہ رہتا اور اگر حق باطل کے شائبہ سے پاک صاف سامنے آتا تو عناد رکھنے والی زبانیں بھی بند ہوجاتیں، لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ ادھر سے لیا جاتا ہے اور کچھ ادھر سے اور دونوں کو آپس میں خلط ملط کردیا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر شیطان اپنے دوستوں پر چھا جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچے رہتے ہیں جن کیلئے توفیق الٰہی اور عنایت خداوندی پہلے سے موجود ہو۔[1]

...... اَضْرَعَ اللّٰهُ خُدُوْدَكُمْ، وَ اَتْعَسَ جُدُوْدَكُمْ! لَا تَعْرِفُوْنَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمُ الْبَاطِلَ، وَ لَا تُبْطِلُوْنَ الْبَاطِلَ كَاِبْطَالِكُمُ الْحَقَّ!. خدا تمہارے چہروں کو بے آبرو کرے اور تمہیں بدنصیب کرے۔ جیسی تم باطل سے شناسائی رکھتے ہو ویسی حق سے تمہاری جان پہچان نہیں اور جتنا حق کو مٹاتے ہو باطل اتنا تم سے نہیں دبایا جاتا۔[2]

---

[1] ۔ نہج البلاغہ، سید رضیؒ، خطبہ نمبر ۵۰۔

[2] ۔ نہج البلاغہ، سید رضیؒ، خطبہ نمبر ۶۷۔

اَللّٰھُمَّ وَأَقِمْ بِهِ الْحَقَّ وَأَدْحِضْ بِهِ الْبَاطِلَ؛ اے معبود! ان کے ذریعے حق کو قائم فرما، ان کے ہاتھوں باطل کو مٹادے۔

وَأَدِلْ بِهِ أَوْلِيَائَكَ وَأَذْلِلْ بِهِ أَعْدَائَكَ؛ ان کے وجود سے اپنے دوستوں کو عزت دے اور ان کے ذریعہ اپنے دشمنوں کو ذلت دے۔

میں زندگی کا ایک تجربہ بیان کرتا ہوں: ہم دیہات میں بھی رہے ہیں، ایک دم سامنے کی چیز ہے، بہت سے لوگ دودھ میں پانی ملاتے ہیں، پھر وہ دودھ لے کر اس ڈیری پہ جاتے ہیں جہاں یہ دودھ دینا ہوتا ہے، وہ دودھ ڈال دیتے ہیں اور خوشی سے چلے جاتے ہیں کہ اج ہمارا کام ہو گیا۔ اسی طرح سے جب یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، دودھ لینے والا اتنا بے وقوف نہیں ہوتا وہ کہتا ہے کہ یہ کبھی تین لیٹر لاتے ہیں کبھی چار لیٹر لاتے ہیں خیریت تو ہے! ڈالتے ہوئے دودھ پر جب نظر کرتا ہے وہ ایک ہی نظر میں سمجھ جاتا ہے، پھر وہ کہتا ہے کہ آج تھوڑا سا یقین کے لئے چیک کر لوں اور جیسے ہی دودھ ڈالنے والا دودھ ڈالنا شروع کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ابھی مت ڈالو ذرا اِس طرف رکھ دو، جب اس دودھ میں تھرمامیٹر ڈالتا ہے تو دودھ لانے والے کو گھور کے دیکھتا ہے، فوراً دودھ لانے والا کہتا ہے کہ معذرت بھائی تھوڑی سی غلطی ہو گئی؛ قارئین کرام! جتنا چاہیں ملاوٹ کریں لیکن یہ یاد رکھیں کہ ہر چیز کا ایک تھرمامیٹر ہوتا ہے، ہمارے اعمال کی جو میزان ہے وہ محبت اہل بیت ہے اور ہمارا آقا جب پردہ غیب سے آئے گا تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا، جیسے ہی حق آئے گا باطل مٹ جائے گا، جھوٹ کا خاتمہ ہو گا سچ کا بول بالا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ جھوٹ پر سچ کا پردہ نہ چڑھاؤ، ریاکاری کو خلوص کا لباس نہ پہناؤ، پانی پر دودھ کی چادر نہ ڈالو ظلم کو صبر کا لبادہ نہ اڑھاؤ۔

یا اس طرح کہا جائے کہ دودھ میں پانی نہ ملاؤ، خلوص میں ریاکاری نہ ملاؤ، صبر میں ظلم نہ ملاؤ، سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ، ملانا تو بہت آسان ہے لیکن اس کا جدا کرنا بہت مشکل ہے؛ جی ہاں! عزاداری سید الشہداء انہی چیزوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کے لئے ہے، مجلسیں سچ سے جھوٹ کو الگ کرنے کے لئے ہیں، خلوص سے ریاکاری کو الگ کرنے کے لئے ہیں، محبتوں سے نفرتیں الگ کرنے کے لئے ہیں، لیکن یہ کام آسان نہیں ہے یہ کام بالکل پرانے زمانہ کے آپریشن کی مانند ہے؛ پہلے زمانہ میں مریض کو بے ہوش کرنے کے کوئی اسباب نہیں تھے، چار لوگ ہاتھ اور پیروں کو پکڑ لیتے تھے، طبیب علاج شروع کرتا تھا، چاہے وہ دل کا ہو یا کسی زخم کا ہو، جب وہ نشتر لگاتا تھا تو مریض چیختا تھا گالیاں بکتا تھا، تھوکتا تھا لیکن ڈاکٹر ان چیزوں سے ناراض ہو کر چھوڑ کر نہیں چلا جاتا تھا بلکہ مسکراتے ہوئے اس کا علاج کر کے چلا جاتا تھا اور اگر اتفاق سے دس پندرہ دن بعد خیریت لینے کے لئے حکیم آتا تو مریض سر جھکا کر شرمندگی سے یہ کہتا کہ ڈاکٹر صاحب! معذرت چاہتا ہوں اس دن بہت بڑی غلطی ہوئی، میں نے آپ کو گالیاں بکیں، میں نے آپ کے اوپر تھوکا لیکن اس وقت درد تھا اس وجہ سے یہ ہوا، آج مجھے شفا مل چکی ہے، مجھے اس مرض سے راحت ہے، میں سکون محسوس کر رہا ہوں اور آپ کو بے پناہ دعائیں دے رہا ہوں یہی بات تبلیغ کی ہے، یہی بات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہے، یہی مسئلہ رسول کے ساتھ تھا، جب دین کی تبلیغ کرتے تھے تو لوگ گالیاں بکتے تھے اور ان کو برا بھلا کہتے تھے لیکن اس کے بعد انہیں احساس ہوتا تھا کہ انہی سب چیزوں میں ہمارے لئے شفا تھی جنہیں ہم سمجھ نہ سکے، آج جب منبروں سے حق کی باتیں سنائی جاتی ہے تو لوگوں کو تھوڑی تکلیف ضرور ہوتی ہے لیکن اتنا یقین رکھیں اسی درد کے بعد پھر راحت ہے، اسی دکھ کے بعد شفا ہے، ایک طبیب جب دوا دیتا ہے تو ہمیشہ میٹھی ہی نہیں کبھی کڑوی بھی ہوتی ہے اور ساتھ میں پرہیز بھی بتاتا ہے، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ڈاکٹر نے کہا کہ آپ

جو چاہیں کھائیں !وہ ساتھ میں یہ بھی بتاتا ہے یہ کھائیں یہ نہ کھائیں بس یہی چیز دین اسلام میں ہے، اسلام کہتا ہے کہ سچ بولو جھوٹ سے پرہیز کرو، حلال کھاؤ حرام سے پرہیز کرو۔

ایک مرتبہ دو دوست آئے ایک کا نام رحمٰن اور ایک کا نام شادمان تھا، رحمٰن مسلمان تھا اور شادمان ناصبی تھا؛ دونوں نے آکر پھل دیئے ایک نے کہا یہ بینکوک کا پھل ہے، دوسرے نے کہا یہ ایران کا پھل ہے اور دونوں ضد کررہے تھے کہ میرا پھل پہلے کھائیے؛ اب ہم نے یہ کیا کہ دونوں کو خوش کرنے کے لئے چاقو لیا، ایک ٹکڑا اس پھل سے کاٹا اور ایک ٹکڑا اس پھل سے کاٹا اور پھر کھانے لگے؛ رحمٰن نے پوچھا: کیسا ہے ذائقہ؟ اسی وقت شادمان بھی پوچھ رہا تھا کیسا ہے ذائقہ؟ ایمان سے بتائیے ہم کیا بتاسکتے ہیں !اس لئے کہ دونوں ملا دیئے ہیں !!۔

اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو، رحمٰن کی عبادت کرو لیکن ہم شیطان کی بھی سنتے ہیں اور خدا کی بھی سنتے ہیں، دونوں کو ملائے ہوئے ہیں؛ اب آپ یہ بتائیے کیا ہمیں پتہ چلے گا کہ سچ کیا ہے؟ سچ کا کیا مزہ ہے اور جھوٹ کے کیا نقصانات ہیں؟ ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ خلوص میں کیا جزا ہے اور ریاکاری کی کیا سزا ہے؟ لہذا ہم نہ تو سچ کو سمجھ سکے اور نہ جھوٹ کو۔ جھوٹ اتنا کڑوا پھل ہے کہ اگر اس کے ساتھ سچائی کا میٹھا پھل نہ ملایا جائے تو جھوٹ بولنے والا ہمیشہ کے لئے جھوٹ بولنا چھوڑ دے گا۔

❀ ❀ ❀

﴿توبہ واستغفار، آیات وروایات کی روشنی میں﴾

توبہ: یہ عربی زبان کا لفظ ہے ،اس کے حقیقی معنی رجوع کرنے کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں توبہ سے مراد یہ ہے کہ شریعت میں جوکچھ مذموم ہے اس سے لوٹ کر قابل تعریف شئے کی طرف آجائے۔

مَذمُوم: برا، بد، خراب، قبیح، وہ شئے جس کی برائی کی جائے، مذمت کی گئی۔ مَذمُوم ہونایعنی لائق ملامت ہونا، بُراہونا۔**مَذمُوم عَزائِم:** بُرے عزائم، قابل مذمت ارادے۔

توبہ / استغفار: دوعظیم عبادتیں ہیں، نماز روزہ کی طرح دو جدا جدا عبادتیں ہیں، یہ فرق معلوم ہو گا تبھی یہ ممکن ہو گا کہ ہم نے توبہ بھی کی، استغفار بھی کیا ہے۔

توبہ اور استغفار میں فرق:

یہ عنوان محض اس لئے ہی نہیں کہ ان دو عبادتوں کے فرق سے باخبر رہیں بلکہ اس لئے بھی ہے کہ غیر شعوری طور پر دوالگ الگ عبادتوں کوایک نہ سمجھ لیں۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ "استغفار" پچھلے گناہ سے مفارقت اور " توبہ" مفارقت کے فوراً رجوع الی اللہ۔ یایوں کہا جائے کہ برائی سے نفرت کرکے اچھائی کی راہ پہ چل پڑنا۔

ارشادرب العزت ہورہاہے: وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ؛ اوراے میری قوم! اپنے پالنے والے مالک سے معافی مانگو، پھراسی کی

طرف پلٹ کر صرف اسی سے لو لگاؤ۔ تو وہ تمہاری طرف (اپنی نعمتوں کی) خوب موسلا دھار برستی ہوئی بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت میں مزید اضافہ کر دے گا۔ اس لئے کہ تم مجرموں کی طرح خدا سے منہ نہ پھیرو۔[1]

تفسیر مبین میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ معاویہ کا دربان امام حسن علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آقا میں بے اولاد ہوں مجھے کوئی طریقہ بتائیے کہ صاحب اولاد ہو جاؤں آپ نے اسے کثرت سے استغفار پڑھنے یعنی گناہوں کی خدا سے معافی مانگنے کا مشورہ دیا اس نے پڑھنا شروع کیا اور وہ کبھی کبھی ایک دن میں ۷۰۰ مرتبہ استغفار پڑھ لیا کرتا تھا لہذا اس استغفار کی برکت سے خدا نے اس کو ۲۰ بیٹے دیئے جب معاویہ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے اس سے کہا کہ تمہیں کیسے نصیب ہوا؟ اس نے کہا امام حسنؑ نے ورد بتایا تھا، معاویہ نے امام کو خط لکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ طریقہ کہاں سے معلوم ہوا؟ مولا نے فرمایا: یہ آیت تھی: "يَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ"؛ تمہاری قوت میں اور قوت بڑھا دے گا یعنی اولاد انسان کی طاقت میں اور طاقت کا اضافہ ہے سبب ہے۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ؛ اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: "اے میری قوم والو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

---

[1] ۔ سورہ ہود: آیت ۵۲۔

ہے۔ اسی نے تم کو زمین میں پیدا کیا اور تمہیں اسی میں آباد بھی کیا۔ لہٰذا تم اسی خدا سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگو اور اسی سے لو لگائے رہو۔ یہ حقیقت ہے کہ میرا پالنے والا مالک (تم سے) بہت ہی قریب اور جواب دینے والا ہے۔[1]

حضرت صالح علیہ السلام نے جاہلیت کے اس محل کو دو لفظوں میں مسمار کر دیا کہ اللہ ہم سے قریب ہے اور مجیب ہے یعنی جواب دینے والا ہے۔ براہ راست اس سے دعا کر سکتے ہیں، دعاؤں کا جواب حاصل کر سکتے ہیں، اگرچہ وہ بہت بلند و بالا ہے مگر اس کے باوجود تم سے بہت قریب ہے، اتنا قریب کہ وہ خود فرماتا ہے کہ ہم تمہاری شہرگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں، ہم میں سے ہر شخص خدا سے براہ راست گفتگو کر سکتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں شرمندگی کی حالت میں آنکھ سے نکلا ہوا آنسو کا ایک قطرہ جہنم کی آگ کو بجھانے کے لئے کافی ہے۔

ارشاد ربانی ہوتا ہے: **وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ**، ہود! اپنے پالنے والے مالک سے معافی مانگ لو اور اسی کی طرف پلٹ آؤ۔ بیشک میرا پروردگار بڑا ہی رحم والا اور محبت کرنے والا ہے۔[2]

خداوند عالم بہت کریم، غفور اور رحیم ہے جو بھی اس کی بارگاہ میں معافی کا طلبگار ہوتا ہے اللہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے بالکل ایسے جیسے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثال دیتے ہیں کہ اگر تم میں سے کسی کا اونٹ صحرا میں کھو جائے جس پر

---

[1]۔ سورہ ھود: آیت ۶۱۔

[2]۔ سورہ ہود: آیت ۹۰۔

تمہارا کھانا پینا بستر وغیرہ سب کچھ لدا ہوا ہو اور تم اس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو جاؤ، عین اسی وقت اچانک دیکھو کہ وہ گم شدہ اونٹ تمہارے سامنے کھڑا ہے تو اس وقت تمہیں کتنی خوشی ہوگی! اس سے بھی کہیں زیادہ خوشی خدا کو اپنے بھٹکے ہوئے بندے کے پلٹ آنے سے ہوتی ہے۔

جب حضورؐ کے پاس کچھ قیدی گرفتار ہو کر آئے، ان میں ایک عورت تھی جس کا بچہ کھو گیا تھا وہ ماں مامتا کی ماری جس بچہ کو دیکھتی چھاتی سے چمٹا کر دودھ پلانے لگتی، حضورؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم سوچ سکتے ہو کہ اگر یہ عورت اپنے بچہ کو پالے تو کس طرح سے اس بچہ کو دور کر کے اپنے بچہ کو سینے سے لگائے گی؟ کچھ مخلصین اللہ سے دور ہیں، اللہ غیر کو بھی دے رہا ہے لیکن جیسے اس کے مخلصین قریب آتے ہیں وہ انہیں بہت زیادہ تحفوں اور نعمتوں سے نواز تا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا؛ پس اپنے پالنے والے کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجئے۔ اور خدا سے بخشش کی دعا مانگئے، حقیقتاً وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔[1]

قَالَ علی عَلَیْهِ السَّلَامُ: لِقَآئِلٍ قَالَ بِحَضْرَتِهٖ: اَسْتَغْفِرُ اللهَ: ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ! اَتَدْرِیْ مَا الْاِسْتِغْفَارُ؟ اَلْاِسْتِغْفَارُ دَرَجَةُ الْعِلِّيِّيْنَ، وَهُوَ اسْمٌ وَاقِعٌ عَلٰى سِتَّةِ مَعَانٍ: اَوَّلُهَا: اَلنَّدَمُ عَلٰى مَا مَضٰى. وَ الثَّانِیْ: اَلْعَزْمُ عَلٰى تَرْكِ الْعَوْدِ اِلَيْهِ اَبَدًا. وَ الثَّالِثُ: اَنْ تُؤَدِّیَ اِلَى الْمَخْلُوْقِيْنَ حُقُوْقَهُمْ حَتّٰى تَلْقَى اللهَ اَمْلَسَ لَيْسَ عَلَيْكَ تَبِعَةٌ. وَ الرَّابِعُ: اَنْ تَعْمِدَ اِلٰى كُلِّ فَرِيْضَةٍ عَلَيْكَ

[1] سورہ نصر: آیت ۳۔

ضَيَّعْتَهَا فَتُؤَدِّيَ حَقَّهَا. وَ الْخَامِسُ: اَنْ تَعْمِدَ إِلَى اللَّحْمِ الَّذِيْ نَبَتَ عَلَى السُّحْتِ فَتُذِيْبَهُ بِالْاَحْزَانِ، حَتّٰى تُلْصِقَ الْجِلْدَ بِالْعَظْمِ، وَ يَنْشَأَ بَيْنَهُمَا لَحْمٌ جَدِيْدٌ. وَ السَّادِسُ: اَنْ تُذِيْقَ الْجِسْمَ اَلَمَ الطَّاعَةِ كَمَاۤ اَذَقْتَهُ حَلَاوَةَ الْمَعْصِيَةِ. فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَقُوْلُ: اَسْتَغْفِرُ اللهَ؛ ایک کہنے والے نے آپؑ کے سامنے ''استغفر اللہ'' کہا تو آپؑ نے اس سے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! کچھ معلوم بھی ہے کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند منزلت لوگوں کا مقام ہے اور یہ ایک ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے: پہلے یہ کہ جو ہو چکا اس پر نادم ہو۔ دوسرے ہمیشہ کیلئے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیہ کرنا۔ تیسرے یہ کہ مخلوق کے حقوق ادا کرنا یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک صاف ہو جائے اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔ چوتھے یہ جو فرائض تم پر عائد تھے اور تم نے انہیں ضائع کر دیا تھا انہیں اب پورے طور پر بجالاؤ۔ پانچویں یہ کہ جو گوشت حرام (غذا) سے نشو و نما پاتا رہا ہے اس کو غم و اندوہ سے پگھلاؤ یہاں تک کے کھال کو ہڈیوں سے ملا دو کہ پھر سے ان دونوں کے درمیان نیا گوشت پیدا ہو۔ چھٹے یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو جس طرح اسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا ہے۔ تو اب کہو: ''استغفر اللہ''۔[۱]

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّ اللهَ يَبْتَلِيْ عِبَادَهُ عِنْدَ الْاَعْمَالِ السَّيِّئَةِ بِنَقْصِ الثَّمَرَاتِ، وَ حَبْسِ الْبَرَكَاتِ، وَ اِغْلَاقِ خَزَآئِنِ الْخَيْرَاتِ، لِيَتُوْبَ تَآئِبٌ، وَ يُقْلِعَ مُقْلِعٌ، وَ يَتَذَكَّرَ مُتَذَكِّرٌ، وَ يَزْدَجِرَ مُزْدَجِرٌ، وَ قَدْ جَعَلَ اللهُ

---

[۱] ۔ نہج البلاغہ، سید رضیؒ، حکمت ۴۱۷۔

سُبْحَانَهُ الْاِسْتِغْفَارَ سَبَبًا لِّدُرُوْرِ الرِّزْقِ وَ رَحْمَةِ الْخَلْقِ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: ﴿اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ﴾. فَرَحِمَ اللهُ امْرَئًا اسْتَقْبَلَ تَوْبَتَهُ، وَ اسْتَقَالَ خَطِيْٓئَتَهُ، وَ بَادَرَ مَنِيَّتَهُ؛ بیشک اللہ بندوں کو ان کی بداعمالیوں کے وقت پھلوں کے کم کرنے، برکتوں کے روک لینے اور انعامات کے خزانوں کو بند کرنے سے آزماتا ہے، تاکہ توبہ کرنے والا توبہ کرے، باز آنے والا باز آجائے، نصیحت و عبرت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرے اور گناہوں سے رکنے والا رک جائے۔ اللہ نے توبہ و استغفار کو روزی کے اترنے کا سبب اور خلق پر رحم کھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے: ''اپنے پروردگار سے توبہ و استغفار کرو، بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہی تم پر موسلا دھار مینہ برساتا ہے اور مال و اولاد سے تمہیں سہارا دیتا ہے''۔ خدا اس شخص پر رحم کرے جو توبہ کی طرف متوجہ ہو اور گناہوں سے ہاتھ اٹھائے اور موت سے پہلے نیک اعمال کرلے۔[1]

روزانہ کی نماز میں استغفر اللہ ربی وتوب الیہ کتنی مرتبہ کہتے ہیں؟ صبح میں دو مرتبہ ظہر میں چار، عصر میں چار، مغرب میں تین اور عشاء میں چار؛ کل ۱۷ مرتبہ استغفر اللہ ربی وتوب الیہ کہتے ہیں، اعمال رمضان المبارک میں انیسویں شب، اکیسویں شب اور تیئیسویں شب میں ۷۰ مرتبہ استغفر اللہ و اتوب الیہ، سو مرتبہ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ؛ اس راز کو سمجھنے کی ضرورت ہے، یہ تو اعمال ہیں لیکن ہر نماز کے بعد استغفر اللہ ربی کہنے کی جگہ دیکھئے، پہلے سجدے میں جاتے ہیں سبحان ربی الاعلی

---

[1]۔ نہج البلاغہ، سید رضیؒ، خطبہ: ۱۴۱۔

وبحمدہ؛ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ سے کہہ رہاہے خدایا! تو اعلیٰ ہے تونے مجھے اس مٹی سے پیدا کیا؛ بیٹھنے کے بعد کہتا ہے استغفر اللہ ربي واتوب الیہ اس کا کیا مطلب ہوا؟ مطلب یہ ہوا کہ تونے اس دنیا میں ہمیں پیدا کیا، ہم سے غلطیاں ہوئیں چونکہ ہم سے غلطیاں ہوئی ہیں اس لئے بندہ شرمندگی کے ساتھ کہہ رہا ہے اے معبود! مجھ سے جتنی غلطیاں ہوئی ہیں ان سے میں شرمندہ ہوں معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں یعنی پرانی چیزوں کو چھوڑ کر تیری اچھائیوں کی طرف آگے بڑھ رہا ہوں یہ کہتے ہی دوسرے سجدے میں جاتا ہے، وہاں کیا کہتا ہے؟ سبحان ربي الاعلیٰ وبحمدہ، کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ جب اچھائیوں کی طرف آگیا ہوں تو خدایا مجھے اسی دنیا میں آنا ہے یعنی پلٹ کے اسی مٹی میں آنا ہے یعنی انسان استغفار سے فارغ ہو کر توبہ یعنی خوبیوں کی طرف آئے اس لئے کہ اسے اسی مٹی میں دفن ہونا ہے؛ ایک ہی سجدے میں پیدا ہونے کا تذکرہ، غلطیوں کی معافی اور خوبیوں کی طرف سبقت نیز اس کے بعد براہ راست اپنی اخرت کا تذکرہ دوسرے سجدہ میں ختم ہوتا ہے۔

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں: وَمَنْ أُعْطِيَ التَّوْبَةَ لَمْ يُحْرَمِ الْقَبُوْلَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الْاِسْتِغْفَارَ لَمْ يُحْرَمِ الْمَغْفِرَةَ؛ جسے توبہ کی توفیق عطا ہوئی وہ قبولیت سے محروم نہیں ہوتا، جسے استغفار نصیب ہوا وہ مغفرت سے محروم نہیں ہوتا۔[1]

خوبصورت بات یہ ہے کہ جب بندہ اللہ سے یہ کہہ رہا ہے کہ میں پرانی چیزوں کو چھوڑ کر اچھائیوں کی طرف آرہا ہوں تو فقط نماز میں استغفر اللہ کہہ رہا ہے یا برائیوں کو

---

[1] ۔نہج البلاغہ، سید رضیؒ، حکمت ۱۳۵۔

چھوڑ بھی رہا ہے ؟ اگر چھوڑ رہا ہے تو اچھائی کی طرف آ رہا ہے یہ کیسے اندازہ ہو کہ اچھائیوں کی طرف آگے بڑھ بھی رہا ہے کہ نہیں !اس کے لئے یہ دیکھنا ہو گا کہ جھوٹ کو چھوڑ کے سچائی میں آگے بڑھا کہ نہیں ! شراب کو چھوڑ کے اچھائیوں میں آگے بڑھا کہ نہیں ! چوری کو چھوڑ کے اچھائیوں کی طرف آگے بڑھا کہ نہیں !فٹ پاتھ پہ بیٹھنے کو چھوڑ کر مصلے ، نیکیوں اور ماں باپ کی خدمت کی طرف آیا کہ نہیں ! حرام کو چھوڑ کے حلال کی طرف آگے بڑھا کہ نہیں ! کنجوسی کو چھوڑ کر سخاوت کی طرف آگے بڑھا کہ نہیں ! جھوٹوں کو چھوڑ کر سچوں میں آ کے ملا کہ نہیں ! جیسے لوگوں کی صحبت میں رہے گا ویساہی اثر ہو گا۔

مسجد نبوی میں ایک ستون ہے جس کا نام "ستون توبہ" ہے ایک طویل واقعہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول کریمؐ نے مدینے سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر آباد بنی قریظہ یہودیوں کے پاس ابولبابہ کو ایک ذمہ داری کے ساتھ بھیجا یہ وہاں گئے اور ان لوگوں سے ملنے کے بعد ایک مشورہ میں زبان سے جوبات کہی اشارہ میں اس کی نفی کر ڈالی یعنی گلے کی طرف اشارہ کر دیا، منھ سے نہیں کہا کہ تمہیں مار دیا جائے گا، یعنی کہے بغیر اشارے سے ان کی حفاظت کی ؛ ابولبابہ اپنے اس طرز عمل پر خود پشیمان ہوئے اور سوچنے لگے کہ میں نے رسول خداؐ کے ساتھ خیانت کی ہے، پھر ابو لبابہ وہاں سے واپس آئے ، مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے اور ایک ستون سے خود کو باندھ لیا اور دل میں عہد کر لیا تھا کہ میں اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک اللہ میری توبہ قبول نہ کرے ؛ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شدت سے ان کا انتظار تھا کہ ابولبابہ واپس کیوں نہیں آئے ؟ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس نے

اپنے آپ کو ستون توبہ کے ساتھ باندھ رکھا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ اگر ابولبابہ ہمارے پاس چلا آتا اور توبہ کی درخواست کرتا تو ہم اللہ سے اسے اس کے گناہ کی معافی دلا دیتے!۔

قارئین کرام! حضرت آدم علیہ السلام نے آدمیوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ خطاؤں کی تلافی اور معافی کسی اور راہ سے نہیں بلکہ آل محمدؐ کے وسیلہ سے ہی ممکن ہے، اسی لئے آپؑ نے اللہ کی بارگاہ میں کہا تھا "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَاَنْتَ الْمَحْمُوْدُ وَبِحَقِّ عَلِيٍّ وَاَنْتَ الْاَعْلٰى وَبِحَقِّ فَاطِمَةَ وَاَنْتَ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَ بِحَقِّ الْحَسَنِ وَ اَنْتَ الْمُحْسِنُ وَ بِحَقِّ الْحُسَيْنِ وَ اَنْتَ قَدِيْمُ الْاِحْسَانِ"؛ پروردگار! میں تجھ سے محمدؐ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں حالانکہ تو محمود ہے؛ میں تجھ سے علیؑ کے ذریعہ سوال کرتا ہوں حالانکہ تو اعلیٰ ہے؛ فاطمہ زہرا کے حق کا واسطہ دیتا ہوں حالانکہ تو آسمان و زمین کا بنانے والا ہے؛ حسنؑ کے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو محسن ہے اور حسینؑ کے ذریعہ دعا کرتا ہوں کہ تیرا احسان بہت قدیم ہے۔

ایک دفعہ حضرت معاذ ابن جبل گریہ کرتے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ پر سلام کیا اور رونے لگے؛ رسولؐ نے رونے کا سبب پوچھا، آپ نے فرمایا: یا رسول اللہؐ! مسجد کے دروازہ پر ایک خوبصورت نوجوان آیا ہوا ہے جو اس طرح زار و قطار رو رہا ہے جیسے ایک ماں اپنے جوان بیٹے پر روتی ہے، وہ آپؐ سے ملاقات کا خواہش مند ہے؛ آپؐ نے اجازت دی، وہ جوان لایا گیا، اس نے آکر سلام عرض کیا اور رونے لگا آپؐ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ اس نے

عرض کیا: میں نے ایسا گناہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہیں کرے گا وہ مجھے دوزخ میں ڈال دے گا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، آپؐ نے پوچھا: کیا تم نے کسی محترم ہستی کا قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپؐ نے پوچھا: کیا تمہارا گناہ پہاڑوں سے بھی بڑا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں میرا گناہ پہاڑوں سے بھی بلند ہے۔

آپؐ نے پوچھا: کیا تمہارا گناہ سات زمینوں، دریا کے ذروں، درختوں اور جو کچھ خدا نے بنایا ہے آسمان کے تارے ان سب سے بھی بڑا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں میرا گناہ ان سب چیزوں سے بڑا ہے؛ آپؐ نے فرمایا کہ اب تم اپنا گناہ بیان کرو، اس نے اپنی داستان کچھ اس طرح سنائی: میں سات سال سے مستقل نبش قبر کرتا ہوں، مُردوں کے کفن اتار کر بازار میں فروخت کرتا ہوں، ایک رات میں نے انصار کی ایک لڑکی کی قبر کھودی اور اس کا کفن اتارا تو شیطان نے میرے ذہن میں وسوسہ ڈالا اور میں نے اس لاش سے مقاربت کی، جب میں واپس آرہا تھا تو لاش سے آواز آئی جوان! تجھے خدا کی حکومت سے کوئی خوف نہیں آتا؟ کیا تجھے آتش دوزخ کا کوئی ڈر نہیں ہے؟۔

یہ واقعہ سنا کر وہ جوان کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! اب آپ بتائیں کہ میں کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: یہاں سے دور ہو جاؤ، فوراً چلے جاؤ۔

وہ جوان وہاں سے اٹھ کر ایک پہاڑ کی طرف چلا گیا، اس نے اپنے دونوں ہاتھ پسِ گردن باندھ لئے، توبہ مناجات اور عبادت میں مشغول ہوگیا، ۴۰ روز تک شب و روز گریہ کرتا رہا، اس نے اتنا گریہ کیا کہ پرندے اور وحشی حیوانات بھی اس کے

رونے سے متأثر ہونے لگے، ۴۰ روز بعد اس نے خداوند متعال سے درخواست کی خدایا! تو مجھ پر آگ نازل کر یا میرے گناہ معاف فرما کر احسان فرما، قیامت کے روز مجھے رسوا نہ کرنا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے رسول کریم پر یہ آیت نازل فرمائی: وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ؛ اور یہ لوگ اگر کوئی بڑا برا کام کر لیتے ہیں یا (کوئی گناہ کر کے) اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے!، اور وہ اپنے برے کام پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔[1]

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول کریمؐ نے مسکرا کر تلاوت کی اور فرمایا کون ہے جو مجھے اس جوان تک لے جائے؟ معاذ بن جبل نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میں جانتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہے، پیغمبر اکرمؐ کو اپنے ساتھ لے کر اس کے پاس گئے اور دیکھا کہ اس نے دو پتھروں کے درمیان اپنے ہاتھوں کو پس گردن باندھ رکھا ہے، گرمی کی شدت کے سبب اس کا رنگ سیاہ ہو چکا ہے، شدت گریہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے پلکیں جھڑ چکی ہیں، اس کے باوجود وہ شخص محو مناجات ہے! اس کے سر میں خاک بھری ہوئی ہے اور صحرا کے درندے اس کے گرد کھڑے ہوئے ہیں، پرندے اس کے سر پر سایہ فگن ہیں، آپؐ اس کے پاس گئے اور اپنے دست مبارک سے اس کے ہاتھ کھولے، اس کے چہرے سے خاک کو صاف کیا اور

---

[1]۔ سورہ آل عمران: آیت ۱۳۵۔

فرمایا: تمہیں بشارت ہو کہ خدا نے تمہیں آتش دوزخ سے نجات دے دی ہے، آپؐ نے اصحاب سے فرمایا: دیکھو اپنے گناہوں کی تلافی اس طرح سے کیا کرو۔[1]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً، "میں ہر روز ستّر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

ظاہر ہے کہ یہ توبہ واستغفار کسی گناہ کے نتیجہ میں نہیں ہوتی تھی، بلکہ ایک طرح سے عبودیت کا مظاہرہ تھا۔ چنانچہ صاحب کشف الغمہ نے تحریر کیا ہے: انبیاء وائمہ علیہم السلام ہمہ وقت ذکر و عبادت میں مستغرق اور اُن کے قلوب و اذہان ملاء اعلیٰ سے وابستہ رہتے تھے اور جب وہ اللہ کی عظمت و جلال اور اس کے مقامِ رفیع کے تصور کے بعد اپنی عبادتوں اور ریاضتوں کا جائزہ لیتے اور زندگی کے ان لمحات کو دیکھتے جو عبادت و استغراق کے علاوہ دوسرے مشاغل میں بسر ہوتے تھے، جیسے کھانا پینا، آرام و استراحت وغیرہ تو وہ ان مشغولیات کو اللہ کے حقوق میں کوتاہی کا مرادف سمجھتے اور انہیں گناہ سے تعبیر کرتے ہوئے توبہ کا سہارا ڈھونڈتے تھے۔

چوتھے امامؑ کی دعائیں اور توبہ ہو یا دیگر معصومین علیہم السلام کا استغفار، ان سب سے یہ چیز سمجھ میں اتی ہے کہ اگر کوئی غلام خطا کر دیتا ہے تو اس غلام کی فیملی والے خود غلام سے بھی معافی منگواتے ہیں اور فیملی والے خود بھی معافی طلب کرتے ہیں؛ اہل بیتؑ کے توبہ و استغفار سے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے ہماری خاطر بہت سی راہوں کو ہموار کر دیا ہے۔

[1]۔ یکصد موضوع و پانصد داستان: ص۱۶۶۔

تعقیبات عصر میں پڑھی جانے والی دعا میں آیا ہے: أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَأَسْأَلُهُ أَنْ يَتُوْبَ عَلَيَّ تَوْبَةَ عَبْدٍ ذَلِیْلٍ خَاضِعٍ فَقِیْرٍ بَائِسٍ مِسْكِیْنٍ مُسْتَكِیْنٍ مُسْتَجِیْرٍ لَا يَمْلِكُ لِنَفْسِهٖ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَلَا مَوْتًا وَلَا حَیَاةً وَلَا نُشُوْرًا؛ اس خدا سے بخشش چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ و پائندہ ہے، بڑے رحم والا، مہربان، اور صاحب جلال و اکرام ہے، میں اس سے سوال کرتا ہوں کہ توبہ قبول فرمائے اپنے عاجز و خاضع بندہ کی، محتاج، مصیبت زدہ، مسکین، بے چارہ، طالبِ پناہ بندہ کی جو اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے، نہ ہی اپنی موت و حیات اور آخرت پر اختیار رکھتا ہے۔

علی ابن حمزہ روایت کرتے ہیں کہ سلاطین بنی امیہ کا ایک کاتب میرا دوست تھا، اس نے مجھ سے اصرار کیا کہ میں اس کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت طلب کروں، میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ سلاطین بنی امیہ کا ایک کاتب آپؑ سے ملنے کا خواہشمند ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں! آپؑ نے اجازت دی تو میں اسے امام عالی مقام کی خدمت میں لے گیا، اس نے امام عالی مقام کو سلام کیا اور بیٹھ گیا پھر اس نے عرض کی: فرزند رسولؐ! میں ایک عرصہ تک سلاطین بنی امیہ کا کاتب رہا، ان کے دفتروں میں کام کرتا رہا، دوران ملازمت میں نے بہت سی دولت جمع کر لی اور دولت کی جمع آوری کے لئے میں نے کبھی حلال و حرام کی تمیز نہیں کی، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر بنی امیہ کو ایسے افراد نہ ملتے جو ان کے کاتب بنتے، جو

ان کے لئے خراج کی رقم وصول کرتے، ان کی طاغوتی حکومت کے لئے جنگ کرتے اور ان کے درباروں کی زینت بنتے تو وہ کبھی بھی ہمارا حق نہیں چھین سکتے تھے۔

اگر لوگ ان کا تعاون نہ کرتے تو ان میں یہ جرأت نہ ہوتی کہ لوگوں کے حقوق غصب کرتے اور ایسی حالت میں خود بنی امیہ کے ہاتھوں میں بھی کچھ نہ رہتا؛ اس شخص نے عرض کیا کہ میرے لئے اب نجات کی کیا صورت ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر میں تیری رہنمائی کروں تو کیا تم میرے فرمان پر عمل کروگے؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپؑ نے فرمایا: تم نے ان کی نوکری سے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے اس سے ہاتھ اٹھالو، جو صاحبان حق تمہیں یاد ہوں ان تک ان کا حق پہنچادو اور جنہیں تم بھول چکے ہو باقی رقم ان کی طرف سے صدقہ کردو، اگر تم نے میرے فرمان پر عمل کیا تو میں خدا کی طرف سے تمہاری جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

آپؑ کا فرمان سن کر اس شخص نے کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا، پھر ایک نئے عزم اور ولولہ سے کہا: میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم دونوں واپس اپنے گھر "کوفہ" آئے، اس شخص کے گھر میں جو کچھ تھا اس نے سب کا سب صاحبان حقوق کو واپس کر دیا اور جس کے مالک کا علم نہ تھا اس کی طرف سے صدقہ دے دیا، یہاں تک کہ اس شخص نے اپنے جسم کے کپڑے بھی دے دیئے، سادہ سا رہنے لگا، میں نے اس کے لئے اپنے ایمانی بھائیوں سے تعاون کی درخواست کی اور کچھ چیزیں اور کچھ رقم اس کے حوالہ کی، اس کے بعد وہ شخص محنت مزدوری کرنے لگا اور اس سے اپنی ضروریات زندگی فراہم کرنے لگا؛ چند ماہ بعد وہ بیمار ہوا، میں اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر گیا تو دیکھا کہ نزاع کا عالم ہے، اس

نے آنکھ کھول کر مجھے دیکھا تو اس نے مجھ سے کہا: اے بھائی! آپ کے مولا و آقا نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا، یہ الفاظ کہہ کر وہ دنیا سے رخصت ہو گیا، ہم نے اس کو غسل و کفن کے بعد دفنا دیا، کچھ عرصہ بعد میں مولا امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ہم نے تمہارے دوست سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے۔

حدیث کساء میں آیا ہے: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ نَبِيًّا وَاصْطَفَانِيْ بِالرِّسَالَةِ نَجِيًّا مَا ذُكِرَ خَبَرُنَا هٰذَا فِيْ مَحْفِلٍ مِنْ مَحَافِلِ أَهْلِ الْأَرْضِ وَفِيْهِ جَمْعٌ مِنْ شِيْعَتِنَا وَمُحِبِّيْنَا اِلَّا وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ وَاسْتَغْفَرَتْ لَهُمْ اِلٰى أَنْ يَتَفَرَّقُوْا؛ پس رسول خداؐ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنایا اور لوگوں کی نجات کی خاطر مجھے رسالت کے لئے منتخب کیا، اہل زمین کی محفلوں میں سے جس محفل میں ہماری یہ حدیث بیان کی جائے گی اور اس میں ہمارے شیعہ اور دوست دار جمع ہوں گے تو ان پر خدا کی رحمت نازل ہوگی، فرشتے ان کو حلقہ میں لے لیں گے اور جب تک وہ لوگ محفل سے رخصت نہ ہوں گے وہ ان کے لئے بخشش کی دعا کریں گے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ: مَنْ عَادَ مَرِيضاً شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ؛ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی شخص مریض کی عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کی مشایعت کرتے ہیں اور جب تک گھر لوٹے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

ارشاد رب العزت ہورہا ہے: وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ؛ (اے میرے رسول!) جب تک آپ ان لوگوں کے درمیان ہیں تب تک اللہ ان پر عذاب نازل نہیں کرسکتا اور وہ اس حالت میں عذاب نازل نہیں کرے گا جب وہ معافی مانگ رہے ہوں!۔[1]؛ یہاں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ گنہگار کے بچنے کے دو راستے ہیں ایک تو یہ کہ رسول درمیان میں ہوں اور دوسرے یہ کہ استغفار کرنے کی توفیق ہو۔

❁ ❁ ❁

[1]۔ سورہ انفال: آیت ۳۳۔

جناب لوط علیہ السلام کا زمانہ عبرت

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ، اور لوط (کا ذکر کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسی بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا میں کسی نے اس کا ارتکاب نہیں کیا!۔[1]

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ، بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ، تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو، بلکہ تم تو تجاوز کار ہو۔[2]

وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ، اور ان کی قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ کہیں: انہیں اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پاکیزہ بننے کی کوشش کرتے ہیں۔[3]

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ، چنانچہ ہم نے لوط اور ان کے گھر والوں کو نجات دی سوائے ان کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔[4]

وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ، اور ہم نے اس قوم پر ایک بارش برسائی پھر دیکھو ان مجرموں کا کیا انجام ہوا۔[5]

---

[1]۔ سورہ اعراف: آیت ۸۰۔

[2]۔ سورہ اعراف: آیت ۸۱۔

[3]۔ سورہ اعراف: آیت ۸۲۔

[4]۔ سورہ اعراف: آیت ۸۳۔

[5]۔ سورہ اعراف: آیت ۸۴۔

مفسرین کے درمیان مشہور ہے کہ جناب لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔ جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان پر آگ کو سرد کردیا، نمرود ابراہیم سے ڈرا اور کہا: اے ابراہیم! میرے شہر سے نکل جاؤ، تم میرے ساتھ ایک ملک میں نہیں رہ سکتے حضرت ابراہیم اپنے خالہ کی دختر سارہ کو اپنے نکاح میں لا چکے تھے اور لوطؑ حضرت ابراہیم پر ایمان لا چکے تھے حضرت لوطؑ اس وقت جوان لڑکے تھے، ابراہیم کے پاس کچھ گوسفند تھے وہی ان کا ذریعۂ معاش تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے شہر سے نکلے اور سارہ کو ایک صندوق میں بیٹھا کر اپنے ساتھ لیا کیونکہ وہ بہت غیرت مند تھیں، جب شہر سے روانہ ہونے لگے تو نمرود کے کارندوں نے روکا، انہوں نے چاہا کہ ان کے گوسفندوں کو ان سے چھین لیں اور کہا کہ تم نے ان کو ہمارے بادشاہ کی سلطنت و مملکت میں حاصل کیا ہے اور مذہب کے اعتبار سے تم بادشاہ کے مخالف ہو لہٰذا ہم تمہیں یہ گوسفند نہ لے جانے دیں گے۔

ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میرے اور تمہارے درمیان بادشاہ کا قاضی فیصلہ کرے گا، یہ لوگ اس کے پاس گئے اس کا نام "سندوم" تھا، بادشاہ کے کارندوں نے سندوم سے کہا کہ یہ شخص مذہب میں بادشاہ کا مخالف ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس نے ہمارے بادشاہ کے شہر میں کمایا ہے، ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ملک سے یہ سامان باہر لے جائے، سندوم نے کہا: یہ لوگ سچ کہتے ہیں، اے ابراہیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے اس سے دس بردار ہو جاؤ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا

کہ اگر صحیح حکم نہ کرو گے تو ابھی مر جاؤ گے، سندوم نے پوچھا کہ حق کیا ہے؟ ابراہیم نے کہا: ان سے کہو کہ جس قدر عمر میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں صرف کی ہے مجھے واپس کر دیں میں یہ چیزیں ان کو دے دوں گا۔ سندوم نے کہا ہاں ابراہیم کی عمر ان کو واپس دے دی جائے، پھر وہ تم کو یہ چیزیں واپس کر دینگے یہ سن کر کارندے دستبردار ہوئے۔

نمرود نے اپنی حکومت کی تمام اطرافی حکومتوں کو لکھ بھیجا کہ ابراہیم کو کسی آبادی میں نہ ٹھہرنے دیا جائے، ابراہیم روانہ ہوئے وہ جدھر سے گزرتے کارندے سامان کا ٹیکس وصول کرتے، ادھر جناب ابراہیم علیہ السلام نے جناب سارہ علیہا السلام کو صندوق میں چھپا رکھا تھا، راہ میں کارندوں نے روکا، وہ صندوق کے پاس آئے اور اس کے کھولنے پر اصرار کیا تاکہ جو مال اس میں ہے اس کا ٹیکس حاصل کریں۔ حضرت ابراہیم نے کہا: جو سامان اس صندوق میں ہے اس کا سوچ سمجھ کر حساب کر دو اور محصول لے لو یعنی ٹیکس وصول کر لو۔ کارندہ نے کہا: تمہیں صندوق تو کھولنا ہی پڑے گا! آپؑ نے صندوق کھولا تو اس میں جناب سارہ نظر آئیں، ان کا حسن و جمال دیکھ کر وہ کارندہ حیران رہ گیا اور پوچھا یہ عورت کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: یہ میری بہن ہے، مراد یہ تھی کہ خالہ زاد بہن ہے؛ کارندے صندوق اٹھا کر حکمراں کے پاس لے گئے، اس نے جناب سارہ کی جانب ہاتھ بڑھایا، جناب سارہ نے کہا میں تجھ سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں، اس کا ہاتھ خشک ہو کر اس کے سینے پہ چپک گیا، اس کو سخت تکلیف پہنچی تو اس نے کہا یہ کیا بلا ہے جو مجھ پر آئی ہے؟ جناب سارہ نے کہا: یہ تیرے ارادہ کی وجہ سے ہے جو تونے کیا، اس نے کہا میں اب تمہارے ساتھ بھلائی

کا ارادہ کرتا ہوں، اپنے پروردگار سے دعا کرو مجھ کو میرے پہلے حال پر پلٹا دے، جناب سارہ علیہا السلام نے خدا سے دعا کی: معبود! اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس کو پہلے حالت پر واپس کر دے، وہ پھر بدستور تندرست ہو گیا، اس کے پاس * ایک کنیز کھڑی تھی اس نے جناب سارا علیہا السلام سے کہا: یہ کنیز میں نے تمہاری خدمت کے لئے تم کو عطا کی، حضرت ابراہیم سارا اور ہاجرہ کو لے کر روانہ ہوئے اور ایک گاؤں میں جا کر مقیم ہوئے جو لوگوں کے راستہ پر واقع تھا، جہاں سے ہو کر لوگ یمن اور شام کے اطراف میں جاتے تھے غرض جو شخص اس راستہ سے گزرتا تھا حضرتؑ اس کو اسلام کی دعوت دیتے اور اس کی ضیافت کرتے تھے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام آباد شہروں سے سات فرسخ کے فاصلے پر قیام پذیر تھے، ان شہروں میں کافی درخت اور زراعت نیز نعمتیں تھی؛ وہ تمام شہر قافلوں کے گزرنے والے راستہ پر تھے، جو ان شہروں سے گزرتا تھا ان کی ذراعتوں اور میووں میں سے ضرور کچھ لے کر کھا لیا کرتا تھا، شہر والے بہت پریشان تھے اور اس کے روکنے کی تدبیر کرتے رہتے تھے۔

ان لوگوں کے پاس ایک بزرگ انسان کی صورت میں شیطان حاضر ہوا اور کہا کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں تم کو ایسی ترکیب بتا دوں کہ کوئی شخص تمہارے شہروں کی طرف رخ نہ کرے! پوچھا وہ تدبیر کیا ہے؟ شیطان نے کہا: جو شخص تمہارے شہروں میں وارد ہو تم اس کی دبر میں جماع کرو اور انکا تمام مال و اسباب ضبط کر لو، اس کے بعد شیطان ایک حسین لڑکے کی صورت میں ان کے پاس آیا اور ان سے لپٹ گیا، ان لوگوں نے اس حسین لڑکے کے ساتھ برا فعل انجام دیا، ان لوگوں کو یہ عمل اچھا

معلوم ہوااور لذت حاصل ہوئی تو مردوں نے مردوں کے ساتھ لواط کرنا شروع کر دیا اور وہ سب اپنی عورتوں سے دور ہو گئے۔

جب عورتوں سے دور ہو گئے تو عورتوں نے عورتوں کے ساتھ مساحقہ کرنا شروع کر دیا، وہ بھی مردوں سے بے نیاز ہو گئیں، لوگوں نے اس امر کی شکایت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا کہ ان کو خدا کے عذاب سے ڈرائیں۔

جب حضرت لوطؑ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں ابراہیم کی خالہ کا لڑکا ہوں، جن کو نمرود نے آگ میں ڈالا تھا اور انہیں آگ نے جلایا نہیں تھا بلکہ خدا نے آگ کو سرد کر دیا تھا، وہ تمہارے قریب ہی رہتے ہیں، لہٰذا خدا سے ڈرو اور اس غلط فعل کو ترک کر دو ورنہ خدا تم کو ہلاک کرے گا۔

وہ سب اس بات سے خوفزدہ ہو گئے اور ان کی جرأت نہ ہوئی کہ جناب لوط کو کوئی تکلیف پہنچا سکیں لیکن جو شخص ان لوگوں کے راستہ سے گزرتا وہ لوگ چاہتے تھے کہ اس کے ساتھ بدفعلی کریں، حضرت لوطؑ مسافروں کو ان کے گندے عمل سے بچایا کرتے تھے، لوطؑ نے انہی میں سے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا، اس عورت سے چند لڑکیاں پیدا ہوئیں، جناب لوط ایک طویل مدت تک ان لوگوں کے درمیان مقیم رہے، ان کو نصیحتیں کرتے رہے لیکن ان لوگوں نے نصیحتوں پہ عمل نہ کیا بلکہ کہنے لگے اگر ہماری نصیحتوں سے باز نہ آؤ گے تو ہم تم کو سنگسار کر دیں گے یا اس شہر سے نکال دیں گے، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا کی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب لوطؑ کی قوم خدا کی مخلوق میں بہترین قوم تھی، ان کی خوبی اور نیکی یہ تھی کہ جب کسی کام کے لئے وہ جاتے تو تمام مرد ساتھ جاتے اور عورتوں کو تنہا چھوڑ دیتے تھے، شیطان نے ان کے ساتھ یہ چال چلی کہ جب وہ لوگ اپنی زراعت جمع کر کے واپس آتے تھے تو وہ ملعون سب کو خراب کر دیتا تھا لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ اس شخص کی تاک میں بیٹھیں جو ہماری زراعت کے مال کو خراب کرتا ہے لہٰذا وہ سب جمع ہو کر تاک میں رہنے لگے، آخر کار انہوں نے ایک روز دیکھ ہی لیا کہ ایک نہایت حسین و جمیل جوان ہے جو ان کی زراعت وغیرہ کو خراب کر رہا ہے، اسے انہوں نے گرفتار کر لیا، پوچھا کہ تم ہمارے مال کو خراب کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں میں ہی تمہاری چیزوں کو خراب کرتا ہوں، سب کی رائے ہوئی کہ اس کو مار ڈالیں آخر میں اسے ایک شخص کے سپرد کر دیا گیا، رات ہوئی تو شیطان نے فریاد شروع کی، اس شخص نے پوچھا تم کو کیا ہوا؟ کہا: رات کے وقت میرا باپ مجھ کو اپنے پیٹ پر سلاتا تھا، اس شخص نے کہا: آجا میرے پیٹ پر سو جا، جب وہ اس کے شکم پر لیٹا تو اس نے اپنی حرکتوں سے اس کو لواط کرنے پر اکسایا، لواط سے اسے لذت حاصل ہوئی تو شیطان اس کے پاس سے بھاگ نکلا۔

جب صبح ہوئی تو وہ شخص قوم کے پاس آیا اور ان کے سامنے رات کا ماجرا بیان کیا، اس واقعہ سے سب کو آگاہ کیا، یہ کام ان سب کو پسند آیا، وہ اس سے پہلے اس بدفعلی واقف نہیں تھے، رفتہ رفتہ اس میں وہ سب لوگ مشغول ہو گئے یہاں تک کہ مردوں نے مردوں کو اس فعل کے لئے کافی سمجھا اور راستہ میں بیٹھے خوبصورت

لڑکوں کو تکتے رہتے تھے جس شخص کا ان کے شہر کی طرف سے گزر ہوتا، اس کو پکڑ کر اس کے ساتھ بدفعلی کرتے یہاں تک کہ لوگوں نے ان کے شہر کا راستہ چھوڑ دیا۔

ان لوگوں نے عورتوں کو ترک کر دیا اور لڑکوں کے ساتھ مشغول ہو گئے، جب شیطان نے دیکھا کہ مردوں میں اس کا عمل مستحکم ہو گیا تو ایک عورت کی شکل اختیار کر کے عورتوں کے پاس آیا اور کہا: تمہارے مرد آپس میں ایک دوسرے سے مشغول ہیں تم بھی آپس میں ایک دوسرے سے مساحقہ کرو، عورتیں بھی آپس میں مشغول ہوئیں ہر چند حضرت لوط علیہ السلام ان کو نصیحت کرتے تھے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ خدا کی حجت ان پر تمام ہوئی؛ حق تعالیٰ نے چار فرشتوں کو قوم لوط کے ہلاک کرنے کے لئے بھیجا، جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور کروبیل یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس عمامہ باندھے ہوئے پہنچے اور سلام کیا، آپ نے ان کو نہیں پہچانا لیکن ان کی پاکیزہ صورت پاکیزہ دیکھ کر کہا: میں خود ان کی خدمت کروں گا، ابراہیم بڑے مہمان دوست تھے انہوں نے ان کے لئے ایک فربہ بچھڑا بریاں کیا، جب خوب پک گیا تو ان کے سامنے لائے، ان فرشتوں نے اس طعام کی طرف توجہ نہ کی، حضرت ابراہیمؑ خوفزدہ ہوئے، یہ دیکھ کر جبرئیل نے اپنے سر سے عمامہ اتار دیا، اس طرح جناب ابراہیم نے ان کو پہچانا اور کہا اچھا تم جبرئیل ہو! کہا: ہاں، اتنے میں جناب سارہ بھی آگئیں، اس وقت جبرئیل نے ان دونوں کو اسحاق و یعقوب کی خوش خبری اور قوم لوط کے ہلاک کرنے کی خبر سنائی، یہ سن کر سارہ کو خوف ہوا اور وہ حائض ہو گئیں، حالانکہ مدتوں سے سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے ان کا ماہانہ مسئلہ ختم ہو گیا تھا اور جناب سارہ نے اسحاق کے پیدا ہونے کی خبر سننے کے

بعد منھ پہ ہاتھ مارا اور کہا یہ کیا کہا: میرے یہاں بچہ پیدا ہوگا؟ حالانکہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں! میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں، یقیناً یہ عجیب امر ہے، جبرئیل نے ان سے کہا: کیا تم تعجب کرتے ہو خدا کے امر پر؟ اور اے اہل بیت تم پر خدا کی برکتیں اور رحمتیں ہوں گی۔

ابراہیم علیہ السلام نے جبرئیل سے پوچھا: کس لئے آئے ہو؟ کہا: قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں، آپؑ نے فرمایا: جبرئیل! اگر ان لوگوں کے درمیان سو مومنین ہوں تب بھی ان کو ہلاک کردوگے؟ کہا: نہیں ہلاک کریں گے، پوچھا اگر پچاس مومنین ہوں؟ کہا: نہیں ہلاک کریں گے، پوچھا: اگر تیس مومنین ہوں؟ کہا: نہیں ہلاک کریں گے، پوچھا: اگر بیس مومنین ہوں؟ کہا: نہیں ہلاک کریں گے، پوچھا: اگر صرف پانچ مومن ہوں؟ کہا: نہیں ہلاک کریں گے، دریافت کیا: اگر فقط ایک مومن ہو؟ کہا: نہیں ہلاک کریں گے۔

اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ان کے درمیان لوطؑ بھی تو ہیں؟ جبرئیل نے کہا: ہاں ہم جانتے ہیں کہ وہ وہاں ہیں، ان کو اور ان کے عیال کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، مگر ہاں لوطؑ کی زوجہ کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔

پھر خدا نے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو سادہ لوح لڑکوں کی صورت میں بھیجا، جو قبائیں پہنے ہوئے اور سروں پر عمامہ پہ رکھے ہوئے تھے، وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے، اس وقت لوطؑ کاشتکاری میں مشغول تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے پوچھا: تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ میں نے تم سے بہتر کبھی کسی کو نہیں دیکھا! انہوں نے کہا: ہمارے مالک نے ہم کو اس شہر کے مالک کے

پاس بھیجا ہے، حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: شاید تمہارے آقا کو اس شہر کے لوگوں کی خبر نہیں ملی ہے کہ یہ کیا کرتے ہیں! خدا کی قسم یہ لوگ مردوں کو پکڑتے ہیں اور ان کے ساتھ اتنی بدفعلی کرتے ہیں کہ خون نکلنے لگتا ہے، انہوں نے کہا: ہمارے آقا نے ہم کو حکم دیا ہے کہ اس شہر کے درمیان سے گزریں، حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ انتظار کرو تا کہ اندھیرا ہو جائے، پھر حضرت لوطؑ نے ان کو اپنے گھر پر لے جانے کی بات کی، انہوں نے قبول کر لیا، حضرت لوط علیہ السلام آگے آگے چلے، وہ فرشتے ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔

حضرت لوطؑ ان کو اپنے گھر لے کر تو جا رہے تھے لیکن دل میں پشیمان ہو رہے تھے کہ میں ان کو اپنی قوم کے درمیان لئے جا رہا ہوں، میں ان کے حق میں برا کر رہا ہوں کیونکہ میں اپنی قوم سے واقف ہوں، پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: تم اس گروہ کی طرف جا رہے ہو جو بدترین خلق خدا ہیں، فرشتوں سے اللہ نے فرمایا تھا کہ جب تک لوطؑ تین مرتبہ اپنی قوم کی بدی پر گواہی نہ دے دیں تب تک ان لوگوں پر عذاب نازل نہ کرنا، جبرئیل نے حضرت لوطؑ کی بات سن کر کہا کہ یہ پہلی شہادت ہے، تھوڑی دیر کے بعد چلتے چلتے حضرت لوطؑ نے ان فرشتوں کی جانب متوجہ ہو کر کہا: تم بدترین مخلوق الٰہی کے نزدیک جا رہے ہو!، جبرئیل نے کہا: یہ دوسری شہادت ہے، جب یہ لوگ شہر کے دوسرے دروازے پر پہنچے تو حضرت لوطؑ نے پھر تکرار کی، جبرئیل نے کہا: یہ تیسری گواہی ہے۔

آخر وہ فرشتے حضرت لوطؑ کے گھر میں داخل ہوئے، لوطؑ کی بیوی نے ان کے حسین چہروں کا مشاہدہ کیا اور گھر کی چھت پر جا کر تالیاں بجانے لگی، قوم نے اس کی

تالیوں کی آواز نہ سنی تو اس نے چھت پر دھواں کیا، لوگوں نے دیکھا تو حضرت لوطؑ کے گھر کی طرف دوڑے، ان کی بیوی ان بدفعل لوگوں کے پاس آئی اور کہا کہ کچھ لوگ لوطؑ کے پاس آئے ہیں، وہ اتنے حسین و جمیل ہیں کہ میں نے ایسے لوگ کبھی نہیں دیکھے، ان لوگوں نے گھر میں داخل ہونا چاہا تو حضرت لوطؑ نے منع کیا، وہ لوگ لوطؑ پر غالب ہوئے اور گھر میں داخل ہو گئے۔

جب ان حسین لڑکوں کو حضرت لوطؑ کے گھر میں دیکھا (جبکہ یہ اللہ کے فرشتے تھے لیکن ان لوگوں کی نظروں میں لڑکے تھے) انہوں نے کہا: اے لوطؑ! تم بھی ہمارے عمل میں داخل ہو گئے! فرمایا: یہ تو ہمارے مہمان ہیں، مجھ کو ذلیل و رسوا نہ کرو، وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تین لڑکے ہیں، ایک کو تم خود اپنے پاس رکھ لو، دو ہمارے سپرد کر دو، حضرت لوطؑ نے ان تینوں کو ایک حجرہ میں داخل کر دیا اور کہا: کاش! میرے بھی اہل خاندان اور رشتہ دار ہوتے تو تمہارے شر سے میری حفاظت کرتے، ان لوگوں نے زیادتی کی اور دروازہ کو توڑ ڈالا۔

ارشاد رب العزت ہوا: وَ جَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ، قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ، وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخۡزُوۡنِ، قَالُوۡۤا اَوَ لَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ، قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ، ادھر شہر کے لوگ خوشیاں مناتے (لوط کے گھر) آئے۔ لوط نے کہا: بلا شبہ یہ میرے مہمان ہیں لہٰذا تم مجھے رسوا نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے بدنام نہ کرو۔ کہنے لگے: کیا ہم نے تمہیں ساری

دنیا کے لوگوں (کی پذیرائی، سے منع نہیں کیا تھا؟ لوط نے کہا: یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تم کچھ کرنا ہی چاہتے ہو۔[1]

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے: وَ لَقَدۡ اَنۡذَرَهُمۡ بَطۡشَتَنَا فَتَمَارَوۡا بِالنُّذُرِ، لَقَدۡ رَاوَدُوۡهُ عَنۡ ضَیۡفِهٖ فَطَمَسۡنَاۤ اَعۡیُنَهُمۡ فَذُوۡقُوۡا عَذَابِیۡ وَ نُذُرِ؛ اور بتحقیق لوطؑ نے ہماری عقوبت سے انہیں ڈرایا مگر وہ لوگ ان تنبیہ کرنے والوں سے جھگڑتے رہے۔ اور بتحقیق انہوں نے لوطؑ کے مہمانوں کو قابو کرنا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں، لو اب میرے عذاب اور تنبیہوں کا مزاہ چکھو۔[2]

تفسیر آیات

جبرئیلؑ نے حضرت لوطؑ سے کہا: ہم تمہارے پروردگار کے فرستادہ ہیں، یہ لوگ تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے،۔ جبرئیل نے ایک مٹھی خاک لے کر ان کی طرف پھینکی اور کہا: ان کے چہرے خراب ہو جائیں، اسی وقت تمام اہل شہر اندھے ہو گئے، حضرت لوطؑ نے ان سے پوچھا: ان کے بارے میں خدا نے تم کو کیا حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم کو حکم ہوا ہے کہ صبح ہوتے ہوتے ان لوگوں کو عذاب میں گرفتار کریں، کہا: میری خواہش ہے کہ اسی وقت ان کو عذاب میں گرفتار کر لو، ان فرشتوں نے کہا: ان کی موت صبح کے وقت ہے، کیا صبح نزدیک نہیں ہے! آپ جس شخص کو کہیں ہم اسے گرفتار کر لیں؛ تم اپنی لڑکیوں کو لے کر چلے جاؤ اور اپنی زوجہ کو چھوڑ دو، جبرئیلؑ نے جناب لوط علیہ السلام سے کہا: آپ فلاں گاؤں کی طرف چلے جائیں۔

---

[1] ۔ سورہ حجر: آیات ۶۷۔۷۱۔

[2] ۔ سورہ قمر: آیت ۳۶ و ۳۷۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل سے سوال کیا: قوم لوطؑ کی ہلاکت کس وجہ سے ہوئی؟ جبرئیل نے کہا: حضرت لوطؑ کی قوم ایک ایسے شہر کی رہنے والی تھی جو پائخانہ سے فارغ ہوکر دھوتے نہیں تھے اور نہ غسل جنابت کرتے تھے، وہ لوگ سرراہ بیٹھے رہتے تھے اور جو گزرتا تھا اس پر ڈھیلے پھینکتے تھے، جس کسی کا پتھر جس شخص کو لگ جاتا تھا وہی اس پر متصرف ہوتا تھا یعنی وہ اسی کا ہوجاتا تھا اور وہ اس کے ساتھ بدفعلی کرتا تھا۔

مولا رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: ان کے اعمال خبیثہ میں سے ایک عمل یہ بھی تھا کہ مجلس میں بلند آواز سے ریح خارج کرتے اور کسی سے کوئی شرم نہیں کرتے تھے، روایتوں میں یہاں تک آیا ہے کہ ایک دوسرے کے سامنے بدفعلی کرتے تھے اور انہیں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی تھی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جب قوم لوط نے لواط انجام دیا تو زمین نے اپنے پروردگار سے فریاد کی، اس کی فریاد آسمان تک پہنچی، آسمان نے گریہ کیا، اس کی فریاد عرش تک پہنچی تو خدا نے آسمان کی طرف وحی کی کہ ان پر پتھروں کی بارش کرے اور زمین کی طرف وحی کی کہ ان ظالموں کو نیچے دھنسا دے۔

حضرت لوطؑ ایسے لوگوں کے درمیان تیس سال تک رہے، جناب لوطؑ ان لوگوں میں سے نہیں تھے، وہ اس نسل سے نہیں تھے اور نہ وہاں ان کا خاندان تھا نہ کوئی رشتہ دار؛ وہ ان کو خدا کی طرف بلاتے اور اس پر ایمان لانے کو کہتے تھے، اعمال خبیثہ سے روکتے تھے، ان کو خدا کی عبادت کی ترغیب دلاتے تھے لیکن ان لوگوں نے آپ کی نصیحتوں کو قبول نہ کیا اور آپ کی اطاعت نہ کی، اسی لئے خدا کا حکم ہوا: اے جبرئیل! قوم لوط کے بارے میں خدا کا خوف لازم ہے اور اس کا حکم حتمی ہے تم زمین کو ساتویں طبقے سے کھود و، اس کو آسمان کی طرف لے آؤ اور انتظار کرو یہاں تک

کہ تمہیں خدائے جبار کا حکم اس کے الٹ دینے کا پہنچ جائے اور لوط کے گھر کو ایک کھلی ہوئی نشانی کے طور پر باقی چھوڑ دو تاکہ ہر اس شخص کے لئے عبرت ہو جو اُدھر سے گزرے۔

یا رسول اللہ! حکم خدا کے بعد میں اس ظالم گروہ کی جانب گیا، اپنے داہنے پر کو اس شہر کی شرقی جانب مارا اور بائیں پر کو اس کے مغرب کے جانب مارا، زمین کو اس کے ساتویں طبق سے کھودا سوائے بیت لوط کے، جس کو راہگیروں کے لئے ایک علامت کے طور پر چھوڑ دیا، پھر اس شہر کو اس قدر بلند کیا کہ اہل آسمان نے اس شہر کے مرغوں اور کتوں کی آواز سنی، جب آفتاب طلوع ہوا تو مجھے عرش سے آواز ائی: اے جبرئیل! شہر کو اس قوم پر الٹ دو، میں نے الٹ دیا، اس طرح نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے ہو گیا۔

آپؐ نے فرمایا: جبرئیل! ان کا شہر کہاں تھا؟ کہا: جہاں آج بحیرہ شام ہے، حضرتؐ نے پوچھا: جب تم نے شہر کو ان لوگوں پر الٹ دیا تو شہر اور اس کے باشندے کہاں گئے؟ کہا: حضرت! مصر تک دریائے شام میں اور دریا میں وہ ٹیلے کی صورت میں بن گئے۔

❁ ❁ ❁

﴿جس نے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب﴾

خداوند عالم نے نفس کو پاک کرنے پر بہت زور دیا ہے لہٰذا قرآن کریم میں جابجا اس موضوع سے متعلق آیات نظر آتی ہیں مثلاً: سورہ اعلیٰ کی ۱۴ویں آیت "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ" بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے پاکیزگی اختیار کرلی، سورہ شمس کی نویں آیت " قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا " حقیقتاً وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک صاف کیا۔

جس جس نے خود کو پاک کیا وہ کامیاب ہے، پاک کرنا کیا ہے؟ یہاں پاک کرنے سے مراد وضو یا غسل نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کامیاب وہ ہے جس نے خود کو شرک و کفر اور نفاق سے پاک کرلیا۔

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جو باطن کی اصلاح کرتا ہے خدا اس کے ظاہر کی اصلاح کر دیتا ہے۔ ظاہر کو پاک کرنا آسان ہے باطن کو پاک کرنا بہت مشکل ہے۔ بالکل سامنے کی مثال ہے جن دیگوں میں کھانے بنائے جاتے ہیں ان کو باہر سے کم دھویا جاتا ہے اور اندر سے بہت زیادہ دھویا جاتا ہے تاکہ جو چیز بنے وہ پاک ہو۔

قارئین کرام! یہی حال ہمارا ہے باہر سے چاہے صفائی کم رہے لیکن اندر سے زیادہ ہونی چاہئے، جہاں اہل بیتؑ اور خدا کی محبت ہو وہ دل و دماغ ہر شرک اور کفر کی نجاست سے پاک ہونا چاہئے۔

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ؛ وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔[1]

رسول قرآن سناتے ہیں، ان کو پاک کرتے ہیں، پہلے پاک کرنا ہے اس کے بعد میں کتاب و حکمت کا علم دیا جاتا ہے، مطلب یہ ہے جب تک طہارت نہیں ہوگی اس وقت تک کتاب و حکمت کی تعلیم نہیں ملے گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے پاک کرتے ہیں؟ پانی سے پاک نہیں کرتے بلکہ اخلاق سے پاک کرتے ہیں، جن کے دل نرم تھے ان پر اخلاق کی بارش نے اثر دکھایا، ان میں سے کوئی بلال بنا، کوئی ابوذر اور کوئی سلمان بنا، جن کے دل سخت تھے ان کے دل اس اخلاق کی بارش سے پاک نہ ہو سکے، ان میں سے کوئی ابو لہب بنا تو کوئی ابوجہل اور کوئی ابوسفیان بن گیا۔

ایک اور مقام پر خدا ارشاد فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَىٰ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ اللهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ؛ اے وہ لوگ جو ایمان لائے!

---

[1] ۔ سورہ جمعہ: آیت ۲۔

شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔ جو شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گا اسے شیطان فحش، گندے اور برے کاموں کی طرف بلائے گا۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت نہ ہوتی، توتم میں سے کوئی شخص کبھی بھی پاک صاف نہیں ہو سکتا تھا۔ یعنی اگر کسی پر شیطان غالب آجائے تو وہ انسان اپنے بل بوتے پر برائیوں سے نہیں بچ سکتا تھا نیز خدا کا توبہ قبول کرلینا ہماری پاکی کا سبب ہے۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے۔ (کیوں کہ) اللہ (تمھاری توبہ کا) بہت سننے والا اور (تمہاری کمزوریوں کا) خوب جاننے والا ہے۔[1]

کامیاب وہ ہے جس نے خود کو پاک کیا: مشرک نجس ہے، کیسے پاک ہو گا؟ ایک کافر اسلام قبول کرنا چاہتا ہے وہ کیسے پاک ہو گا؟ غسل کر کے پاک ہو گا! سمندر کے پانی سے پاک ہو گا! نہیں بلکہ کلمہ اور اللہ کے نام نیز اہل بیتؑ کے ناموں سے پاک ہو گا؛ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کام سمندر نہیں کر سکتا، وہ کام اہل بیت کا نام کر دیتا ہے۔

کافر اور مشرک کلمہ سے پاک ہوں گے لیکن ہم اہلبیتؑ کی محبت سے پاک ہوں گے، وہ کیسے؟ رسول کریمؐ فرماتے ہیں: علی کی محبت گناہوں کو ایسے جلا دیتی ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے، جب ہمارے گناہ جل جائیں گے تو ہم پاک ہو جائیں گے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا: قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ؛ مومنین سے کہہ دیجے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہ بات ان

[1]۔ سورہ نور: آیت ۲۱۔

کے اخلاق کی درستی کا بہترین ثبوت ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں یقیناً اللہ اس سے بخوبی واقف ہے۔[۱]

قارئین کرام! ایک ہے پاک ہونا، ایک ہے صاف ہونا، دنیا صاف زندگی گزار رہی ہے، پاک زندگی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

صاف ہونا بہت آسان ہے، خوبصورت صاف گھر ہیں، صاف گاڑیاں ہیں، صاف چہرے ہیں، بہترین لباس ہیں، یہ کام تو پوری دنیا انجام دے رہی ہے، بہت اچھی صفائی ہے لیکن زبان کا کیا حال ہے! دل کا کیا حال ہے! دماغ کا کیا حال ہے! آنکھوں کا کیا حال ہے! آنکھیں دیکھنے میں صاف تو ہیں لیکن پاک نہیں ہیں۔

ایک بچہ جو آپ کی گود میں بیٹھا تھا، اس نے پیشاب کر دیا، کپڑے نجس ہو گئے، کچھ ہی دیر میں وہ سوکھ گئے، دیکھنے میں تو بالکل صاف ہیں لیکن در حقیقت وہ نجس ہیں۔

ارشاد خداوندی ہو رہا ہے: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ؛ آپؐ اُن کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے لیا کیجے جس کے ذریعہ سے آپؐ انہیں پاک کردیں اور اُن کے لئے دعائے خیر و برکت بھی فرمائیے۔ یقیناً آپؐ کی دعائے خیر و برکت اُن کے لئے باعث تسکین و راحت ہوگی (کیونکہ) یہ حقیقت ہے کہ اللہ (آپؐ کی دعائیں) سننے والا اور (آپؐ کے مرتبہ کو) خوب جاننے والا ہے۔[۲]

۱۔ سورہ نور: آیت ۳۰۔

۲۔ سورہ توبہ: آیت ۱۰۳۔

روایت میں آیا ہے: قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ صِلَةُ الْأَرْحَامِ تُزَكِّي الْأَعْمَالَ وَ تَدْفَعُ الْبَلْوَى وَ تُنْمِي الْأَمْوَالَ وَ تُنْسِئُ لَهُ فِي عُمُرِهِ وَ تُوَسِّعُ فِي رِزْقِهِ وَ تُحَبِّبُ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ فَلْيَتَّقِ اللهَ وَ لْيَصِلْ رَحِمَهُ؛ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ صلہ رحم اعمال کو پاک کرتا ہے، مصیبت کو دور کرتا ہے، دولت کو بڑھاتا ہے، عمر کو زیادہ کرتا ہے، رزق میں وسعت دیتا ہے اور خاندان والوں میں محبت پیدا کرتا ہے پس لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے اور صلہ رحم کرنا چاہئے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ يَوْماً لِأَصْحَابِهِ مَلْعُونٌ كُلُّ مَالٍ لَا يُزَكَّى، مَلْعُونٌ كُلُّ جَسَدٍ لَا يُزَكَّى وَ لَوْ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ يَوْماً مَرَّةً. فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَمَّا زَكَاةُ الْمَالِ فَقَدْ عَرَفْنَاهَا فَمَا زَكَاةُ الْأَجْسَادِ؟ فَقَالَ لَهُمْ أَنْ تُصَابَ بِآفَةٍ قَالَ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْهُ فَلَمَّا رَآهُمْ قَدْ تَغَيَّرَتْ أَلْوَانُهُمْ قَالَ لَهُمْ أَتَدْرُونَ مَا عَنَيْتُ بِقَوْلِي قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ بَلَى الرَّجُلُ يُخْدَشُ الْخَدْشَةَ وَ يُنْكَبُ النَّكْبَةَ وَ يَعْثُرُ الْعَثْرَةَ وَ يُمْرَضُ الْمَرْضَةَ وَ يُشَاكُ الشَّوْكَةَ وَ مَا أَشْبَهَ هَذَا حَتَّى ذَكَرَ فِي حَدِيثِهِ اخْتِلَاجَ الْعَيْنِ؛ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے ایک روز اپنے اصحاب سے فرمایا: ہر وہ مال ملعون ہے جس کی زکات نہ دی جائے، ہر وہ جسم ملعون ہے جس کی زکات نہ دی جائے، اگرچہ ہر چالیس دن بعد ایک ہی بار کیوں نہ ہو۔

لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! زکات مال تو ہم سمجھ گئے لیکن زکات جسم کیا ہے ؟۔ فرمایا: کسی آفت میں مبتلا ہونا۔ یہ سن کر لوگوں کے چہرے متغیّر ہوگئے جب آنحضرتؐ نے ان کے رنگ اڑے ہوئے دیکھا تو فرمایا تم سمجھے کہ اس کے کہنے سے میری کیا مراد ہے ؟۔ انہوں نے کہا: نہیں، فرمایا: اس سے مراد وہ مصیبت ہے جو اسے اچھی طرح جھنجھوڑ دے یا ایسی بلا جو اسے اندھا کر دے یا کوئی لغزش پریشان کر دے یا کوئی بیماری لاحق ہو جائے یا حوادث روزگار کا کوئی جھٹکا پہنچے یا اسی طرح کوئی اور تکلیف ہو یہاں تک کہ آپ نے آنکھ پھڑکنے تک کا ذکر کیا۔

وضاحت: مقصد یہ ہے کہ امتحان اور بلاؤں سے انسان کی ذہنی صلاحتیوں کا امتحان ہوتا ہے، صبر کی آزمائش ہوتی ہے، اس کے قلب میں رقت اور نرمی پیدا ہوتی ہے اور اس کے مراتب میں اضافہ ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالی تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اس کا امتحان لیتا رہتا ہے یعنی کم سے کم چالیس دن میں ایک بار۔

روایت میں آیا ہے: مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَ لا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لا يُزَكِّيهِمْ وَ لَهُمْ عَذابٌ أَلِيمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَ مَلِكٌ جَبَّارٌ وَ مُقِلٌّ مُخْتَالٌ ؛ امام ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخص ایسے ہیں جن سے روز قیامت نہ تو اللہ کلام کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو صالحین میں شمار کرے گا اور ان کے لئے سخت عذاب ہوگا، اول بوڑھا زناکار، دوسرے ظالم بادشاہ، تیسرے فقیر متکبر۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: حُکَیْمٍ مُؤَذِّنِ ابْنِ عِیسیٰ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى- وَ اعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِي الْقُرْبىٰ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمِرْفَقَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ هِيَ وَ اللهِ الْإِفَادَةُ يَوْماً بِيَوْمٍ إِلَّا أَنَّ أَبِي جَعَلَ شِيعَتَهُ فِي حِلٍّ لِيَزْكُوا، حکیم موذن بن عیسیٰ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ واعلموا انما غنمتم کے متعلق سوال کیا گیا؛ حضرتؑ نے اپنی دو کہنیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ کر اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا، پھر فرمایا: واللہ روز بروز فائدہ پہنچانا مراد ہے، میرے والد نے اپنے شیعوں کے لئے فائدہ پہنچانا اس لئے قرار دیا کہ وہ روزی سے بے نیاز ہو کر اپنے نفسوں کو پاک و پاکیزہ رکھیں۔

ایک روایت میں آیا ہے: عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ اللهَ لَيَدْفَعُ بِمَنْ يُصَلِّي مِنْ شِيعَتِنَا عَمَّنْ لَا يُصَلِّي مِنْ شِيعَتِنَا وَ لَوْ أَجْمَعُوا عَلَى تَرْكِ الصَّلَاةِ لَهَلَكُوا وَ إِنَّ اللهَ لَيَدْفَعُ بِمَنْ يُزَكِّي مِنْ شِيعَتِنَا عَمَّنْ لَا يُزَكِّي وَلَوْ أَجْمَعُوا عَلَى تَرْكِ الزَّكَاةِ لَهَلَكُوا وَ إِنَّ اللهَ لَيَدْفَعُ بِمَنْ يَحُجُّ مِنْ شِيعَتِنَا عَمَّنْ لَا يَحُجُّ وَلَوْ أَجْمَعُوا عَلَى تَرْكِ الْحَجِّ لَهَلَكُوا وَ هُوَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ: وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ فَوَ اللهِ مَا نَزَلَتْ إِلَّا فِيكُمْ وَ لَا عَنىٰ بِهَا غَيْرَكُمْ؛ امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا: نے ہمارے شیعوں میں جو نماز پڑھتے ہیں اللہ ان کے صدقہ میں جو نماز نہیں پڑھتے ان کی بلاؤں کو بھی دور کرتا ہے اور جو زکات

دیتے ہیں ان کی وجہ سے زکات نہ دینے والوں کی مصیبت بھی دور کرتا ہے اور جو حج کرتے ہیں ان کی وجہ سے حج نہ کرنے والوں سے بھی آفت کو رفع کرتا ہے اور اگر سب ہی نماز نہ پڑھیں، سب ہی زکات نہ دیں اور سب ہی حج نہ کریں تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے جیسا کہ خدا فرماتا ہے: بعض کی وجہ سے بعض کی مصیبت دور نہ کرتا تو زمین کے معاملات بگڑ جاتے مگر اللہ تمام عالموں پر فضل کرنے والا ہے۔ واللہ یہ آیت تم ہی لوگوں کے بارے میں ہے، تمہارے غیر کے لئے نہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہورہا ہے: اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ؛ فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزَكَّىٰ؛ فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ واقعاً بڑا باغی و سرکش ہوگیا ہے۔ اس سے پوچھو کہ کیا تجھے پاکیزگی کا راستہ اختیار کرنا منظور ہے؟۔[1]

❁ ❁ ❁

[1]۔ سورہ نازعات: آیات ۱۷-۱۸۔

﴿وضو کے سبب آخرت میں چہروں کا نور﴾

سورہ آل عمران کی آیت ۱۰۶ میں خداوند عالم کا ارشاد گرامی ہو رہا ہے: "يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ" اس دن کچھ چہرے تو روشن اور نورانی ہوں گے اور کچھ لوگوں کا منھ کالا ہو گا۔ جن کا منھ کالا ہو گا (ان سے کہا جائے گا) کہ تم نے ایمان کی نعمت پا جانے کے بعد بھی کافرانہ اور منکرانہ طریقہ اختیار کیا تھا؟ اب تم اس انکار اور اپنے کافرانہ رویّہ کی سزا دیکھو۔

"جَاءَ نَفَرٌ مِنَ الْيَهُودِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَسَأَلُوهُ عَنْ مَسَائِلَ فَكَانَ فِيمَا سَأَلُوهُ أَخْبِرْنَا يَا مُحَمَّدُ! لِأَيِّ عِلَّةٍ تُوَضَّأُ هَذِهِ الْجَوَارِحُ الْأَرْبَعُ وَ هِيَ أَنْظَفُ الْمَوَاضِعِ فِي الْجَسَدِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمَّا أَنْ وَسْوَسَ الشَّيْطَانُ إِلَى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَنَا مِنَ الشَّجَرَةِ فَنَظَرَ إِلَيْهَا فَذَهَبَ مَاءُ وَجْهِهِ ثُمَّ قَامَ وَ مَشَى إِلَيْهَا وَ هِيَ أَوَّلُ قَدَمٍ مَشَتْ إِلَى الْخَطِيئَةِ ثُمَّ تَنَاوَلَ بِيَدِهِ مِنْهَا مَا عَلَيْهَا فَأَكَلَ فَطَارَ الْحُلِيُّ وَ الْحُلَلُ مِنْ جَسَدِهِ فَوَضَعَ آدَمُ يَدَهُ عَلَى أُمِّ رَأْسِهِ وَ بَكَى فَلَمَّا تَابَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَيْهِ فَرَضَ اللهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى ذُرِّيَّتِهِ تَطْهِيرَ هَذِهِ الْجَوَارِحِ الْأَرْبَعِ فَأَمَرَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِغَسْلِ الْوَجْهِ لِمَا نَظَرَ إِلَى الشَّجَرَةِ وَ أَمَرَهُ بِغَسْلِ الْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ لِمَا تَنَاوَلَ بِهِمَا وَ أَمَرَهُ بِمَسْحِ الرَّأْسِ لِمَا وَضَعَ يَدَهُ عَلَى أُمِّ رَأْسِهِ وَ أَمَرَهُ بِمَسْحِ الْقَدَمَيْنِ لِمَا مَشَى بِهِمَا إِلَى الْخَطِيئَةِ" ایک مرتبہ یہودی

قوم کے چند افراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے، انہوں نے آپؐ سے کچھ سوال کئے جو اس طرح تھے: اے محمد! کیا سبب ہے کہ آپ ان چار اعضاء یعنی ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور سر پر وضو کرتے ہیں؛ یہ تو جسم کے تمام اعضاء میں سب سے زیادہ صاف ستھرے رہتے ہیں! آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا: جب شیطان نے حضرت آدمؑ کو وسوسہ میں ڈالا تو وہ درخت کے قریب گئے اور اسے دیکھا تو ان کے چہرہ کی آب جاتی رہی، پھر اٹھے اور اس کی طرف چلے تو یہ سب سے پہلا قدم تھا جو معصیت کے لئے اٹھا تھا، پھر اپنے ہاتھ سے اس درخت پر جو پھل تھا اسے لیا اور کھالیا جو بھی ان کے جسم پر لباس تھے وہ اڑ گئے، حضرت آدمؑ نے اپنا ہاتھ سر کے اگلے حصے پر رکھا اور رونے لگے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور ان پر نیز ان کی ذریت پر یہ فرض کر دیا کہ ان چاروں اعضاء کو پاک کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے چہرہ کو دھونے کا حکم دیا اس لئے کہ انہوں نے درخت کی طرف دیکھا تھا؛ انہیں ہاتھوں کی کہنیوں تک دھونے کا حکم دیا اس لئے کہ انہوں نے انہی دونوں ہاتھوں سے توڑ ار کھایا تھا؛ انہیں سر کے مسح کا حکم دیا اس لئے کہ انہوں نے اپنا ہاتھ سر کے اگلے حصے پر رکھا تھا؛ انہیں دونوں پاؤں کے مسح کا حکم دیا اس لئے کہ انہی سے وہ خطا کرنے چلے تھے۔[1]

ابوالحسن علی ابن موسی رضا علیہ السلام نے محمد بن سعد کے خط کے جواب میں جہاں بہت سارے سوالوں کے جواب دیئے تھے وہاں پہ وضو کا سبب بھی بتایا تھا کہ وضو میں بندہ کا منھ دھونا، دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھونا، سروں اور دونوں پاؤں کا مسح

[1]۔ من لایحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۵۵۔ علل الشرائع، ج۱، ص۲۸۰۔

کرنا وغیرہ کی وجہ بتائی؛ وہ یہ کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اپنے ظاہری اعضاء کے ساتھ اس کا سامنا کرنا ہے دوسرے کرامین کاتبین سے ملاقات کرنی ہے لہذا دونوں ہاتھوں کو دھوئے کیونکہ اسے انہی دونوں کو دعا کے لئے آگے بڑھانا ہے اور سر کا اور دونوں پاؤں کا مسح کرے اس لئے کہ یہ دونوں ظاہر اور کھلے ہوئے ہیں اور وہ اپنے تمام حالات کا وہ انہی دونوں سے استقبال کرتا ہے۔

نوٹ: ہم عموماً کسی بھی سفر میں جس چیز کا خیال رکھ کے چلتے ہیں وہ ہمارا چہرہ ہے ہمارے ظاہری اعضاء ہے مثلاً جوتوں کا خیال، لباس کا خیال اور چہرہ کا خیال اللہ نے کہا: دنیا میں بھی لوگوں کے لئے انہی ظاہری چیزوں کا خیال رکھتا ہے؛ میں جہاں بھی رہوں گا میرا چہرہ میرے ساتھ رہے گا، جتنا بھی سجاوٹ کا خیال ہے وہ چہرہ پر مرکوز رہتا ہے، لباس پہن کے بھی آدمی چہرہ کو دیکھتا ہے لہذا یہ بار بار وضو کرنا اس لباس کی مانند ہے جو ہم جسم پر پہنتے ہیں، وضو چہرہ کا لباس ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: وضو میں عورت اپنے ہاتھ کو اندرونی طرف سے دھونا شروع کرے اور مرد اپنے ہاتھ کو بیرونی طرف سے دھونا شروع کرے یعنی کہنی کی طرف سے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص وضو کرے اور رومال سے پانی جذب کرلے تو اللہ اس کے لئے ایک نیکی لکھے گا اور اگر کوئی شخص وضو کرے اور رومال کو اس وقت تک استعمال نہ کرے جب تک اس کا پانی خود خشک نہ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تیس نیکیاں لکھے گا۔

وضو کے صحیح ہونے کے لئے چند شرائط ہیں، ان کا خیال رکھنا ضروری ہے: پانی پاک ہو، پانی مطلق ہو، پانی مباح اور جائز ہو، پانی غصبی نہ ہو، پانی کا برتن مباح ہو، اعضائے وضو پاک ہوں اور وضو میں ترتیب و موالات کا خیال رکھا جائے۔

"أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ تَطَهَّرَ ثُمَّ آوَى إِلَى فِرَاشِهِ بَاتَ وَ فِرَاشُهُ كَمَسْجِدِهِ" مولا امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر باوضو ہو کر بستر پر جائے تو رات کو جتنی دیر تک سو رہا ہے اس کا بستر مسجد کی طرح عبادت گاہ ہوگا۔[1]

امیر المومنین علی علیہ السلام وضو کرتے وقت ہر ایک عمل کے ساتھ دعا پڑھتے تھے "ثُمَّ تَمَضْمَضَ فَقَالَ :اَللَّهُمَّ لَقِّنِّي حُجَّتِي يَوْمَ أَلْقَاكَ وَ أَطْلِقْ لِسَانِي بِذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ" جب مولاؑ کلی کرتے تو فرماتے: پروردگار جس دن میں تجھ سے ملاقات کروں اس دن تو مجھے میری حجتوں کی تلقین فرمانا۔ اپنے ذکر اور اپنے شکر کے لئے میری زبان کو کھول دینا۔

"ثُمَّ اِسْتَنْشَقَ فَقَالَ: اَللَّهُمَّ لاَ تُحَرِّمْ عَلَيَّ رِيحَ الْجَنَّةِ وَ اجْعَلْنِي مِمَّنْ يَشَمُّ رِيحَهَا وَ رَوْحَهَا وَ طِيبَهَا" جب ناک میں پانی ڈالتے تو فرماتے: پروردگار! مجھ پر جنت کی خوشبو کو حرام نہ کر اور مجھے ان لوگوں میں قرار دے جو اس کی خوشبو اس کے پھولوں اور اس کی عطریات کو سونگھیں۔

"ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ فَقَالَ: اَللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي يَوْمَ تَسْوَدُّ فِيهِ الْوُجُوهُ وَ لَا تُسَوِّدْ وَجْهِي يَوْمَ تَبْيَضُّ فِيهِ الْوُجُوهُ" جب آپؑ چہرہ پر پانی ڈالتے تو

---

[1] نسیم بہشت، شیخ صدوق، ص ۱۴۱۔

فرماتے: پروردگار! جس دن کچھ چہرے سیاہ ہو جائیں گے اس دن میرے چہرہ کو سفید رکھنا اور جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اس دن میرے چہرہ کو سیاہ نہ کرنا۔

قربان جائیں مولاؑ کے اندازِ گفتگو پر! کیا فصاحت و بلاغت ہے! کیا نتیجہ ہے! کیسی دعا ہے! اس لئے کہ گناہوں کے سبب روزِ قیامت چہرے سیاہ ہو جائیں گے لہذا مولائے کائناتؑ یہ دعا ہر دن پڑھتے تھے کہ معبود مجھے وہاں معاف فرما دے یعنی میرے چہرے کو نورانی بنا دے۔

"ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَىٰ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِيَمِيْنِيْ وَ الْخُلْدَ فِيْ الْجِنَانِ بِيَسَارِيْ وَ حَاسِبْنِيْ حِسَاباً يَسِيْراً" پروردگار! میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دینا اور جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میرے بائیں ہاتھ میں دینا اور مجھ سے بہت تھوڑا سا حساب کتاب کرنا۔

"ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَىٰ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِيَسَارِيْ وَ لَا تَجْعَلْهَا مَغْلُوْلَةً إِلَىٰ عُنُقِيْ وَ أَعُوْذُبِكَ رَبِّيْ مِنْ مُقَطَّعَاتِ النِّيْرَانِ" پروردگار! میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دینا اور نہ اس کو پس گردن سے بندھا ہوا قرار دینا اور میں تری پناہ چاہتا ہوں جہنم سے۔

"ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ غَشِّنِيْ بِرَحْمَتِكَ وَ بَرَكَاتِكَ وَ عَفْوِكَ" پھر آپؑ نے سر کا مسح کیا اور فرمایا: اے اللہ! اپنی رحمت، اپنی برکات اور اپنے عفو میں مجھے چھپا لے۔

"ثُمَّ مَسَحَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنِيْ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْأَقْدَامُ وَ اجْعَلْ سَعْيِيْ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ" اے

اللہ! مجھے اس دن صراط پر ثابت قدم رکھنا جس دن لوگوں کے قدم صراط پہ پھسل جائیں گے، اے صاحب جلال واکرام! میری سعی اور کوشش ایسے امور میں لگا دے جس کی وجہ سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔

"ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي وَ قَالَ مِثْلَ قَوْلِي خَلَقَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ مَلَكاً يُقَدِّسُهُ وَ يُسَبِّحُهُ وَ يُكَبِّرُهُ فَيَكْتُبُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ ثَوَابَ ذَلِكَ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

اس کے بعد آپؑ نے اپنا سر اٹھا کر محمد بن حنفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: اے محمد! جو میری طرح وضو کرے اور میری طرح دعائیں پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وضو کے ہر قطرہ سے ایک ملک پیدا کرے گا جو اس کی تسبیح و تکبیر بجالاتے رہیں گے اور اللہ اس کا ثواب اس شخص کے نامہ اعمال میں قیامت تک لکھتا رہے گا۔[1]

❁ ❁ ❁

[1]۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۴۱۔

﴿عید دحوالارض﴾

سورہ نازعات آیت ۳۰ سے ۳۳ تک ارشاد خداوندی ہوتا ہے:"وَٱلۡأَرۡضَ بَعۡدَ ذَٰلِكَ دَحَىٰهَآ، أَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعَىٰهَا، وَٱلۡجِبَالَ أَرۡسَىٰهَا، مَتَٰعٗا لَّكُمۡ وَلِأَنۡعَٰمِكُمۡ"۔

اس کے بعد زمین کا فرش بچھایا ہے ،اس میں سے پانی اور چارہ نکالا ہے، پہاڑوں کو گاڑ دیا ہے یہ سب تمہارے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے ایک سرمایہ ہے۔

لغوی اور اصطلاحی معنی:

دَحوالارض ایک قرآنی اور حدیثی اصطلاح ہے۔ "دحو" پھیلانے اور کسی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا دینے کے معنی میں آتا ہے۔ دحوالارض کا مطلب ہے زمین کو پھیلانا؛ یہاں "دحوالارض" سے مراد زمین کی خشکی کا پانی کے اندر سے باہر آنا ہے۔ تاریخ کے مطابق زمین کا پہلا حصہ جو پانی سے باہر آیا وہ مکہ اور خانہ کعبہ کی جگہ تھی۔

"دحو" کے لغوی معنی وسعت دینے اور پھیلانے کے ہیں۔ مثلاً جس طرح سے روٹی کا آٹا ایک جگہ رکھ کر بیلن سے بیل کر روٹی کو پھیلایا جاتا ہے؛ وسعت کائنات خانہ کعبہ سے شروع ہوئی، دحوالارض کا سینٹر پوائنٹ خانہ کعبہ ہے، اس زمین کو اسی طرح سے پھیلایا گیا جس طرح بیلن پر روٹی پھیلائی جاتی ہے۔

عَنْ عَبْدِ ٱلرَّحْمٰنِ السُّلَّمِيِّ عَنْ أَمِيرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَلَوَاتُ ٱللّٰهِ عَلَيْهِ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ رَحْمَةٍ نَزَلَتْ مِنَ ٱلسَّمَاءِ إِلَى ٱلْأَرْضِ، فِي خَمْسٍ وَ

عِشْرِينَ مِنْ ذِي اَلْقَعْدَةِ، فَمَنْ صَامَ ذَلِكَ اَلْيَوْمَ، وَ قَامَ تِلْكَ اَللَّيْلَةَ فَلَهُ عِبَادَةُ مِائَةِ سَنَةٍ صَامَ نَهَارَهَا وَ قَامَ لَيْلَهَا، وَ أَيُّمَا جَمَاعَةٍ اِجْتَمَعَتْ ذَلِكَ اَلْيَوْمَ فِي ذِكْرِ رَبِّهِمْ عَزَّ وَ جَلَّ لَمْ يَتَفَرَّقُوا حَتَّى يُعْطَوْا سُؤْلَهُمْ وَ يَنْزِلُ فِي ذَلِكَ اَلْيَوْمِ أَلْفُ أَلْفِ رَحْمَةٍ يَضَعُ مِنْهَا تِسْعَةً وَتِسْعِينَ فِي خُلُقِ اَلذَّاكِرِينَ وَ اَلصَّائِمِينَ فِي ذَلِكَ اَلْيَوْمِ وَ اَلْقَائِمِينَ فِي تِلْكَ اَللَّيْلَةِ"۔[۱]

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے: پہلی وہ رحمت جو آسمان سے زمین پر نازل ہوئی وہ ذیقعدہ کی ۲۵ تاریخ کو نازل ہوئی، جو شخص اس دن روزہ رکھے اور شب ۲۵ ذی القعدہ کو عبادت میں گزارے تو گویا ایسا ہے کہ اس نے ۱۰۰ سال اللہ کی عبادت کی، کیسے سو سال؟ ایسے سو سال جن سو سال کے دنوں میں روزے رکھے ہوں اور راتوں کو عبادت میں گزارا ہو، پھر امام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جماعت اس دن جمع ہو اللہ کے ذکر میں تو یہ جماعت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتی مگر یہ کہ اللہ ان کی حاجتوں کو پورا کر دیتا ہے یعنی ان کے ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے ہی اللہ ان کی حاجتوں کو پورا کر دیتا ہے، اس دن اللہ ہزاروں رحمتیں نازل فرماتا ہے جن میں سے ننانوے رحمتیں ذکر خدا کرنے والے روزہ رکھنے والے اور رات میں نماز پڑھنے والوں کے لئے ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام کا ایک صحابی "حسن ابن علی وشاء" کہتا ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ امام کی خدمت میں حاضر تھا، اس وقت میں نوجوان تھا، ہم نے امام رضاؑ کے دسترخوان پر رات کا کھانا تناول کیا، اس کے بعد امامؑ نے میرے والد سے ارشاد

---

[۱]۔ اقبال الاعمال، ج۱، ص ۳۱۲۔

فرمایا کہ شب ۲۵ ذی القعدہ وہ رات ہے جس رات میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت ہوئی اور شب ۲۵ ذی القعدہ وہ رات ہے جس میں حضرت عیسی ابن مریم علیہما السلام کی ولادت ہوئی یہی وہ رات ہے جس رات کعبہ کے نیچے زمین پھیلائی گئی۔

"دحو" بولتے ہیں پھیلانے کو، آسمان کے بنانے کے بعد اللہ نے زمین کو بچھایا تو کعبہ کے نیچے سے زمین کو پھیلانا شروع کیا، اسی روز کو روز دحوالارض یا عید دحوالارض کہا جاتا ہے، جو شخص ۲۵ ذی القعدہ کو روزہ رکھے گویا ایسا ہے کہ اس نے ۶۰ مہینے روزے میں گزارے۔

روزے رکھنے کے چار دن بہت خاص اور فضیلت والے ہیں ایک ۱۷ ربیع الاول یوم ولادت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و امام جعفر صادق علیہ الصلاۃ والسلام ۔دوسرے ۲۷ رجب المرجب بعثت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی اعلان نبوت کا دن۔ تیسرے ۱۸ ذی الحجہ اعلان امامت کا دن۔ چوتھے، ۲۵ ذیقعدہ یوم دحو الارض۔

اعلان غدیر ۱۸ ذی الحجہ میں ہوا یہ سب کو یاد ہے مگر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ یہ سفر شروع کب ہوا؟ رسول اکرمؐ نے اپنے اصحاب کے ساتھ حج کا سفر ۲۵ ذیقعدہ یعنی یوم دحوالارض میں شروع کیا۔

امامؑ کے ظہور سے متعلق مختلف روایتیں ہیں، یوم عاشورہ خانہ کعبہ سے۔ یہ سب اپنی جگہ لیکن قیام یعنی انقلاب کا جو دن ہوگا وہ ۲۵ ذیقعدہ کے دن ابو تراب کے

پوتوں کے عدل و انصاف کے پھیلنے کا دن ہو گا؛ دحوالارض کا ظاہر زمین پھیلنا ہے باطن قیام امام زمانہ ہے عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف۔

۲۵ ذیقعدہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ جودی پر پہنچی، حضرت آدم علیہ السلام پر پہلی بار خدا کی رحمت کا نزول اسی روز ہوا، اس دن کا روزہ ۷۰ سال کے روزہ رکھنے کے برابر ہے، جو شخص رات کو عبادت میں بسر کرے، اور دن کو روزہ رکھے اس کے لئے سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے؛ جو موجودات آسمان و زمین کے درمیان ہیں وہ سب اس شخص کے لئے استغفار کرتی ہیں۔

یہ وہ دن ہے جس میں خدا کی رحمت پھیلائی جاتی ہے اور اس دن خدا کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ راز و نیاز کرنے کا بہت عظیم ثواب ہے، اس دن اور رات میں خدا اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے۔

حدیث کساء میں وارد ہوا ہے: "فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ یَا مَلَائِکَتِیْ وَیَا سُکَّانَ سَمٰوَاتِیْ اِنِّیْ مَا خَلَقْتُ سَمَاءً مَبْنِیَّةً، وَلَا أَرْضًا مَدْحِیَّةً، وَلَا قَمَرًا مُنِیْرًا، وَلَا شَمْسًا مُضِیْئَةً وَلَا فَلَکًا یَدُوْرُ، وَلَا بَحْرًا یَجْرِیْ، وَلَا فُلْکًا یَسْرِیْ، اِلَّا فِیْ مَحَبَّةِ هٰؤُلَاءِ الْخَمْسَةِ الَّذِیْنَ هُمْ تَحْتَ الْکِسَاءِ"۔

اس پر خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا: اے میرے فرشتو! اور اے آسمان میں رہنے والو! بے شک میں نے یہ مضبوط آسمان پیدا نہیں کیا اور نہ پھیلی ہوئی زمین، نہ چمکتا ہوا چاند، نہ روشن تر سورج، نہ گھومتے ہوئے سیارے، نہ موجیں مارتا ہوا سمندر اور نہ تیرتی ہوئی کشتی، مگر یہ سب چیزیں ان پانچ نفوس کی محبت میں پیدا کی ہیں جو اس چادر کے نیچے ہیں۔

قران مجید کی میں آیا ہے کہ ہم نے زمین بچھائی اس سے پانی اور گھاس کو نکالا، زمین پہ پہاڑ گاڑے اور یہ سب تمہارے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے ہے۔ آپ ایمان سے بتائیے کیا اس آیت سے مراد ہم لوگ ہیں؟ آپ یہ بتائیے کہ اگر آپ کے گھر میں چراغاں ہو، شامیانہ لگے، آپ کے گھر میں گاڑی آئے تو انصاف سے بتائیے یہ ساری چیزیں محلے والوں کے لئے ہوں گی! فقیروں کے لئے ہوں گی! نہیں یہ جو بھی آپ سجائیں گے خریدیں گے اور بنائیں گے سب اپنے خاص لوگوں کے لئے ہوں گی، بیٹوں کے لئے بیٹیوں کے لئے۔ عزیزان گرامی! یہ کائنات جو بنی ہے وہ سب اہل بیت کے لئے بنی ہے۔ یہی تو حدیث کساء کے جملے ہیں یہ جو کچھ بنایا ہے سمندر کشتیاں آسمان و زمین اور چاند ستارے یہ سب محمد و ال محمد کے صدقے میں ہیں۔ تو پھر ہمارا کیا ہے؟ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی خطیب کو گھر پہ دعوت پہ بلاتے ہیں تو آس پاس کے لوگوں سے بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ آپ بھی آ کے خطیب کے ساتھ کھانا کھا لیجئے گا، اسی طرح یہ اہل بیت کا صدقہ ہمیں بھی ملا ہے۔

دحوالارض کے مستحب اعمال:

ظہر کے وقت دو رکعت نماز جس کی ہر رکعت میں سورہ حمد کے بعد پانچ مرتبہ سورہ شمس پڑھی جائے اور نماز کے بعد کہے: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

اس کے بعد یہ دعا پڑھی جائے: "يَا مُقِيلَ الْعَثَرَاتِ أَقِلْنِي عَثْرَتِي يَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ أَجِبْ دَعْوَتِي يَا سَامِعَ الْأَصْوَاتِ اسْمَعْ صَوْتِي وَ ارْحَمْنِي وَ تَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِي وَ مَا عِنْدِي يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ"۔

اس دعا کی تلاوت کرنا مستحب ہے جو شیخ نے مصباح میں ذکر کی ہے: "اللَّهُمَّ دَاحِيَ الْكَعْبَةِ وَ فَالِقَ الْحَبَّةِ وَ صَارِفَ اللَّزْبَةِ وَ كَاشِفَ كُلِّ كُرْبَةٍ أَسْأَلُكَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مِنْ أَيَامِكَ الَّتِي أَعْظَمْتَ حَقَّهَا وَ أَقْدَمْتَ سَبْقَهَا وَ جَعَلْتَهَا عِنْدَ الْمُؤْمِنِينَ وَدِيعَةً وَ إِلَيْكَ ذَرِيعَةً وَ بِرَحْمَتِكَ الْوَسِيعَةِ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ الْمُنْتَجَبِ فِي الْمِيثَاقِ الْقَرِيبِ يَوْمَ التَّلَاقِ فَاتِقِ كُلِّ رَتْقٍ وَ دَاعٍ إِلَى كُلِّ حَقٍّ وَ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ الْأَطْهَارِ الْهُدَاةِ الْمَنَارِ دَعَائِمِ الْجَبَّارِ وَ وُلَاةِ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ وَ أَعْطِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا مِنْ عَطَائِكَ الْمَخْزُونِ غَيْرَ مَقْطُوعٍ وَ لَا مَمْنُوعٍ [مَمْنُونٍ] تَجْمَعُ لَنَا بِهِ التَّوْبَةَ وَ حُسْنَ الْأَوْبَةِ يَا خَيْرَ مَدْعُوٍّ وَ أَكْرَمَ مَرْجُوٍّ يَا كَفِيُّ يَا وَفِيُّ يَا مَنْ لُطْفُهُ خَفِيٌّ الْطُفْ لِي بِلُطْفِكَ وَ أَسْعِدْنِي بِعَفْوِكَ وَ أَيِّدْنِي بِنَصْرِكَ وَ لَا تُنْسِنِي كَرِيمَ ذِكْرِكَ بِوُلَاةِ أَمْرِكَ وَ حَفَظَةِ سِرِّكَ وَ احْفَظْنِي مِنْ شَوَائِبِ الدَّهْرِ إِلَى يَوْمِ الْحَشْرِ وَ النَّشْرِ وَ أَشْهِدْنِي أَوْلِيَاءَكَ عِنْدَ خُرُوجِ نَفْسِي وَ حُلُولِ رَمْسِي وَ انْقِطَاعِ عَمَلِي وَ انْقِضَاءِ أَجَلِي اللَّهُمَّ وَ اذْكُرْنِي عَلَى طُولِ الْبِلَى إِذَا حَلَلْتُ بَيْنَ أَطْبَاقِ الثَّرَى وَ نَسِيَنِي النَّاسُونَ مِنَ الْوَرَى وَ أَحْلِلْنِي دَارَ الْمُقَامَةِ وَ بَوِّئْنِي مَنْزِلَ الْكَرَامَةِ وَ اجْعَلْنِي مِنْ مُرَافِقِي أَوْلِيَائِكَ وَ أَهْلِ اجْتِبَائِكَ وَ اصْطِفَائِكَ وَ بَارِكْ لِي فِي لِقَائِكَ وَ ارْزُقْنِي حُسْنَ الْعَمَلِ قَبْلَ حُلُولِ الْأَجَلِ بَرِيئاً مِنَ الزَّلَلِ وَ سُوءِ الْخَطَلِ اللَّهُمَّ وَ أَوْرِدْنِي حَوْضَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ اسْقِنِي مِنْهُ مَشْرَباً رَوِيّاً سَائِغاً هَنِيئاً لَا أَظْمَأُ بَعْدَهُ وَ لَا أُحَلَّأُ وِرْدَهُ وَ لَا عَنْهُ أُذَادُ وَ اجْعَلْهُ لِي خَيْرَ زَادٍ وَ أَوْفَى مِيعَادٍ يَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ اللَّهُمَّ وَ الْعَنْ جَبَابِرَةَ الْأَوَّلِينَ وَ الْآخِرِينَ وَ بِحُقُوقِ [لِحُقُوقِ] أَوْلِيَائِكَ

الْمُسْتَأْثِرِينَ اللَّهُمَّ وَ اقْصِمْ دَعَائِمَهُمْ وَ أَهْلِكْ أَشْيَاعَهُمْ وَ عَامِلَهُمْ وَ عَجِّلْ مَهَالِكَهُمْ وَ اسْلُبْهُمْ مَمَالِكَهُمْ وَ ضَيِّقْ عَلَيْهِمْ مَسَالِكَهُمْ وَ الْعَنْ مُسَاهِمَهُمْ وَ مُشَارِكَهُمْ اللَّهُمَّ وَ عَجِّلْ فَرَجَ أَوْلِيَائِكَ وَ ارْدُدْ عَلَيْهِمْ مَظَالِمَهُمْ وَ أَظْهِرْ بِالْحَقِّ قَائِمَهُمْ وَ اجْعَلْهُ لِدِينِكَ مُنْتَصِراً وَ بِأَمْرِكَ فِي أَعْدَائِكَ مُؤْتَمِراً اللَّهُمَّ احْفُفْهُ بِمَلَائِكَةِ النَّصْرِ وَ بِمَا أَلْقَيْتَ إِلَيْهِ مِنَ الْأَمْرِ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ مُنْتَقِماً لَكَ حَتَّى تَرْضَى وَ يَعُودَ دِينُكَ بِهِ وَ عَلَى يَدَيْهِ جَدِيداً غَضّاً وَ يَمْحَضَ الْحَقَّ مَحْضاً وَ يَرْفِضَ الْبَاطِلَ رَفْضاً اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَ عَلَى جَمِيعِ آبَائِهِ وَ اجْعَلْنَا مِنْ صَحْبِهِ وَ أُسْرَتِهِ وَ ابْعَثْنَا فِي كَرَّتِهِ حَتَّى نَكُونَ فِي زَمَانِهِ مِنْ أَعْوَانِهِ اللَّهُمَّ أَدْرِكْ بِنَا قِيَامَهُ وَ أَشْهِدْنَا أَيَّامَهُ وَ صَلِّ عَلَيْهِ [عَلَى مُحَمَّدٍ] وَ ارْدُدْ إِلَيْنَا سَلَامَهُ وَ السَّلَامُ عَلَيْهِ [عَلَيْهِمْ] وَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ"۔

اعمال دحوالارض کی وضاحت:

اس دن دو رکعت نماز ہے جو بوقت چاشت ﴿ظہر کے قریب﴾ پڑھی جاتی ہے جس کی ہر رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد پانچ مرتبہ سورۂ شمس پڑھنا ہے اور سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھے: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ "نہیں کوئی طاقت وقوت مگر وہ جو بلند وبرتر خدا سے ملتی ہے

پھر دعا کرے اور یہ پڑھے: "يَا مُقِيلَ الْعَثَرَاتِ، أَقِلْنِي عَثْرَتِي "اے لغزشوں کے معاف کرنے والے، میری ہر لغزش معاف فرما۔ "يَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ، أَجِبْ دَعْوَتِي" اے دعاؤں کے قبول کرنے والے، میری دعا قبول کر لے۔ "يَا

سَامِعَ الْاَصْوَاتِ اِسْمَعْ صَوْتِیْ" اے آوازوں کے سننے والے، میری آواز سن لے۔ "وَارْحَمْنِیْ، وَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِیْ وَمَا عِنْدِیْ" مجھ پر رحم کر، میرے گناہوں اور جو کچھ مجھ سے برائیاں سرزد ہوئی ہیں ان سب سے درگذر فرما۔ "یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" اے جلالت اور بزرگی کے مالک۔

دوسرا عمل اس دعا کا پڑھنا ہے کہ بقول شیخ اس کا پڑھنا مستحب ہے: "اَللّٰهُمَّ دَاحِیَ الْكَعْبَةِ، وَفَالِقَ الْحَبَّةِ" اے اللہ! اے زمینِ کعبہ کے بچھانے والے، دانے کو شگافتہ کرنے والے۔ "وَصَارِفَ اللَّزْبَةِ، وَكَاشِفَ كُلِّ كُرْبَةٍ" ہر سختی دور کرنے والے اور ہر تنگی سے نکالنے والے۔ "أَسْأَلُكَ فِیْ هٰذَا الْيَوْمِ مِنْ أَيَّامِكَ" میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس دن میں جو تیرے ان دنوں میں سے ہے۔ "الَّتِیْ أَعْظَمْتَ حَقَّهَا، وَأَقْدَمْتَ سَبْقَهَا" تو نے جن کا حق عظیم قرار دیا، ان کے شرف کو بڑھایا۔ "وَجَعَلْتَهَا عِنْدَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَدِيْعَةً" اور انہیں مومنوں کے پاس اپنی امانت بنایا۔ "وَإِلَيْكَ ذَرِيْعَةً، وَبِرَحْمَتِكَ الْوَسِيْعَةِ" اور تو نے اپنی جانب ذریعہ قرار دیا اور میں تیری رحمت کے واسطہ سے سوالی ہوں۔ "أَنْ تُصَلِّیَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ الْمُنْتَجَبِ" کہ اپنے بندہ محمدؐ پر رحمت نازل فرما جو برگزیدہ ہیں۔ "فِی الْمِيْثَاقِ الْقَرِيْبِ يَوْمَ التَّلَاقِ" اور میثاق میں تیرے نزدیک تر ہیں قیامت میں۔ "فَاتِقِ كُلِّ رَتْقٍ، وَدَاعٍ إِلٰى كُلِّ حَقٍّ" ہر گرفتار کو چھڑانے والے اور راہ حق کی طرف بلانے والے ہیں۔ "وَعَلٰى أَهْلِ بَيْتِهِ الْاَطْهَارِ، الْهُدَاةِ الْمَنَارِ" نیز ان کے پاکیزہ اہل بیتؑ پر رحمت فرما جو چراغ ہدایت۔ "دَعَائِمِ الْجَبَّارِ، وَوُلَاةِ الْجَنَّةِ

وَالنَّارِ" خدا کے بنائے ہوئے ستون اور جنت و جہنم کے حاکم ہیں۔" وَأَعْطِنَا فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا مِنْ عَطَائِكَ الْمَخْزُوْنِ" اور یہ کہ آج ہماری عید کے روز ہمیں اپنی عطاؤں کے خزانے سے وہ عطا کر۔ "غَيْرَ مَقْطُوْعٍ وَلَا مَمْنُوْعٍ" جو کبھی ختم نہ ہو اور نہ اس کو روکا جائے۔ "تَجْمَعُ لَنَا بِهِ التَّوْبَةَ وَحُسْنَ الْأَوْبَةِ" اس کے ساتھ ہمیں توبہ اور اچھی بازگشت بھی دے۔ "يَا خَيْرَ مَدْعُوٍّ، وَأَكْرَمَ مَرْجُوٍّ" اے بہترین پکارے گئے اور شریف تر امید کیے گئے۔ "يَا كَفِيُّ يَا وَفِيُّ، يَا مَنْ لُطْفُهُ خَفِيٌّ" اے پورا کرنے والے، اے وفا کرنے والے، اے وہ جس کا کرم نہاں ہے۔ "اُلْطُفْ لِيْ بِلُطْفِكَ، وَأَسْعِدْنِيْ بِعَفْوِكَ" اپنی کریمی سے مجھ پر کرم فرما اور اپنی پردہ پوشی سے مجھے نیک بختی دے۔" وَأَيِّدْنِيْ بِنَصْرِكَ، وَلَا تُنْسِنِيْ كَرِيْمَ ذِكْرِكَ" اپنی نصرت سے مجھے قوی کر اور مجھے اپنا ذکر پاک نہ بھلا۔ "بِوُلَاةِ أَمْرِكَ وَحَفَظَةِ سِرِّكَ" اپنے والیان امر اور رازداروں کے واسطہ سے۔ "وَاحْفَظْنِيْ مِنْ شَوَائِبِ الدَّهْرِ إِلٰى يَوْمِ الْحَشْرِ وَالنَّشْرِ" حشر و نشر کے دن تک مجھے زمانہ کی سختیوں سے اپنی حفاظت میں رکھ۔ "وَأَشْهِدْنِيْ أَوْلِيَائَكَ عِنْدَ خُرُوْجِ نَفْسِيْ" مجھے اپنے اولیاء کی زیارت کا شرف بخش اس وقت جب میری جان نکلے۔ "وَحُلُوْلِ رَمْسِيْ، وَانْقِطَاعِ عَمَلِيْ، وَانْقِضَاءِ أَجَلِيْ" جب مجھے قبر میں اتارا جائے، جب میرا عمل بند ہو جائے اور میری عمر تمام ہو جائے۔" اَللّٰهُمَّ وَاذْكُرْنِيْ عَلٰى طُوْلِ الْبِلٰى "اے معبود! مجھے یاد رکھنا جب مجھ پر آزمائش کی لمبی مدت گزر جائے۔ "إِذَا حَلَلْتُ بَيْنَ أَطْبَاقِ الثَّرٰى" کہ جب میں زمین کی تہوں میں پڑا ہوں

گا۔ "وَنَسِيَنِي النَّاسُوْنَ مِنَ الْوَرٰى" اور لوگوں میں سے بھولنے والے مجھے بھول چکے ہوں گے۔ "وَأَحْلِلْنِيْ دَارَ الْمُقَامَةِ وَبَوِّئْنِيْ مَنْزِلَ الْكَرَامَةِ" تب مجھے رہنے کی جگہ دے اور باعزت ٹھکانہ عطا فرما۔ "وَاجْعَلْنِيْ مِنْ مُرَافِقِيْ أَوْلِيَائِكَ" مجھے اپنے اولیاء کے رفیقوں میں قرار دینا۔ "وَأَهْلِ اجْتِبَائِكَ وَاصْطِفَائِكَ" اپنے منتخب افراد میں قرار دینا اور اپنے پسندیدہ لوگوں میں داخل کرنا۔ "وَبَارِكْ لِيْ فِيْ لِقَائِكَ" اپنی ملاقات میرے لئے مبارک قرار دے۔ "وَارْزُقْنِيْ حُسْنَ الْعَمَلِ قَبْلَ حُلُوْلِ الْاَجَلِ" موت سے پہلے اچھے اچھے اعمال بجالانے کی توفیق دے۔ "بَرِيْئًا مِنَ الزَّلَلِ وَسُوْءِ الْخَطَلِ" لغزشوں سے بچائے رکھ اور برے کاموں سے دور کر۔ "اَللّٰهُمَّ وَأَوْرِدْنِيْ حَوْضَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ" اے معبود! مجھے اپنے نبی حضرت محمدؐ کے حوض کوثر پر وارد فرما۔ "وَاسْقِنِيْ مِنْهُ مَشْرَبًا رَوِيًّا سَائِغًا هَنِيْئًا" اور اس میں سے خوش مزہ گوارا پانی سے سیراب فرما۔ "لَا أَظْمَأُ بَعْدَهٗ وَلَا أُحَلَّأُ وِرْدَهٗ وَلَا عَنْهُ أُذَادُ" کہ اس کے بعد نہ مجھے پیاس لگے اور نہ اس سے روکا جاؤں نہ اس سے ہٹایا جاؤں۔ "وَاجْعَلْهُ لِيْ خَيْرَ زَادٍ" اور اسے میرا بہتر توشہ قرار دے۔ "وَأَوْفٰى مِيْعَادٍ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ" اس دن کے لئے جب وعدہ کا دن آپہنچے گا۔ "اَللّٰهُمَّ وَالْعَنْ جَبَابِرَةَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ" اے معبود! اگلے اور پچھلے ستم گار لوگوں پر لعنت کر۔ "وَبِحُقُوْقِ أَوْلِيَائِكَ الْمُسْتَأْثِرِيْنَ" اور ان پر جنہوں نے تیرے اولیاء کے حقوق غصب کئے۔ "اَللّٰهُمَّ وَاقْصِمْ دَعَائِمَهُمْ" اے معبود! ان کے سہارے

توڑ دے۔ "وَأَهْلِكْ أَشْيَاعَهُمْ وَعَامِلَهُمْ" اور ان کے پیروکاروں اور کارندوں کو ہلاک کر دے۔ "وَعَجِّلْ مَهَالِكَهُمْ، وَاسْلُبْهُمْ مَمَالِكَهُمْ" اور ان کی تباہی میں اور ان کی حکومتیں چھیننے میں جلدی فرما۔ "وَضَيِّقْ عَلَيْهِمْ مَسَالِكَهُمْ" اور ان کے لئے راستے تنگ کر دے۔ "وَالْعَنْ مُسَاهِمَهُمْ وَمُشَارِكَهُمْ" اور ان کے ہمکاروں اور حصہ داروں پر لعنت کر۔ "اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ فَرَجَ أَوْلِيَائِكَ" اے معبود! اپنے اولیاء کو جلد کشادگی دے۔ "وَارْدُدْ عَلَيْهِمْ مَظَالِمَهُمْ" ان کے چھنے ہوئے حقوق واپس دلا۔ "وَأَظْهِرْ بِالْحَقِّ قَائِمَهُمْ" قائم آلِ محمدؑ کا جلد ظہور فرما۔ "وَاجْعَلْهُ لِدِينِكَ مُنْتَصِرًا" اور انہیں اپنے دین کا مددگار۔ "وَبِأَمْرِكَ فِي أَعْدَائِكَ مُؤْتَمِرًا" اور اپنے اذن سے اپنے دشمنوں پر مسلط فرما۔ "اَللّٰهُمَّ احْفُفْهُ بِمَلَائِكَةِ النَّصْرِ" اے معبود! ان کے گرد میں مددگار فرشتوں کو کھڑا کر دے۔ " وَبِمَا أَلْقَيْتَ إِلَيْهِ مِنَ الْأَمْرِ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ" اور شب قدر میں جو حکم تو نے ان کو دیا اس کے مطابق۔ "مُنْتَقِمًا لَكَ حَتّٰى تَرْضٰى" انہیں اپنی طرف سے بدلہ لینے والا قرار دے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ "وَيَعُودَ دِينُكَ بِهِ وَعَلٰى يَدَيْهِ جَدِيدًا غَضًّا" تیرا دین ان کے ذریعے پلٹ آئے اور ان کے ہاتھوں نئی قوت و غلبہ پا کر۔ "وَيَمْحَضَ الْحَقَّ مَحْضًا" حق نکھر کے سامنے آئے۔ "وَيَرْفُضَ الْبَاطِلَ رَفْضًا" اور باطل پوری طرح مٹ جائے۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى جَمِيعِ آبَائِهِ" اے معبود! امام العصرؑ پر رحمت فرما اور ان کے تمام بزرگوں پر۔ "وَاجْعَلْنَا مِنْ صَحْبِهِ وَأُسْرَتِهِ" اور ہمیں ان کے

مددگاروں اور ساتھیوں میں قرار دے۔ "وَابْعَثْنَا فِيْ كَرَّتِهٖ، حَتّٰى نَكُوْنَ فِيْ زَمَانِهٖ مِنْ أَعْوَانِهٖ" ہمیں ان کی آمد ثانی پر مبعوث فرما یہاں تک کہ ہم ان کے عہد میں ان کے حامیوں میں ہوں۔ "اَللّٰهُمَّ أَدْرِكْ بِنَا قِيَامَهٗ، وَأَشْهِدْنَا أَيَّامَهٗ" اے معبود! ہمیں ان کے قیام تک پہنچا اور ان کی حکومت کے دن دکھا۔ "وَصَلِّ عَلَيْهِ، وَارْدُدْ اِلَيْنَا سَلَامَهٗ" اور ان پر رحمت فرما اور ان کی دعا ہم تک پہنچا۔ "وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ" اور ان پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

میر داماد نے اپنے رسالہ اربعہ ایام میں دحوالارض کے دن کے اعمال میں فرمایا ہے کہ آج کے دن امام علی رضاؑ کی زیارت کرنا مستحب اعمال میں سے ہے اور مسنون آداب کے ساتھ مستحب تاکیدی ہے، اسی طرح امام علی رضاؑ کی زیارت پہلی رجب میں بھی بہت زیادہ تاکید ہوئی ہے۔[1]

❁ ❁ ❁

[1] ۔ مفاتیح الجنان مع اردو ترجمہ۔

لباس

لباس کے متعلق سورہ اعراف کی آیت ۲۶ میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے:

"یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا، وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ، ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ" اے فرزندان آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا جو تمہارے شرم کے مقامات کو چھپائے اور تمہارے لئے آرائش (بھی) ہو اور سب سے بہترین لباس تو تقویٰ ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے شاید (کہ اس کے ذریعہ) وہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

کلمات کی وضاحت

رِیْشًا: (مادّہ: ر ی ش) پرندہ کے پروں کو کہتے ہیں اور یہ پر ان کے لئے لباس کی جگہ ہوتے ہیں، اس لئے لباس کو ریش کہا جاتا ہے۔

آیت کی تفسیر

اس آیت میں ایک ایسے مسئلہ کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے جو انسان کی شرم و حیا سے بھی مربوط ہے اور ایک فطری چیز بھی ہے۔ انسان کو اپنے فطری تقاضوں پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اس شرم و حیا کو خود بخود محسوس کرتا ہے اور بغیر کسی تعلیم و تلقین کے شرم کے مقامات کو چھپانے لگتا ہے۔ حضرت آدمؑ و حواؑ نے جنت کے پتوں سے اسی طبعی اور فطری احساس کی بنا پر اپنی شرمگاہوں کو چھپایا تھا۔

خداوندعالم نے اس آیہ شریفہ میں فرمایا: ہم نے لباس نازل کیا ہے۔ قرآن کریم میں نزول، خلق کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورہ

حدید کی آیت ۲۵ میں لوہے کے متعلق ارشاد فرمایا: "وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ" اور ہم نے لوہے کو نازل کیا۔

اگرچہ لباس انسان کے ہاتھوں سے بنایا جاتا ہے، تاہم کائنات میں رونما ہونے والا ہر عمل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پر منتہی ہوتا ہے، اس لئے یہاں رونما ہونے والا ہر عمل اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے، سورہ اعراف کی آیت ۳۱ میں ارشاد ربّانی ہے: " يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا، اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ " اے بنی آدم! ہر عبادت کے وقت اپنی زینت (لباس) کے ساتھ رہو اور کھاؤ پیو مگر (یاد رہے کہ) اسراف نہ کرنا، یقیناً اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

دوسرے مقام سورہ اعراف کی آیت ۳۲ میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے: "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ، قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ، كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ" (اے میرے رسول! ان لوگوں سے) کہہ دیجئے: اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے قرار دی اور پاک رزق کو (اُن کے لئے) کس نے حرام کیا؟ (اے میرے رسول! ان سے) کہہ دیجئے: یہ چیزیں دنیاوی زندگی میں بھی ایمان والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن تو خالصتاً انہی کے لئے ہوں گی، ہم اسی طرح اہل علم کے لئے آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں۔

یعنی جہاں لباس حیا و عفت کا ذریعہ ہے، وہیں انسان کے جسم کے لئے زینت کا باعث بھی ہے۔ اس کے ذریعہ یہ استنباط کیا جاتا ہے کہ چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے

لباس کے زینت قرار دینے کو نہایت اچھے طریقہ سے بیان کیا ہے لہٰذا اس مذکورہ زینت کو اختیار کرنا نہ صرف مباح ہے بلکہ اعتدال کی حدود میں رہ کر اس کو اختیار کرنا ایک کار نیک اور مستحسن بھی ہے۔

آیت ۲۶ کا جزء ہے: "وَ لِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذٰلِكَ خَيْرٌ" تقویٰ کا لباس بہت بہتر ہے۔ جسم والا لباس تو ہم لوگ اپنے اختیار سے بناتے ہیں اور اس چیز کا خیال رکھتے ہیں کہ اچھے سے اچھا لانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ہمارا جسم ہے جس کے لباس کی ہمیں فکر ہے، ایک ہماری روح بھی ہے اس کے لباس کی فکر خدا اور اہل بیت علیہم السلام کو ہے، روح کا لباس کیا ہے؟ اللہ نے کہا: باہر والا لباس تم بنا سکتے ہو لیکن اندر والا لباس کیا ہے وہ تمہیں نہیں پتہ، روح کا لباس تقویٰ ہے، سچائی ہے، خوبیاں ہیں، نیکیاں ہیں، تم جتنا جتنا اچھا کام کرتے جاؤ گے تمہاری روح کا لباس اتنا مضبوط ہوتا جائے گا، وہ اتنا ہی خوبصورت ہوتا جائے گا لہٰذا جسم کے لباس کی بھی حفاظت کرو اور روح کا لباس جو تقویٰ ہے اس کی بھی حفاظت کریں یا سچائی کی حفاظت کرو، خوبیوں کی حفاظت کرو، صلح رحم کی حفاظت کرو، یہ لباس میلا نہ ہونے پائے!۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: "اَ زْيَنُ اللِّبَاسِ لِلْمُؤْمِنِ لِبَاسُ التَّقْوَىٰ"۔ مومن کے لئے سب سے خوبصورت اور زیبا لباس، لباسِ تقویٰ ہے۔[1]

اگرچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَ لِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذٰلِكَ خَيْرٌ" لباس تقویٰ سب سے اچھا لباس ہے، مگر ظاہری لباس بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ایک نعمت

[1]۔ مستدرک الوسائل، ج۳، ص۳۲۵۔

ہے، جس سے اولاد آدم کے ظاہری عیوب چھپتے ہیں۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اولاد آدم کو اس سے نوازا ہے، دوسروں کو نہیں نوازا۔ یہ لباس، مومنین کے لئے فرض کی ادائیگی کا ذریعہ ہے۔ تمہارا بہترین لباس وہ ہے جو تمہیں اللہ سے دور نہ کرے بلکہ اس کے ذکر، شکر اور اطاعت کے ذریعے اللہ سے قریب کرے نیز تمہیں خود پسندی، دکھاوے، زینت، تفاخر اور تکبر پر نہ اکسائے کیونکہ ایسا کرنا دین کے لئے آفت اور قساوت قلبی کا باعث ہے۔

جب تم اپنا لباس پہن لو تو یہ بات ذہن میں لاؤ کہ اللہ نے اپنی رحمت سے تمہارے گناہوں کو چھپایا ہے اور جیسے تم نے اپنے ظاہر کو کپڑوں سے چھپایا ہے اسی اپنے باطن کو بھی چھپاؤ۔ تمہارا باطن، سچائی کی ہیبت کے پردے میں ہونا چاہئے نیز تمہارا ظاہر، اطاعت کے پردے میں ہونا چاہئے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ بات سمجھو کہ اس نے اپنے فضل سے لباس کے مواد فراہم کئے تاکہ ظاہری شرم گاہوں کی پردہ پوشی ہوجائے اور توبہ و انابت نیز فریاد رسی کا دروازہ کھول کر گناہ اور بداخلاقی کی باطنی شرم گاہوں کو چھپایا جائے۔[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے نماز جمعہ اور نماز عیدین کے لئے اچھے کپڑے زیب تن کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد ہوا: "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" یعنی نماز جمعہ اور نماز عید کے لئے اچھے کپڑے زیب تن کرو۔

روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام پر لباس فاخرہ پہننے پر اعتراض ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَ يُحِبُّ الْجَمَالَ فَاَتَجَمَّلُ لِرَبِّيْ وَ هُوَ يَقُوْلُ: خُذُوْا

---

[1]۔ مستدرک الوسائل: ج۳، ص ۳۲۴۔

زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ فَاُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَ اَجْمَلَ ثِیَابِی" اللہ وصفِ جمال کا مالک ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے لہٰذا میں اپنے رب کے لئے جمالیات کو اپناتا ہوں کیونکہ وہ فرماتا ہے: "خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ"، اسی تناظر میں عمدہ کپڑے پہننا پسند کرتا ہوں۔[1]

اسی امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک دوسری روایت منقول ہے: "خَیْرُ لِبَاسِ کُلِّ زَمَانٍ لِبَاسُ اَھْلِہٖ" ہر زمانہ کا بہترین لباس، اس زمانہ کے لوگوں کا لباس ہے۔[2]

"وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ" اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے پاس تقویٰ ہے وہ شرم و حیا کا احساس کرتا ہے اور اس احساس اور انسانی قدروں کا موجود ہونا بہترین زینت اور اسی کے ساتھ عفت کا بھی بہترین وسیلہ ہے۔

اہم نکات

۱۔ قرآن کریم کی نظر میں پرکشش شخصیت کا مالک صرف وہ انسان ہے جو مادی زینت (لباس) اور روحانی زینت (تقویٰ) دونوں لباسوں سے مزین ہو۔[3]

ماں باپ اپنے بچوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، انہیں اپنے لباس اور اپنے کھانے کی فکر نہیں ہوتی، اپنی عزت کی فکر نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ اپنے بچوں کے کھانے پینے، لباس، رہنے سہنے، غرض بچوں کی ہر ایک چیز پر ان کی نگاہ ہوتی ہے اسی وجہ سے اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ کہیں بھی جانا ہوا تو بچوں کے لباس کا خیال، بچوں کے

---

[1] ۔ اصول الکافی: ج۳، ص۴۲۴۔

[2] ۔ اصول کافی: ج۱، ص۴۱۱۔

[3] ۔ الکوثر فی تفسیر القرآن: ج۳، ص۱۹۵۔

جوتوں کا خیال، پھر کہیں کھانا ہوا تو بچوں کو اس بات کی ہدایت دینا کہ بیٹا ذرا سوچ سمجھ کے کھانا، لوگوں کی نگاہیں تم پر ہیں، تم ایک عزت بھرے خاندان کی فرد ہو لہٰذا کبھی شریر بچوں کے ساتھ نہ بیٹھنا، اگر ان کا بچہ شریف ہو تو ماں باپ کہتے ہیں: بیٹا! اچھا نہیں لگتا، لوگ ہمیں دیکھ رہے ہیں، وہ سب کیا کہیں گے کہ اتنے اچھے خاندان کا بچہ اتنا شریر ہے! قارئین کرام! یہ تو سامنے کی ہی بات ہے! ایسا ہوتا ہے کہ نہیں! اس کے لباس کا، اس کے کھانے کا، اس کے اٹھنے کا، اس کے بیٹھنے کا، اس کے رہن سہن کا، غرض والدین ہر طرح سے خیال کرتے ہیں اور اپنے بچہ پر نگاہ رکھتے ہیں؛ جب ماں باپ (مجازی رب) اپنے بچوں کا اتنا خیال کرتے ہیں تو جو حقیقی ربّ ہے وہ ہمارا کس طرح خیال رکھتا ہوگا! وہ ہماری کس کس چیز پر نگاہ رکھے ہوئے ہے! اسی کی نگاہ کو کی ترجمانی معصومینؑ نے اپنے اقوال کے ذریعہ کی ہے۔

خدا اور سول صرف ہماری عبادات نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ سے متعلق ہی بات نہیں کرتے بلکہ ہمارے کھانے پینے، رہنے سہنے، سونے جاگنے، بچوں کے اخلاق، میاں بیوی کے حقوق، یعنی ہماری زندگی کے ہر گوشہ سے متعلق ہمیں سمجھاتے ہیں، کھانے پینے سے لے کر طہارت و نجاست ہر ایک چیز میں ہم پر نگاہ رکھتے ہیں اور ہمیں کس طرح سے انجام دینا چاہئے! ہمیں یہ بھی پیغام دیتے ہیں۔

مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "قَالَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ: اِلْبَسُوا مِنْ ثِیَابِکُمُ الْبِیضَ فَإِنَّهَا خَیْرُ ثِیَابِکُمْ وَ کَفِّنُوا فِیهَا مَوْتَاکُمْ وَ إِنَّ مِنْ خَیْرِ أَکْحَالِکُمُ الْإِثْمِدَ یَجْلُو الْبَصَرَ وَ یُنْبِتُ الشَّعَرَ "سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ تمہارے بہترین لباس ہیں اور اپنے مُردوں کو سفید کفن

دو؛ تمہارے لئے سرموں میں سب سے بہتر سرمہ اثمد (معدنی پتھر سے حاصل کیا ہوا خالص سرمہ) ہے، کیونکہ یہ بینائی کو صاف کرتا ہے اور پلکوں کے بال اگاتا ہے۔[۱]

اسی طرح دوسرے مقام پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : خَيْرُ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضُ فَلْيَلْبَسْهَا أَحْيَاؤُكُمْ وَ كَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا: "تمہارا بہترین لباس سفید ہے، لہٰذا اسے اپنے زندہ لوگوں کو پہناؤ اور اپنے مُردوں کو اسی سے کفن دو کیونکہ یہ تمہارے بہترین کپڑوں میں سے ہے۔[۲]

سفید لباس کیوں مستحب ہے؟ رسالت مآب کو سفید لباس کیوں پسند ہے؟ اہل بیت علیہم السلام سفید لباس کو کیوں پسند فرماتے ہیں؟ سفید لباس کو اس لئے مستحب قرار دیا گیا ہے کہ اسے پہننے کے بعد آدمی نزاکت پسند ہو جاتا ہے، صفائی پسند ہو جاتا ہے، صاف جگہ بیٹھنے کا عادی ہو جاتا ہے اور اس لباس پر داغ نہیں لگنے دیتا، اسے میلا نہیں ہونے دیتا، اللہ چاہتا ہے کہ تم جس مقدار میں لباس جسم پر توجہ دیتے ہو (کم سے کم) اسی مقدار میں لباس روح کی جانب بھی متوجہ رہو اس لئے کہ ہم نے جو تمہیں سچائی کا لباس پہنایا ہے وہ تمہارے سفید لباس سے بھی زیادہ اُجلا ہے۔

انسان اچھا اور صاف ستھرا نیز پاک لباس پہننے کے بعد ہر جگہ نہیں بیٹھتا بلکہ یہ سوچتا ہے کہ صاف جگہ بیٹھوں، اچھی جگہ بیٹھوں۔

---

[۱]۔ عوالي اللئالي العزيزية في الأحاديث الدينية ج ۱، ص ۱۶۷۔ دینی احادیث میں عزیزیہ کے اعلیٰ ترین موتی، حصہ ۱، ص ۱۶۷۔

[۲]۔ بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۳۲۹۔

سفید لباس کو میلا ہونے میں دیر نہیں لگتی، گندا ہونے میں تاخیر نہیں ہوتی، خراب ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی، کالا ہونے میں تاخیر نہیں ہوتی، آسان الفاظ میں یوں سمجھئے کہ سفید لباس کو رنگین کرنا بہت آسان ہے لیکن کالے لباس کو سفید کرنا بہت مشکل ہے۔

اچھی تربیت والے بچے گندے ماحول سے بہت جلد برے ہو سکتے ہیں، لیکن گندی سوچ، غلط فکر اور تربیت کی کمی والے لوگ آسانی سے اچھے نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے لئے بہت وقت درکار ہوتا ہے۔

اگر بچے لباس کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے اور وہ اپنے لباس کو بہت جلد • گندا کر لیتے ہیں تو ایک ایسا وقت بھی آتا ہے ماں باپ انہیں زبردستی کھینچ کر لاتے ہیں اور ان کے لباس بدلواتے ہیں، اسی طریقہ سے پروردگار عالم جب اپنے بندہ کی حرکات و سکنات کو دیکھتا ہے تو افسوس کرتا ہے اور پھر توفیق کے ذریعہ اسے اپنی بارگاہ میں بلاتا ہے اور اقوال معصومینؑ کے ذریعے سے بہترین لباس پہنوا کر گندے لباس کو اتروا دیتا ہے، قطع رحمی کے لباس کو اتار کر صلہ رحمی کا لباس پہناتا ہے، جھوٹ کا لباس اتار کر سچائی کا لبادہ پہناتا ہے۔

محبتوں کے درمیان ہر چیز میں ایک نزاکت ہوتی ہے، ہر چیز میں ایک پسند ہوتی ہے، محبتوں کے درمیان پسند اور ناپسند کی بہت اہمیت ہوتی ہے، اسی لئے آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب انسان اپنے کسی چاہنے والے کے ساتھ بازار میں لباس خریدنے جاتا ہے تو سامنے والے کی پسند اور ناپسند کا بہت خیال کیا جاتا ہے۔

یہ تو ایک دم سامنے کی بات ہے، مسلسل تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ جب بیوی کوئی لباس لینے لگے تو شوہر کہتا ہے یہ رنگ تم پہ اچھا نہیں لگے گا، کبھی بیوی خود ہی کہہ دیتی ہے کہ آپ بتائیں میرے لئے کون سا رنگ اچھا رہے گا؟

اسی طریقہ سے جب شوہر اپنے لئے کوئی لباس خریدنے لگتا ہے تو بیوی کہتی ہے نہیں یہ والا اچھا نہیں ہے، یہ والا اچھا لگے گا، ایسی صورت میں لباس کا رنگ اور اس کی جنس ایک دوسرے کی مرضی کو دیکھ کر خریدا جاتا ہے، بیوی شوہر کا پسندیدہ لباس خریدتی ہے، شوہر بیوی کی پسند کا خیال کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ محبتوں کے درمیان رنگ کی بھی بہت اہمیت ہے، اگر ایک دوسرے کی مرضی کا خیال نہیں کریں گے تو زندگی میں رنگ کیسے بھرینگے!۔

جب رنگ کی بات آگئی ہے تو آئیے دیکھتے ہیں معصومین علیہم السلام کی نگاہوں میں کون کون سے رنگ بہت پسند ہیں؟ روایتوں میں ملتا ہے کہ کپڑے کا سب سے بہترین رنگ سفید ہے، اس کے بعد زرد رنگ، پھر سبز، پھر ہلکا سرخ اور پھر نیلا اور عدسی یعنی وائٹ یلو گرین لائٹ ریڈ، نیلا رنگ اور گلابی رنگ کا نمبر آتا ہے۔

❁ ❁ ❁

﴿شادی، سکونِ زندگی﴾

شادی بیاہ اور شریک حیات کے متعلق سورہ روم آیت ۲۱ میں خداوند عالم کا ارشاد گرامی ہورہاہے: "وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً، اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ " اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے مابین محبت اور مہربانی پیدا کی، بے شک اس چیز میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

آیت کی تفسیر

"وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُم " اللہ نے خود تمہاری نوع یعنی نوع انسانی سے تمہارے لئے جوڑے بنائے۔ انسان اپنے ہم نوع یعنی انسان سے مانوس ہوتا ہے۔

" لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا" تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔ اگر زوجہ نوع انسان سے نہ ہوتی تو وہ سکون حاصل نہ ہوتا جو انسان اور اپنی ہم نوع ہونے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ آیت کے اس جملہ سے واضح ہوا کہ مرد زوجہ کے زوجہ مرد کے بغیر بے سکون اور ناقص ہے۔ ایک بلب جل رہا ہے تو سکون ہے کہ نہیں! اندھیرے میں سکون نہیں ہوتا بلکہ روشنی میں سکون ہوتا ہے، اس بلب کے روشن ہونے میں چار چیزیں ہیں: ایک ہے نور، ایک ہے وائر، ایک ہے ہولڈر اور ایک ہے بلب؛ شوہر

ہولڈر ہے، زوجہ بلب ہے، دونوں کی شادی (ان کا رشتہ ازدواج) وائر ہے اور اس میں خوبصورتی توفیق الٰہی کا نور ہے۔

"وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً" اللہ نے شوہر اور زوجہ کے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کی۔ مجمع البیان میں آیا ہے کہ مودۃ کے معنی قربانی اور رحمت کے معنی مہربانی وشفقت ہے۔

ایک دوسرے کے لئے قربانی دینے کا کیا مطلب ہے؟ بھوک لگ رہی ہے کھانا کھانے کو جی چاہ رہا ہے، اگر دسترخوان پہ مرد ہے تو زوجہ سے کہے جب تک تم نہیں آؤ گی میں نہیں کھاؤں گا! یا دسترخوان پر زوجہ ہے وہ شوہر سے کہے جب تک آپ نہیں آئیں گے میں نہیں کھاؤں گی؛ شوہر بستر پہ سونے جارہا ہے تو زوجہ کو آواز دے کہ جب تک تم نہیں آؤ گی میں نہیں سوؤں گا؛ اگر زوجہ سونے کے قصد سے بستر کی جانب جارہی ہے تو وہ شوہر سے کہے جب تک آپ نہیں آئیں گی میں نہیں سوؤنگی، اگر شوہر سفر پہ جارہا ہے مثلاً کربلا جارہا ہے یا حج کرنے جارہا ہے تو بیوی سے کہے کہ جاؤں گا مگر جب تک تم خداحافظ کرنے نہیں آؤ گی تب تک میں نہیں جاؤں گا یا اگر زوجہ کے لئے راستہ ہموار ہو گیا تو وہ اپنے شوہر سے کہے کہ جب تک آپ خداحافظی کے لئے نہیں آئیں گے میں تب تک نہیں جاؤں گی اسی طریقہ سے سسرال جانے کا مسئلہ ہو یا لڑکی کے میکے جانے کا مسئلہ ہو تو ایک دوسرے سے یہی کہیں کہ جب تک آپ نہیں چلیں گے ہم بھی نہیں جائیں گے، جس دن یہ کیفیت ایک دوسرے کی بابت دونوں میں آجائے گی اسی وقت دونوں کے دلوں میں سچی محبت ہوگی اور اسی کا نام مودّت ہے، اسی کا نام سکون زندگی ہے، سکون زندگی محبت سے نہیں بلکہ

مودت سے حاصل ہوتا ہے، آیت نے پہلے مودت کہا اس کے بعد رحمت کہا، اس کا مطلب ہے کہ جہاں مودت حاصل ہو جائے وہاں رحمت ہی رحمت ہے۔

میاں بیوی کے درمیان مودّت کا لفظ استعمال ہوا ہے، مودّت قربانی کے معنی میں ہے، یقیناً اگر ایک دوسرے کی خواہشات کے بارے میں قربانی موجود رہے تو پھر ان کا گھر اس مودّت کی وجہ سے جنت کی مثال ہو جائے گا، یقیناً آپس میں مودّت ہو تو گھر جنت، اہل بیت سے مودّت ہو تو وہ جنت، محبت کی وجہ سے یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے کشش رکھتے ہیں نیز قریب آجاتے ہیں اور رحمت کے سبب ایک دوسرے کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ چونکہ شفقت و مہربانی کی نوبت ضرورت اور احتیاج کی صورت میں پیش آتی ہے لہٰذا زوجین میں سے ہر ایک کو دوسرے کے لئے مہربان بنادیا۔ "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ" غور و فکر کرنے والوں کے لئے یقیناً ان میں نشانیاں ہیں۔

ازدواج، سیرت انبیاء و معصومینؑ کی بجاآوری ہے:

انبیاء و معصومین علیہم السلام کی سیرت یہ ہے کہ انہوں نے شادیاں کیں، خاندان آباد کئے اور عوام النّاس کے درمیان زندگیاں گزاریں۔ جو شخص بھی ازدواج کرتا ہے، وہ انبیاء و معصومین علیہم السلام کی سیرت پر عمل کرتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ احد سے لوٹ کر مدینہ واپس آئے تو بنت جحش سے فرمایا: تمہارے ماموں "حمزہؑ" شہید ہو گئے، انہوں نے کہا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" خدا سے اس مصیبت کا اجر مانگتی ہوں، پھر آپؐ نے فرمایا: تمہارا بھائی بھی شہادت پر فائز ہو گیا، انہوں نے کہا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پھر آپؐ نے

فرمایا: تمہارا شوہر بھی شہادت پر فائز ہو گیا، یہ سن کر وہ سر پیٹنے لگیں اور فریاد کرنے لگیں، صبر نہ کر سکیں، عورت مرد دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بھی ہیں اور تکمیل کا ذریعہ بھی ہیں، مرد عورت دونوں ایک دوسرے کے بغیر ناقص ہیں، زندگی کے سکون اور اجتماعی راحت، زندگی کا لطف ساتھ میں رہ کر ہی حاصل ہوتا ہے، مودّت اور رحمت ہی سے انسانی معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے، کوئی بھی عمارت اینٹوں سے بنتی ہے مگر دو اینٹوں کے بیچ میں گارے یا سیمینٹ کی ضرورت پیش آتی ہے ،اسی گارے یا سیمینٹ کو مودّت کہا جاتا ہے۔

سیرت کی کتابوں میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک خاتون نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا: میں نے فضیلت وکمال حاصل کرنے کی خاطر شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: اپنے اس فیصلہ سے دستبردار ہو جاؤ، اس لئے کہ اگر شادی نہ کرنے میں کوئی فضیلت اور کمال ہوتا تو دخترِ رسول حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کیوں ازدواج کرتیں !۔ دنیا کی کوئی سی بھی ایسی فضیلت نہیں ہے جو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو حاصل نہ ہو!۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: "اَلنِّكَاحُ مِنۡ سُنَّتِي فَمَنۡ رَغِبَ عَنۡ سُنَّتِي فَلَيۡسَ مِنِّي" نکاح میری سنّت ہے جو انسان اس (سنّتِ نکاح) سے منھ موڑے گا وہ شخص مجھ سے نہیں ہے (یعنی میری امّت میں سے نہیں ہے)۔[1]

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۲۲۰۔

چونکہ ازدواج کرنا حکم خدا اور سنّتِ انبیاء و مرسلین ہے اسی لئے شادی شدہ انسان کی عبادت کو غیر شادی شدہ آدمی کی عبادت پر فضیلت دی گئی ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے: "اَلْمُتَزَوِّجُ النَّائِمُ أَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ مِنَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْعَزَبِ" اللہ کے نزدیک ایک شادی شدہ سویا ہوا شخص، غیر شادی شدہ قائم اللیل اور صائم النہار سے افضل ہے۔[1]

اسی طرح ایک مقام پر امام صادق علیہ السلام کا ارشادِ مبارک ہے: "رَكْعَتَانِ يُصَلِّيهِمَا مُتَزَوِّجٌ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ رَكْعَةً يُصَلِّيهَا غَيْرُ مُتَزَوِّجٍ" شادی شدہ شخص کی دو رکعت نماز، غیر شادی شدہ شخص کی ستّر رکعت نماز سے افضل ہے۔[2]

ازدواج، حفاظت دین کا باعث ہے:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے: "مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ أَحْرَزَ نِصْفَ دِينِهِ فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي" جس نے ازدواج کیا یقیناً اس نے اپنا نصف دین محفوظ کر لیا، باقی نصف دین کے لئے وہ خدا سے مدد مانگے اور الٰہی تقویٰ اختیار کرے۔[3]

ازدواج کے لئے مناسب عمر:

دین اسلام میں نہ صرف یہ کہ ازدواج کے فوائد گنوائے گئے ہیں بلکہ جلد از جلد ازدواج کرنے بھی پر زور دیا گیا ہے، آئیے دیکھتے ہیں کہ اسلامی اقدار کے مطابق ازدواج کے لئے مناسب عمر کیا ہے؟

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۲۲۱۔

[2]۔ بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۲۱۹۔

[3]۔ بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۲۱۹۔

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور آپؐ نے فرمایا: "اے لوگو! جبرئیل خدا کی طرف سے پیغام لیکر آئے ہیں کہ کنواری لڑکیاں درختوں کے پھلوں کی مانند ہیں، اگر پھلوں کو بروقت درختوں سے نہ اتارا جائے تو انہیں سورج کی شعاعیں خراب کر دیتی ہیں اور ہوائیں بکھیر دیتی ہیں۔

شوہر اور بیوی کے حقوق:

زوجہ کی شکایت: امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے عثمان ابن مظعون کی زوجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! عثمان دن بھر روزہ رکھتے ہیں، رات بھر نماز پڑھتے ہیں جس کے سبب میرے پاس نہیں آپاتے، حضرتؐ غضب ناک ہو کر عثمان کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اے عثمان! خدا نے مجھے رہبانیت کے لئے مبعوث نہیں فرمایا بلکہ دین مبین کے لئے مبعوث کیا ہے، میں روزہ بھی رکھتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور اپنی بیویوں کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں؛ جو شخص میرے دین کا خواستگار ہو اسے چاہئے کہ میری سنت پر بھی عمل کرے اور جہاں میری دیگر سنتیں ہیں انہی سنتوں میں یہ بھی ہے کہ عورتوں سے نکاح کر کے ان کے حقوق ادا کئے جائیں۔

ایک روایت میں ہے اس طرح آیا ہے کہ تین عورتیں رسالت مآبؐ کی خدمت میں آئیں، ایک نے عرض کیا: میرا خاوند گوشت نہیں کھاتا، دوسری نے عرض کیا: میرا خاوند خوشبو نہیں سونگھتا، تیسری نے عرض کیا: میرا شوہر حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا؛ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الشرف سے باہر تشریف لائے جب کہ

ناراضگی کے آثار چہرہ مبارک سے نمایاں تھے، آپؐ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے پروردگار عالم کے بعد ارشاد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میرے اصحاب میں سے ایک گروہ نے گوشت کھانا چھوڑ دیا! دوسرے نے خوشبو سونگھنا چھوڑ دیا اور تیسرے نے حقوق زوجیت کی ادائیگی کو ہی ترک کر دیا! میں خود گوشت کھاتا ہوں، خوشبو بھی سونگھتا ہوں، اپنی ازواج کے شرعی حقوق بھی پورے کرتا ہوں، جو شخص میری سنت کے خلاف ہے وہ میری امت سے خارج ہے۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ ایک عورت نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ میرا شوہر میرے پاس نہیں آتا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے اپنے آپ کو خوشبو سے معطر کیا تھا؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! لیکن میرا شوہر مجھ سے دور رہا، رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر اسے حقوق زوجیت ادا کرنے کا ثواب معلوم ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتا، پھر ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمہاری طرف متوجہ ہوگا تو فرشتے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور اسے اتنا ثواب ملے گا گویا تلوار کھینچ کر خدا کی راہ میں جہاد کیا ہے اور جس وقت وہ تمہارے شرعی حقوق ادا کرے گا اس کے گناہ اس طرح جھڑ جائیں گے جیسے موسم خزاں میں پتے جھڑ جاتے ہیں اور جس وقت وہ غسل کرے گا تو کوئی گناہ اس کے ذمہ باقی نہ رہے گا۔[1]

[1] ۔ تہذیب الاسلام، ص ۱۹۱۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "عورت اس گلوبند کی مانند ہے جو تم اپنی گردن میں باندھتے ہو اور یہ دیکھنا خود تمہارا کام ہے کہ تم اپنے گلے میں کیسا گلو بند پہننا پسند کرتے ہو"۔

امامؑ نے فرمایا: پاک دامن عورت بدکردار عورت کے برابر نہیں ہو سکتی، بدکردار عورت پاک دامن عورت کے برابر نہیں ہو سکتی، پاک دامن کی قدر و قیمت سونے اور چاندی سے کہیں زیادہ بہتر ہے بلکہ پاکدامن خاتون کے مقابل سونے چاندی کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور بدکردار عورت خاک کے برابر بھی نہیں بلکہ خاک اس سے کہیں بہتر ہے؛ میرے جدامجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیٹی کا اپنے جیسے خاندان میں رشتہ کرو اور اپنے جیسے خاندان سے رشتہ لو، اگر کوئی شخص اپنی شادی کرنا چاہتا ہے تو ایسی خاتون سے شادی کرے جو اس کے لئے موزوں ہوں تاکہ اس سے لائق ور فرزند پیدا ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص مال اور حسن و جمال کے لئے نکاح کرے گا وہ دونوں سے محروم رہے گا اور جو شخص پرہیزگاری اور دین کے لئے نکاح کرے گا اللہ اس کو مال بھی دے گا اور جمال بھی دے گا۔

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: جس عورت کی خواستگاری کی جائے، اس میں یہ صفتیں ہونی چاہئیں کہ اس کا رنگ گندمی، پیشانی فراخ، آنکھیں سیاہ، میانہ قد، متناسب اعضاء، اگر کسی کو ایسی عورت میسر ہو تو وہ اس سے عقد کرے۔[1]

---

[1]۔ تہذیب الاسلام، ص ۱۲۰۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: خوبصورت عورت مرد کی خوش نصیبی کی دلیل ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت تم کسی خاتون کی خواستگاری کرو تو اس کے بالوں کی نسبت دریافت کرلو کیونکہ بالوں کی خوبصورتی نصف حسن ہے

۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری عورتوں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے یہاں اولاد زیادہ پیدا ہوتی ہو، اپنے شوہر کی خیر خواہ ہو، صاحب فتح ہو، اپنے عزیز و اقارب میں عزت رکھتی ہو، اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرے، اس سے خوش اخلاق سے پیش آئے، غیروں سے شرم کرے، اپنی پاک دامنی کا خیال رکھے، شوہر کا حکم مانے، جب شوہر اس سے اپنا شرعی حق طلب کرے تو وہ کوئی اعتراض نہ کرے۔

اس کے بعد فرمایا: تمہاری عورتوں میں سب سے بدتر وہ ہے جو اپنی قوم میں ذلیل ہو، اپنے شوہر پہ مسلط ہو، بچے نہ پیدا کرے، کینہ رکھتی ہو، بدکاری کی پرواہ نہ کرے، جب شوہر موجود نہ ہو تو دوسروں کو دکھانے کے لئے بناؤ سنگھار کرے، جب شوہر آجائے تو پردہ نشین بن جائے!، اس کی بات نہ سنے، اس کی اطاعت نہ کرے اور جب شوہر اس سے خلوت کرے تو اس سے بداخلاقی سے پیش آئے۔

ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میری زوجہ اس قسم کی ہے کہ میں جب گھر آتا ہوں تو میرا استقبال کرتی ہے، جب باہر نکلتا ہوں تو دروازہ تک پہنچاتی ہے، جب مجھے غمگین دیکھتی ہے تو دریافت کرتی ہے کہ کیا فکر ہے اور کہتی ہے کہ اگر فکر معاش ہے تو خدا

تمہاری اور سب بندوں کی روزی کا کفیل ہے اور اگر آخرت کی فکر ہے تو خدا اس فکر کو اور زیادہ کرے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: تمہاری بیوی انتہائی خوش نصیب عورتوں میں سے ہے، اس کو ایک راہِ خدا میں شہید ہونے والے انسان کا آدھا اجر ملے گا۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا عقلمند اور صاحب ثروت تھا، اس کا ایک بیٹا ایک ایسی زوجہ سے تھا جو عفیفہ اور نیک تھی، یہ لڑکا شکل و صورت میں اپنے باپ سے مشابہ تھا اور اس انسان کے دو بیٹے دوسری بیوی سے تھے جو صاحب عفت نہ تھی، جب اس کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو اس نے بیٹوں سے کہا کہ میرا سارا مال و متاع تم میں سے ایک کا ہے، باپ کے مرنے کے بعد ہر ایک دعویدار تھا کہ مال میرا ہے، آخر مقدمہ قاضی کے پاس گیا، قاضی نے کہا: فیصلہ سے پہلے ان تینوں بھائیوں کے پاس چلو، جب پہنچے اور ان تینوں سے ملاقات ہوئی تو قاضی نے عجیب منظر دیکھا! جو بیٹا سب سے بڑا تھا وہ سب سے جوان، دوسرے نمبر کا بیٹا ادھیڑ عمر کا اور تیسرے نمبر کا بیٹا ایک دم ضعیف العمر تھا!۔

قاضی نے سوال کیا: اس برعکس نظام کا کیا سبب ہے؟ سب سے بڑے بھائی نے بتایا کہ میرے چھوٹے بھائی کی بیوی بہت بری ہے اور وہ اس کی برائیوں پہ صبر کرتا ہے، اس خیال سے کہ وہ کسی اور مصیبت میں مبتلا نہ ہوجائے، اسی وجہ سے وہ بوڑھا ہوگیا ہے، دوسرے نمبر والے بھائی کی بیوی ایسی ہے کہ کبھی اسے خوشحال رکھتی ہے

اور کبھی رنجیدہ، اس وجہ سے وہ ادھیڑ عمر کا ہوگیا ہے اور میری بیوی مجھے ہمیشہ خوش رکھتی ہے کبھی پریشان نہیں کرتی یہی وجہ ہے کہ میں ابھی تک جوان ہوں۔

قاضی نے کہا: اس تناظر میں تم لوگوں کے حق میں یہ فیصلہ ہے کہ پہلے تم سب جاؤ، اپنے باپ کی ہڈیاں نکال کر جلا ڈالو پھر میرے پاس آنا، اس کے بعد میں تمہارا فیصلہ کروں گا جب وہ تینوں چلے تو چھوٹے بھائی نے تلوار اٹھائی اور دیگر دونوں بھائیوں نے کھدائی کے سامان اٹھائے، باپ کی قبر پہ پہنچ کر بڑے بھائی نے جیسے ہی کھدائی شروع کرنا چاہا چھوٹے بھائی نے تلوار کھینچی کہ میں اپنے باپ کی قبر کو نہیں کھودنے دوں گا، مال جو کچھ ہے وہ تم دونوں آپس میں تقسیم کر لو لیکن یہ کام نہیں ہو سکتا، تم باپ کی قبر نہیں کھود سکتے، قاضی کے پاس یہ بات پہنچی، قاضی نے تمام مال چھوٹے بیٹے کو دے دیا اور دونوں بڑے بیٹوں سے کہا کہ تم بھی اگر اس مرحوم کی اولاد ہوتے تو جس طرح چھوٹے بیٹے نے محبت فرزندی نبھائی اسی طرح تم بھی باپ کی ہڈیاں کھودنے سے رک جاتے، یہاں سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ بچہ پر ماں کے دودھ کا اثر ضرور ہوتا ہے۔[1]

❁ ❁ ❁

[1] ۔ بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ، ص ۲۲۲ تا ۲۲۴۔

﴿عدد چار﴾

بہت سے تاریخی واقعات اور بہت سی روایات میں چار عدد کی جانب اشارہ ہوا ہے کہ یہ چار کام کرو، فلاں چار چیزیں اپناؤ وغیرہ وغیرہ، اس کی بہت سی مثالیں نظر آتی ہیں جن میں سے کچھ کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔ مثلاً:

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: چار باتیں انسان کو عمل پر ابھارتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار امراض چار سخت اور مہلک امراض کو دور کرتے ہیں۔ امام موسی کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت موسیٰؑ نے اس کو بلایا اور قبر حضرت یوسف کا پتہ پوچھا، اس نے کہا کہ جانتی تو ہوں مگر جب تک آپ چار باتوں کا وعدہ نہ کریں گے میں نہیں بتاؤں گی۔

روایت میں اس طرح آیا ہے: "وَ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: أَرْبَعُ خِصَالٍ تُعِيْنُ الْمَرْءَ عَلَى الْعَمَلِ ،اَلصِّحَّةُ وَ الْغِنَى وَ الْعِلْمُ وَ التَّوْفِيقُ" مولا امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: چار باتیں انسان کو عمل پر ابھارتی ہیں (عمل کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں) ایک تو صحت، دوسرے مالداری، تیسرے علم اور چوتھے توفیق۔[1]

اسلام صحت کی طرف دعوت دیتا ہے اس لئے کہ صحت مند رہیں گے تو ہی روزہ نماز ہوپائے گا، صحت مند رہیں گے تو ہی کمانے جائیں گے، اگر دولت نہیں رہے گے، صحت نہیں رہے گی تو عمل کی طرف نہیں جائیں گے؛ دولت نہیں رہے

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۷۵، ص۷۹۔

گی تو نیکیاں نہیں حاصل کر سکیں گے جیسے قوم کی خدمت، سخاوت، حج، عمرہ اور علم؛ اگر علم نہیں ہو گا تو ہم پہلی دو چیزیں نہیں حاصل کر سکیں گے، صحت بھی علم کے ساتھ ہی حاصل ہوتی ہے یعنی علم ہو گا تو ہی آپ کتنا کھانا کھایا جائے کنٹرول کر سکیں گے اور علم ہو گا تو ہی آپ دولت حاصل کر سکیں گے، آج علم کی ہی بنا پہ لوگوں کے پاس دولت ہے؛ یہ تو مشاہدہ کر سکتے ہیں جو علم حاصل نہیں کر پائے وہ کم کما رہے ہیں اور جو علم والے ہیں وہ لاکھوں کما رہے ہیں؛ یہ تینوں چیزیں انسان کے ہاتھ میں ہیں، صحت اپنے ہاتھ میں، مال اپنے ہاتھ میں، علم اپنے ہاتھ میں لیکن توفیق ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے، توفیق حاصل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھا کے بھیک مانگنا ہے، خدایا! مجھے توفیق دے صحت کی، مال کی، علم کی اور توفیق دے کہ اپنی صحت کو صحیح طریقہ سے استعمال کر سکوں، توفیق دے کہ اپنے مال کو صحیح طرز پر استعمال کر سکوں، توفیق دے کہ اپنے علم پر عمل کر سکوں۔

اگر کہا جائے کہ تین کام ہمارے ذمہ ہیں اور چوتھا کام خدا کے حوالہ ہے تو یہ غلط ہو جائے گا کیونکہ عمل کی طرف دوڑنے کا جو کام ہے عمل کی طرف بڑھنے کی جو باتیں ہیں وہ تین نہیں بلکہ چار ہیں جن میں سے تین ہمارے ہاتھ میں ہیں اور چوتھی چیز کو اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، جب تک چوتھی چیز یعنی توفیق شامل حال نہیں ہو گی تب تک ہم کسی بھی نیکی میں سبقت نہیں کر سکیں گے۔

ایک روایت میں اس طرح مرقوم ہے: "وَ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : لاَ تَكْرَهُوا أَرْبَعَةً. اَلرَّمَدَ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ عُرُوقَ الْعَمَىٰ وَ الزُّكَامَ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ عُرُوقَ الْجُذَامِ وَ السُّعَالَ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ عُرُوقَ الْفَالِجِ وَ الدَّمَامِيلَ فَإِنَّهَا

تَقْطَعُ عُرُوْقَ الْبَرَصِ" رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار چیزوں کو برا مت سمجھو کیونکہ چار امراض ایسے ہیں جو چار مہلک امراض کو دور کرتے ہیں، آشوب چشم نابینائی کو دور کرتی ہے، زکام سے جذام دور ہوتا ہے، کھانسی سے فالج دور ہوتا ہے اور پھنسی پھوڑوں سے برص یعنی سفید داغ دور ہوتے ہیں۔[1]

ایک روایت اس طرح آئی ہے: "عَلِيُّ بْنُ فَضَّالٍ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: اِحْتَبَسَ الْقَمَرُ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَأَوْحَى اللهُ إِلَى مُوسَى أَنْ أَخْرِجْ عِظَامَ يُوسُفَ مِنْ مِصْرَ وَوَعَدَهُ طُلُوعَ الْقَمَرِ إِذَا أَخْرَجَ عِظَامَهُ فَسَأَلَ مُوسَى عَمَّنْ يَعْلَمُ مَوْضِعَ قَبْرِ يُوسُفَ فَقِيلَ لَهُ هَاهُنَا عَجُوزٌ تَعْلَمُ عَلَمَهُ فَبَعَثَ إِلَيْهَا فَأُتِيَ بِعَجُوزٍ مُقْعَدَةٍ عَمْيَاءَ فَقَالَ لَهَا أَ تَعْرِفِينَ مَوْضِعَ قَبْرِ يُوسُفَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَأَخْبِرِينِي بِهِ قَالَتْ لَا حَتَّى تُعْطِيَنِي أَرْبَعَ خِصَالٍ تُطْلِقَ لِي رِجْلَيَّ وَ تُعِيدَ إِلَيَّ بَصَرِي وَ تُعِيدَ إِلَيَّ شَبَابِي وَ تَجْعَلَنِي مَعَكَ فِي الْجَنَّةِ، قَالَ فَكَبُرَ ذَلِكَ عَلَى مُوسَى قَالَ فَأَوْحَى اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيْهِ يَا مُوسَى أَعْطِهَا مَا سَأَلَتْ فَإِنَّكَ إِنَّمَا تُعْطِي عَلَيَّ فَفَعَلَ فَدَلَّتْهُ عَلَيْهِ فَاسْتَخْرَجَهُ مِنْ شَاطِئِ النِّيلِ فِي صُنْدُوقِ مَرْمَرٍ فَلَمَّا أَخْرَجَهُ طَلَعَ الْقَمَرُ فَحَمَلَهُ إِلَى الشَّامِ فَلِذَلِكَ تَحْمِلُ أَهْلُ الْكِتَابِ مَوْتَاهُمْ إِلَى الشَّامِ" امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: بنی اسرائیل کے لئے چاند طلوع ہونا بند ہوگیا تھا، خداوند عالم نے حضرت موسیٰ پر وحی فرمائی کہ جناب یوسف کی ہڈیوں کو مصر سے شام لے جاکر دفن کردو تو چاند طلوع ہوگا، جناب موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے

[1]۔ بحار الانوار، ج۵۹، ص۳۰۱۔

دریافت کیا کہ جناب یوسفؑ کی قبر مبارک کہاں ہے؟ سب نے جواب دیا کہ ہم کو نہیں معلوم مگر ایک بوڑھی نابینا عورت کو معلوم ہے، حضرت موسیٰ نے اس کو بلایا اور قبر حضرت یوسف کا پتہ پوچھا، اس نے کہا کہ جانتی تو ہوں مگر جب تک آپ چار باتوں کا وعدہ نہ کریں گے میں نہیں بتاؤں گی، آپؑ نے سوال کیا: وہ کون سی باتیں ہیں؟ اس نے کہا: میری آنکھیں روشن ہو جائیں، میرے پیروں میں چلنے کی طاقت آجائے، میری جوانی پلٹ آئے اور جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ حضرتؑ نے اس کی باتوں کو سنا تو اس کی فرمائشیں بہت سخت معلوم ہوئیں، وحی الٰہی ہوئی کہ موسیٰ! اس کی فرمائشیں پوری کیوں نہیں کرتے؟ حاجت روائی تو میرا کام ہے! یہ سنتے ہی حضرت موسی علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھا دیئے، ضعیفہ جوان ہوگئی اور اس نے قبر جناب یوسف کا پتہ بتایا، جناب موسیٰ نے قبر پر جاکر دیکھا تو سنگ مرمر کے ایک صندوق میں جناب یوسفؑ کی لاش رکھی ہوئی تھی، آپؑ نے وہاں سے تابوت اٹھایا اور شام میں لے جاکر دفن کیا، اس عمل کے بعد چاند طلوع ہوا، اسی بنا پر آج تک بھی تمام یہودی اپنے مُردوں کو شام لے جاتے ہیں۔[1]

❋ ❋ ❋

---

[1] ۔علل الشرائع، ج۱، ص۲۹۶۔

﴿حصولِ رزق اور قبولیتِ دعا کے اسباب﴾

روایات میں رزق حاصل کرنے اور دعاؤں کے قبول ہونے کے اوقات نیز دعائیں قبول نہ ہونے کے اسباب اور رزق میں فراوانی و تنگی کی وجوہات سب کچھ بیان ہوا ہے، لہٰذا ہمیں اس بارے میں غور و خوض کرنا چاہئے، باتیں بہت چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن اگر ان پر عمل کیا جائے تو بہت بڑے بڑے فائدوں کی حامل ہیں۔

ایک روایت میں اس طرح منقول ہے: " قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُسْتَجَابُ الدُّعَاءُ فِي أَرْبَعَةِ مَوَاطِنَ فِي الْوَتْرِ وَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ وَ بَعْدَ الظُّهْرِ وَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ" مولا امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دعا قبول ہونے کے چار مواقع ہیں: نماز وتر میں، نماز فجر کے بعد، نماز ظہر کے بعد اور نماز مغرب کے بعد۔[1]

یہاں آکر ایک سوال سر اٹھاتا ہے کہ ہم لوگ وتر کے وقت جاگتے نہیں، فجر میں اٹھتے نہیں، ظہر میں نماز پڑھنے جاتے نہیں، نماز مغرب پڑھتے نہیں جو اوقات لینے کے ہیں اس میں موجود ہی نہیں ہوتے تو دعا قبول کیسے ہوگی؟۔ ہم صبح میں اٹھتے ہیں تو اٹھتے ہی سیدھے چائے پر، نماز ظہر کے وقت کام پر، نماز مغرب کے وقت فٹ پاتھ پر؛ اس نے جو عطا کرنے کے اوقات معین کئے ہیں، جن اوقات میں وہ حی علی خیر العمل کہہ کر اپنی جانب بلا رہا ہے، ان اوقات میں تو ہم زندگی کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں پھر دعا کیسے قبول ہو!۔

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۹۰، ص ۳۴۶۔

نماز وتر میں دعا کیوں قبول ہوتی ہے؟ اس لئے قبول ہوتی ہے کہ جس وقت سب سو رہے ہیں اس وقت آپ اٹھ کر چالیس مومنین کے لئے دعا کر رہے ہیں، خدا کہتا ہے کہ دیکھو سب سو رہے ہیں لیکن یہ میرا بندہ سب لوگوں کو اپنی دعاؤں میں شامل کئے ہوئے ہے، اے میرے ملائکہ! میرے اس بندہ کو سب سے زیادہ دیا کرو۔ قارئین کرام! یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ جو انسان دوسروں کے لئے اپنی نیند قربان کر دیتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: " عَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَ عَصَافِيرُ عَلَى الْحَائِطِ قُبَالَتَهُ يَصِحْنَ فَقَالَ يَا أَبَا حَمْزَةَ! أَتَدْرِي مَا يَقُلْنَ قَالَ يَتَحَدَّثْنَ أَنَّ لَهُنَّ وَقْتاً يَسْأَلْنَ فِيهِ قُوتَهُنَّ يَا أَبَا حَمْزَةَ! لَا تَنَامَنَّ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ فَإِنِّي أَكْرَهُهَا لَكَ إِنَّ اللهَ يُقَسِّمُ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ أَرْزَاقَ الْعِبَادِ وَ عَلَى أَيْدِينَا يُجْرِيهَا " ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام علی ابن الحسین علیہما السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور دیواروں پر کچھ چڑیاں بیٹھی تھیں جو آپ کے سامنے شور مچا رہی تھیں، آپؑ نے دریافت فرمایا: اے ابو حمزہ! کیا تم جانتے ہو کہ یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: یہ آپس میں کلام کر رہی ہیں، یہ ان کا وہ وقت ہے جس میں وہ خدا سے روزی کا سوال کرتی ہیں، اے ابو حمزہ! طلوع آفتاب سے پہلے نہ سویا کرو، میں تمہارے لئے اس بات کو پسند نہیں کرتا ہوں؛ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب خداوند

عالم اپنے بندوں کے لئے رزق کی تقسیم فرماتا ہے جو ہمارے ہاتھوں سے تقسیم ہوتا ہے۔[1]

اسی طرح ایک دوسری روایت میں کچھ اس انداز سے منقول ہے: "وَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِنَانٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ عَنِ السَّاعَةِ الَّتِي يُسْتَجَابُ فِيهَا الدُّعَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ: مَا بَيْنَ فَرَاغِ الْإِمَامِ مِنَ الْخُطْبَةِ إِلَى أَنْ تَسْتَوِيَ الصُّفُوفُ وَ سَاعَةٌ أُخْرَى مِنْ آخِرِ النَّهَارِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ وَ كَانَتْ فَاطِمَةُ تَدْعُو فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ" عبداللہ بن سنان سے روایت ہے کہ میں نے چھٹے امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: روز جمعہ وہ کون سا وقت ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: جب امام خطبہ دے چکے اور نماز کے لئے صفیں تیار ہوں، اس لمحہ دعا قبول ہوتی ہے، دوسرا موقع وہ ہے جب سورج ڈوب رہا ہو، اس وقت شہزادی زہرا صلوات اللہ علیہا دعا کیا کرتی تھی۔[2]

مذکورہ حدیث جمعہ کے دن خاص اوقات میں دعا کی قبولیت کی نشاندہی کرتی ہے اور اہلِ ایمان کے لئے بہترین موقع ہے کہ ان اوقات کو غنیمت جان کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اپنی حاجات طلب کریں۔

ایک روایت اس انداز سے بیان ہوئی ہے: " وَ رُوِيَ أَنَّ الصَّادِقَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ مَرِضَ فَأَمَرَ مَنْ عِنْدَهُ أَنْ يَسْتَأْجِرُوا لَهُ أَجِيراً يَدْعُو لَهُ عِنْدَ قَبْرِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَوَجَدُوا رَجُلاً فَقَالُوا: لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ: أَنَا أَمْضِي وَ لَكِنَّ الْحُسَيْنَ إِمَامٌ مُفْتَرَضُ الطَّاعَةِ وَ هُوَ إِمَامٌ مُفْتَرَضُ الطَّاعَةِ

[1]۔ بحار الانوار، عربی، ج۴۶، ص ۲۳۔ بحار الانوار، اردو، ج۶، ص ۳۲۔

[2]۔ بحار الانوار، ج۹۰، ص ۳۴۸۔

فَرَجَعُوا إِلَى الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، وَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: هُوَ كَمَا قَالَ وَلَكِنْ أَمَا عَرَفَ أَنَّ لِلّٰهِ تَعَالَى بِقَاعاً يُسْتَجَابُ فِيهَا الدُّعَاءُ فَتِلْكَ الْبُقْعَةُ مِنْ تِلْكَ الْبِقَاعِ "روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ امام صادق علیہ السلام بیمار ہوئے تو آپؑ نے اپنے خادموں سے فرمایا: میرے لئے ایک شخص کو اجرت پر لے آؤ جو میرے لئے امام حسین علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر دعا کرے۔ وہ لوگ ایک شخص کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ہمارے آقا امام صادقؑ کے لئے دعا کرو، اس شخص نے جواب دیا: میں وہاں جا تو سکتا ہوں لیکن حسینؑ بھی امام ہیں جن کی اطاعت واجب ہے اور جعفر بن محمدؑ یعنی امام صادقؑ بھی امام ہیں جن کی اطاعت واجب ہے۔ وہ لوگ واپس امام صادقؑ کے پاس آئے اور سارا واقعہ بتایا۔ امامؑ نے فرمایا: اس نے صحیح کہا، لیکن کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ ایسی مخصوص جگہیں ہیں جہاں دعا ضرور قبول ہوتی ہے؟ اور وہ مقام (روضۂ حسینؑ) انہی جگہوں میں سے ایک ہے۔[1]

ایک روایت اس انداز سے نقل ہوئی ہے: "عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ: اَلدُّعَاءُ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّلاَةِ نَفْلاً" رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: واجب نماز کی ادائیگی کے بعد دعا کرنا نافلہ نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔[2]

نماز کے فوراً بعد تسبیح زہرا سلام اللہ علیہا پڑھی جاتی ہے، اس کے بعد دعائیں، تعقیبات ہیں جو معصومین علیہم السلام کی جانب سے خاص تاکید کی حامل ہیں؛ وہ سب دعائیں بہتر ہیں نافلہ سے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے دعائیں پڑھو بعد میں

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، ج۱۴، ص۵۳۷۔

[2]۔ مستدرک الوسائل، ج۵، ص۳۲۔

نافلہ کی نماز، کیونکہ یہ وقت دعا کی قبولیت کا وقت ہے، جو دعا معصومؑ نے دی ہو وہ کیسے قبول نہ ہوگی!۔

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "وَ أَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلصَّلاَةُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ الدُّعَاءُ لِإِخْوَانِكَ الْمُؤْمِنِينَ ثُمَّ الدُّعَاءُ لِنَفْسِكَ بِمَا أَحْبَبْتَ وَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ اَلْعَبْدُ مِنَ اللهِ إِذَا كَانَ فِي السُّجُودِ" بہترین دعا رسول و آل رسولؐ پر درود بھیجنا ہے اور اپنے مومن بھائیوں کے لئے دعا کرنا ہے، اس کے بعد اپنے لئے دعا، سجدہ کی حالت میں انسان اللہ سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔[1]

مومن کی دعا دیر سے قبول ہوتی ہے کیونکہ اللہ اس کی آواز زیادہ سننا پسند کرتا ہے:

روایت کچھ اس انداز سے آئی ہے: "وَ رُوِيَ عَنِ الْعَالِمِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَسُئِلَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ لِكُلِّ دَاءٍ دُعَاءٌ فَإِذَا أُلْهِمَ الْمَرِيضُ اَلدُّعَاءَ فَقَدْ أَذِنَ اللهُ فِي شِفَائِهِ وَ قَالَ أَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلصَّلاَةُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ الدُّعَاءُ لِلْإِخْوَانِ ثُمَّ الدُّعَاءُ لِنَفْسِكَ فِيمَا أَحْبَبْتَ وَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ اللهِ سُبْحَانَهُ إِذَا سَجَدَ وَ قَالَ الدُّعَاءُ أَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ لِأَنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْ لاَ دُعَاؤُكُمْ وَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَيُؤَخِّرُ إِجَابَةَ اَلْمُؤْمِنِ شَوْقاً إِلَى دُعَائِهِ وَ يَقُولُ صَوْتٌ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ وَ يُعَجِّلُ إِجَابَةَ اَلْمُنَافِقِ وَ يَقُولُ صَوْتٌ أَكْرَهُ سَمَاعَهُ" ہر بیماری کے لئے ایک دوا ہے۔ ان سے پوچھا گیا: اس دوا سے کیا مراد ہے؟" فرمایا: ہر بیماری کے لئے ایک دعا ہے۔ اگر مریض کو دعا

[1] الفقہ المنسوب إلی الإمام الرضا علیہ السلام، ج۱، ص۳۴۵۔

کی توفیق عطا ہو جائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے اس کی شفا کا ارادہ فرمالیا ہے۔

پھر فرمایا: سب سے افضل دعا محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین پر صلوات بھیجنا ہے، اس کے بعد اپنے مومن بھائیوں کے لئے دعا کرنا اور اس کے بعد اپنے لئے وہ دعا مانگنا جو تم پسند کرتے ہو۔" فرمایا: اللہ سبحانہ کے سب سے زیادہ قریب بندہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ پھر فرمایا: دعا، قرآن کی تلاوت سے افضل ہے کیونکہ اللہ عزوجل سورہ فرقان کی آیت ۷۷ میں فرماتا ہے: کہہ دو! اگر تمہاری دعا نہ ہوتی، تو میرا پروردگار تمہاری پروا نہ کرتا۔ پھر فرمایا: "اللہ عزوجل مومن کی دعا کی قبولیت کو اس لئے مؤخر کرتا ہے تاکہ وہ (مومن) زیادہ دعا کرے۔ اور فرماتا ہے: یہ ایسی آواز ہے جسے میں سننا پسند کرتا ہوں۔ جبکہ منافق کی دعا جلدی قبول کر لیتا ہے، اور فرماتا ہے: یہ ایسی آواز ہے جسے میں سننا ناپسند کرتا ہوں۔[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دعا ہر بیماری کی روحانی دوا ہے۔ دعا کی توفیق مل جانا شفا کی علامت ہے۔ سب سے افضل دعا صلوات ہے، اس کے بعد اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے دعا کرنا اور پھر اپنے لئے دعا کرنا خدا کو پسند ہے۔

سجدہ میں بندہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، اللہ مومن کی دعا سننا پسند کرتا ہے یہی سبب ہے کہ مومن کی دعا قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے۔ اللہ منافق کی دعا کو ناپسند کرتا ہے اسی لئے اسے جلدی دے دیتا ہے۔

❁ ❁ ❁

[1]۔ مکارم الأخلاق ج۱، ص۳۸۹۔ بحار الأنوار ج۹۰، ص۲۹۶۔

﴿گناہ، رکاوٹ کا سبب﴾

کون کون سے گناہ کن کن چیزوں کے لئے رکاوٹ کا سبب ہوتے ہیں! اس کے متعلق متعدّد روایات موجود ہیں۔ پہلے دعائے کمیل کے چھ جملے ان کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام کی مفصل روایت ہے:

(۱)- "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَھْتِکُ الْعِصَمَ "معبود! میرے ان گناہوں کو معاف کر دے جو پردہ کو فاش کرتے ہیں۔(۲)- "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تُنْزِلُ النِّقَمَ " معبود! میرے وہ گناہ معاف کر دے جن سے عذاب نازل ہوتا ہے۔(۳)- "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تُغَیِّرُ النِّعَمَ " معبود! میرے وہ گناہ بخش دے جن سے نعمتیں زائل ہوتی ہیں۔(۴)- "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَحْبِسُ الدُّعَاءَ" معبود! میرے وہ گناہ معاف فرما جو دعا کو روک لیتے ہیں۔(۵)- "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تُنْزِلُ الْبَلَاءَ" معبود! میرے وہ گناہ معاف فرما جو بلائیں نازل کرتے ہیں ۔(۶)- "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَقْطَعُ الرَّجَاءَ "معبود! میرے وہ گناہ معاف فرما جو امیدوں کو منقطع کرتے ہیں (کاٹ دیتے ہیں)۔[1]

[1]۔ بحار الانوار، ج ۷۰، ص ۳۷۵۔ البرھان فی تفسیر القرآن ج ۴، ص ۳۵۲۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول گناہوں کے سلسلہ میں ایک مفصل روایت اس انداز سے وارد ہوئی ہے: عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْكَابُلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ زَيْنَ الْعَابِدِينَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ يَقُولُ:

ابو خالد کابلی روایت کرتے ہیں کہ میں نے زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام کوفرماتے ہوئے سنا:

۱)- اَلذُّنُوبُ اللَّتِي تُغَيِّرُ النِّعَمَ، اَلْبَغْيُ عَلَى النَّاسِ وَ الزَّوَالُ عَنِ الْعَادَةِ فِي الْخَيْرِ وَاصْطِنَاعِ الْمَعْرُوفِ وَ كُفْرَانُ النِّعَمِ وَتَرْكُ الشُّكْرِ، قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ،

☑ وہ گناہ جو نعمتوں کو زائل (تبدیل) کر دیتے ہیں: لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنا، نیکی اور احسان کی عادت سے ہٹ جانا، نیکی کا انکار کرنا، کفرانِ نعمت کرنا، شکر ادا نہ کرنا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورہ رعد کی آیت ۱۱ میں ارشاد فرمایا: بیشک اللہ اس وقت تک کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلنا چاہے۔

۲)-وَ الذُّنُوبُ اللَّتِي تُوْرِثُ النَّدَمَ، قَتْلُ النَّفْسِ اللَّتِي حَرَّمَ اللهُ، قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: فِي قِصَّةِ قَابِيلَ حِينَ قَتَلَ أَخَاهُ هَابِيلَ، فَعَجَزَ عَنْ دَفْنِهِ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ، وَ تَرْكُ صِلَةِ الْقَرَابَةِ حَتَّىٰ يَسْتَغْنُوا وَ تَرْكُ الصَّلاَةِ حَتَّىٰ يَخْرُجَ وَقْتُهَا وَ تَرْكُ الْوَصِيَّةِ وَ رَدِّ الْمَظَالِمِ وَ مَنْعُ الزَّكَاةِ حَتَّىٰ يَحْضُرَ الْمَوْتُ وَ يَنْغَلِقَ اللِّسَانُ۔

☑ وہ گناہ جو ندامت کا باعث بنتے ہیں: کسی انسان کا ناحق قتل جیسا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا اور پھر نادم ہوا، قرابت داروں سے قطع رحم کرنا جب تک وہ غنی نہ

ہوجائیں، نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنا یہاں تک کہ وقت نکل جائے، وصیت کرنے کو ترک کرنا، لوگوں کی چیزوں کو نہ لوٹانا، زکوۃ روکنا یہاں تک کہ موت آجائے اور زبان خاموش ہوجائے۔

۳)-وَ الذُّنُوبُ الَّتِي تُنْزِلُ النِّقَمَ، عِصْيَانُ الْعَارِفِ بِالْبَغْيِ وَ التَّطَاوُلُ عَلَى النَّاسِ وَ الِاسْتِهْزَاءُ بِهِمْ وَ السُّخْرِيَّةُ مِنْهُمْ۔

☑ وہ گناہ جو عذاب کو نازل کرتے ہیں: عالم کا ظلم کرنا، لوگوں کے سامنے تکبر اور بدتمیزی نیز لوگوں کا استہزاء یعنی ان کا مذاق اڑانا۔

۴)-وَ الذُّنُوبُ الَّتِي تَدْفَعُ الْقِسَمَ، إِظْهَارُ الِافْتِقَارِ وَ النَّوْمُ عَنِ الْعَتَمَةِ وَ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَ اِسْتِحْقَارُ النِّعَمِ وَ شَكْوَى الْمَعْبُودِ عَزَّ وَ جَلَّ۔

☑ وہ گناہ جو رزق کی تقسیم کو روک دیتے ہیں: محتاجی کا اظہار، عشاء کی نماز کے وقت سوجانا اور صبح کی نماز سے غفلت برتنا، نعمتوں کو حقیر سمجھنا، اللہ کی شکایت کرنا۔

۵)-وَ الذُّنُوبُ الَّتِي تَهْتِكُ الْعِصَمَ، شُرْبُ الْخَمْرِ وَ اللَّعِبُ بِالْقِمَارِ وَ تَعَاطِي مَا يُضْحِكُ النَّاسَ مِنَ اللَّغْوِ وَ الْمِزَاحِ وَ ذِكْرُ عُيُوبِ النَّاسِ وَ مُجَالَسَةُ أَهْلِ الرَّيْبِ۔

☑ وہ گناہ جو عصمت کو چاک کر دیتے ہیں: شراب نوشی، جوا کھیلنا، لغو اور ہنسنے ہنسانے والی باتوں میں مشغول ہونا، لوگوں کی برائیاں بیان کرنا، شکوک و شبہات والے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا۔

۶)-وَ الذُّنُوبُ اللَّتِيْ تُنْزِلُ الْبَلاَءَ، تَرْكُ إِغَاثَةِ الْمَلْهُوفِ وَ تَرْكُ مُعَاوَنَةِ الْمَظْلُومِ وَ تَضْيِيعُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

☑ وہ گناہ جو بلاؤں کو نازل کرتے ہیں: مصیبت زدہ کی مدد نہ کرنا، مظلوم کی مدد نہ کرنا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا۔

۷)-وَ الذُّنُوبُ اللَّتِيْ تُدِيْلُ الْأَعْدَاءَ، اَلْمُجَاهَرَةُ بِالظُّلْمِ وَ إِعْلاَنُ الْفُجُورِ وَ إِبَاحَةُ الْمَحْظُورِ وَ عِصْيَانُ الْأَخْيَارِ وَ الاِنْطِيَاعُ لِلْأَشْرَارِ۔

☑ وہ گناہ جو دشمنوں کو ہمارے اوپر غالب کر دیتے ہیں: ظلم کا کھلم کھلا ارتکاب، فسق و فجور کا اعلان، حرام کو جائز سمجھنا، نیک لوگوں کی نافرمانی کرنا، برے لوگوں کی پیروی کرنا۔

۸)-وَ الذُّنُوبُ اللَّتِي تُعَجِّلُ الْفَنَاءَ، قَطِيعَةُ الرَّحِمِ وَ الْيَمِينُ الْفَاجِرَةُ وَ الْأَقْوَالُ الْكَاذِبَةُ وَ الزِّنَا وَ سَدُّ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ ادِّعَاءُ الْإِمَامَةِ بِغَيْرِ حَقٍّ۔

☑ وہ گناہ جو جلد ہلاکت کا سبب بنتے ہیں: رشتہ داروں سے قطع رحم کرنا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹ بولنا، زنا کرنا، مسلمانوں کے راستے بند کرنا، ناحق امامت کا دعویٰ کرنا۔

۹)- وَ الذُّنُوبُ اللَّتِي تَقْطَعُ الرَّجَاءَ، اَلْيَأْسُ مِنْ رَوْحِ اللهِ وَ الْقُنُوطُ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ وَ الثِّقَةُ بِغَيْرِ اللهِ وَ التَّكْذِيبُ بِوَعْدِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ۔

☑ وہ گناہ جو امید کو ختم کر دیتے ہیں: اللہ کی رحمت سے مایوسی، اللہ کی مہربانی سے ناامیدی، اللہ کے سوا کسی اور پر بھروسہ کرنا، اللہ عزوجل کے وعدہ کو جھٹلانا۔

۱۰)-وَ الذُّنُوبُ الَّتِيْ تُظْلِمُ الْهَوَاءَ، اَلسِّحْرُ وَ الْكِهَانَةُ وَ الْإِيمَانُ بِالنُّجُومِ وَ التَّكْذِيبُ بِالْقَدَرِ وَ عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ۔

☑ وہ گناہ جو فضا کو سیاہ اور تنگ کر دیتے ہیں: جادوگری، غیب دانی کا دعویٰ، ستاروں پر ایمان رکھنا، قضاوقدر یعنی تقدیر کو جھٹلانا، والدین کی نافرمانی۔

۱۱)-وَ الذُّنُوبُ الَّتِيْ تَكْشِفُ الْغِطَاءَ، اَلْاِسْتِدَانَةُ بِغَيْرِ نِيَّةِ الْأَدَاءِ وَ الْإِسْرَافُ فِي النَّفَقَةِ عَلَى الْبَاطِلِ وَ الْبُخْلُ عَلَى الْأَهْلِ وَ الْوَلَدِ وَ ذَوِي الْأَرْحَامِ وَ سُوءُ الْخُلُقِ وَ قِلَّةُ الصَّبْرِ وَ اِسْتِعْمَالُ الضَّجَرِ وَ الْكَسَلِ وَ الْاِسْتِهَانَةُ بِأَهْلِ الدِّينِ۔

☑ وہ گناہ جو (رحمتِ الٰہی کا) پردہ چاک کر دیتے ہیں: ادا کرنے کی نیت نہ رکھتے ہوئے کسی سے قرض لینا، باطل پر خرچ میں اسراف، اپنے اہل و عیال اور قرابت داروں کی بابت بخل سے کام لینا، بد اخلاقی، صبر کی کمی، جھنجھلاہٹ اور سستی کا استعمال، دین دار لوگوں کی توہین۔

۱۲)-وَ الذُّنُوبُ الَّتِيْ تَرُدُّ الدُّعَاءَ، سُوءُ النِّيَّةِ وَ خُبْثُ السَّرِيرَةِ وَ النِّفَاقُ مَعَ الْإِخْوَانِ وَ تَرْكُ التَّصْدِيقِ بِالْإِجَابَةِ وَ تَأْخِيرُ الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوضَاتِ حَتَّى تَذْهَبَ أَوْقَاتُهَا وَ تَرْكُ التَّقَرُّبِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ بِالْبِرِّ وَ الصَّدَقَةِ وَ اِسْتِعْمَالُ الْبَذَاءِ وَ الْفُحْشِ فِي الْقَوْلِ۔

☑ وہ گناہ جو دعا کو ردّ کر دیتے ہیں: بری نیت، باطن کا گندا ہونا، بھائیوں کے ساتھ منافقت، دعا کی قبولیت پر یقین نہ رکھنا، فرض نمازوں میں تاخیر یہاں تک کہ ان کا وقت نکل جائے، اللہ عزوجل کے قرب کے لئے نیکی اور صدقہ نہ کرنا، گالی گلوچ اور فحش گوئی۔

۱۳)- وَ الذُّنُوبُ الَّتِي تَحْبِسُ غَيْثَ السَّمَاءِ، جَوْرُ الْحُكَّامِ فِي الْقَضَاءِ وَ شَهَادَةُ الزُّورِ وَ كِتْمَانُ الشَّهَادَةِ وَ مَنْعُ الزَّكَاةِ وَ الْقَرْضِ وَ الْمَاعُونِ وَ قَسَاوَةُ الْقَلْبِ عَلَى أَهْلِ الْفَقْرِ وَ الْفَاقَةِ وَ ظُلْمُ الْيَتِيمِ وَ الْأَرْمَلَةِ وَ انْتِهَارُ السَّائِلِ وَ رَدُّهُ بِاللَّيْلِ۔

☑ وہ گناہ جو آسمان کی بارش کو روک دیتے ہیں: حاکموں کا فیصلوں میں ظلم کرنا، جھوٹی گواہی دینا، سچی گواہی کو چھپانا، زکوٰۃ، قرض اور تعاون کو روکنا، فقیروں اور محتاجوں کے ساتھ دل کی سختی، یتیموں اور بیواؤں پر ظلم کرنا، سائل کو جھڑکنا اور رات کے وقت اسے خالی ہاتھ لوٹا دینا۔[1]

مکمل بحث کا خلاصہ اور سبق:

یہ روایت ہمیں سکھاتی ہے کہ کچھ گناہ انسان کو اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس کر دیتے ہیں۔ کچھ گناہ اس کی دعاؤں کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ کچھ گناہوں کی وجہ سے معاشرہ پر اثر پڑتا ہے، جیسے بارش کا رک جانا۔ بعض گناہ اس کے باطنی نظام کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں جیسے نفاق، بدگمانی، سستی اور والدین کی نافرمانی۔

یہ روایت ہمیں خبردار کرتی ہے کہ بعض گناہ صرف ذاتی نہیں ہوتے بلکہ ان کے معاشرتی، روحانی، سیاسی، اقتصادی اور آسمانی اثرات بھی ہوتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے ان گناہوں کو اقسام میں تقسیم کرکے ہمیں بصیرت دی کہ کس گناہ کا کس میدان میں اثر ہوتا ہے۔

❋ ❋ ❋

[1]۔ بحار الانوار، ج ۷۰، ص ۳۷۵۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۶، ص ۲۸۱۔

﴿سخاوت اور بخل کا موازنہ﴾

سخاوت اور بخل دو متضاد اشیاء ہیں، سخی سے بھی بلند مرتبہ کریم کا ہوتا ہے اور اور بخل سے بھی پست مرتبہ لئیم کا ہوتا ہے یعنی سخاوت و بخل اپنے الفاظ کے ساتھ چار صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔

روایت میں اس انداز سے مرقوم ہے: "وَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ الرِّجَالُ أَرْبَعَةٌ: سَخِيٌّ وَ كَرِيمٌ وَ بَخِيلٌ وَ لَئِيمٌ "حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں: (۱) سخی ۔(۲) کریم ۔ (۳) بخیل اور (۴) لئیم ۔[1]

"فَالسَّخِيُّ الَّذِي يَأْكُلُ وَ يُعْطِي "سخی وہ انسان ہے جو خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی عطا کرتا ہے۔"وَ الْكَرِيمُ الَّذِي لاَ يَأْكُلُ وَ يُعْطِي "کریم یعنی فیاض وہ انسان ہے جو خود نہیں کھاتا لیکن دوسروں کو عطا کرتا ہے۔ "وَ الْبَخِيلُ الَّذِي يَأْكُلُ وَ لَا يُعْطِي "بخیل یعنی کنجوس وہ انسان ہے جو خود کھاتا ہے لیکن دوسروں کو عطا نہیں کرتا۔ "وَ اللَّئِيمُ الَّذِي لَا يَأْكُلُ وَ لَا يُعْطِي "لئیم یعنی کمینہ وہ انسان ہے جو نہ تو خود کھاتا ہے اور نہ دوسروں کو عطا کرتا ہے، اردو زبان میں اس کو مکھی چوس بھی کہا جاتا ہے۔

ایک روایت سخاوت سے متعلق اس طرح منقول ہے: "قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: إِنَّ مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلاَمُ هَمَّ بِقَتْلِ السَّامِرِيِّ فَأَوْحَى اللهُ تَعَالَى

[1]۔ بحار الانوار، ج ۶۸، ص ۳۵۶۔

إِلَيْهِ، لاَ تَقْتُلْهُ ،فَإِنَّهُ سَخِيٌّ، فَلَعَنَهُ مُوسىٰ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَقْبَلَ مُوسَى عَلَى قَوْمِهِ فَقَالَ: إِنَّمَا إِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے سامری کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی: اے موسیٰ! اسے قتل نہ کرو، کیونکہ یہ ایک سخی انسان ہے، چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اس پر لعنت بھیجی اور اپنی قوم کی جانب جاکر فرمایا: بیشک تمہارا پروردگار خدائے وحدہ لاشریک ہے۔[1]

ایک روایت سخاوت کے متعلق اس طرح آئی ہے: " عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَدَّمَ أَسِيْراً مِنَ الْيَهُوْدِ فَأَمَرَ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ بِضَرْبِ عُنُقِهِ، فَنَزَلَ عَلَيْهِ جَبْرَئِيْلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! ، رَبُّكَ يُقْرِؤُكَ السَّلاَمَ وَ يَقُولُ: لاَ تَقْتُلْهُ فَإِنَّهُ حَسَنُ الْخُلُقِ سَخِيٌّ فِي قَوْمِهِ، فَأَسْلَمَ الْيَهُودِيُّ ، وَ الْحَدِيثُ طَوِيلٌ " حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت ہے: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی قیدی کو آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کی گردن مار دو۔ اسی وقت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: اس کو قتل نہ کرو، کیونکہ وہ اپنی قوم میں خوش اخلاق اور سخی ہے۔ حدیث بہت طولانی ہے، غرض یہ کہ جب اس یہودی کی جان بخشی ہوئی تو وہ یہودی یہ سب دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔[2]

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۲۰۸۔ النور المبین في قصص الأنبیاء والمرسلین، ج ۱، ص ۲۷۸۔

[2]۔ کلیات حدیث قدسی، ج ۱، ص ۲۷۲۔

سخاوت کے متعلق ایک حدیث اس طرح وارد ہوئی ہے: "وَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ : إِنَّ السَّخَاءَ عَلَى الْعِبَادِ فَرِيضَةٌ لِلّٰهِ يُقْرَأُ فِي كِتَابٍ مُحْكَمٍ وَعَدَ الْعِبَادَ الْأَسْخِيَاءَ جِنَانَهُ وَ أَعَدَّ لِلْبُخَلاَءِ نَارَ جَهَنَّمَ مَنْ كَانَ لاَ تَنْدَى يَدَاهُ بِنَائِلٍ لِلرَّاغِبِينَ فَلَيْسَ ذَاكَ بِمُسْلِمٍ وَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ خَلَقْتَ الْخَلاَئِقَ مِنْ قُدْرَةٍ فَمِنْهُمْ سَخِيٌّ وَ مِنْهُمْ بَخِيلٌ فَأَمَّا السَّخِيُّ فَفِي رَاحَةٍ وَ أَمَّا الْبَخِيلُ فَحُزْنٌ طَوِيلٌ" امام حسن بن علی علیہما السلام نے فرمایا: یقیناً بندوں پر سخاوت وفیاضی کرنا اللہ کی طرف سے ایک فرض ہے، جو اس کی محکم کتاب (قرآن) میں پڑھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سخاوت کرنے والے بندوں سے اپنی جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے، اور بخیل (کنجوس) لوگوں کے لئے جہنم کی آگ تیار کی ہے۔ جو شخص اپنی سخاوت سے حاجتمندوں کے لئے ہاتھ نہیں کھولتا، وہ درحقیقت مسلمان ہی نہیں ہے۔[1]

اسی طرح امام حسن علیہ السلام کا دوسرے مقام پر ارشاد ہے: "اے اللہ! تو نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا،

ان میں سے کوئی سخی ہے اور کوئی بخیل؛ سخی انسان ہمیشہ راحت میں رہتا ہے اور بخیل کو لمبے غم و رنج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: "وَ قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: جَاهِلٌ سَخِيٌّ أَفْضَلُ مِنْ نَاسِكٍ بَخِيلٍ" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک سخی جاہل، بخیل عابد سے بہتر ہے۔[2]

---

[1] ۔ المناقب، ج۴، ص۱۸۔

[2] ۔ بحار الانوار، ج۶۸، ص۳۵۷۔

مذکورہ بالا حدیث مختصر سی ہے لیکن بہت اہم ہے، جو لوگ اپنی عبادتوں پر غرور کرتے ہیں انہیں غین کے بعد سے رے کو ختم کر کے غور کرنا چاہئے کہ ہماری عبادت کی کیا اوقات ہے!۔

مولائے کائنات علیہ السلام مالک اشتر کو خط لکھتے ہوئے بخیل سے متعلق مکتوب نمبر ۵۳ میں ارشاد فرماتے ہیں: "وَ لَا تُدْخِلَنَّ فِيْ مَشُوْرَتِكَ بَخِيْلًا يَّعْدِلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ، وَ يَعِدُكَ الْفَقْرَ" اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شریک نہ کرنا کہ وہ تمہیں دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے سے روکے گا اور فقر و افلاس کا خطرہ دلائے گا۔

اسی طرح بخل سے متعلق امام علی علیہ السلام نے اپنے فرزند سے خطاب کرتے ہوئے حکمت ۳۸ میں اس طرح ارشاد فرمایا: " وَ اِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْبَخِيْلِ، فَاِنَّهٗ يَقْعُدُ عَنْكَ اَحْوَجَ مَا تَكُوْنُ اِلَيْهِ "اے میرے لال! بخیل (کنجوس) سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ جب تمہیں اس کی مدد کی ضرورت ہوگی وہ تم سے دور بھاگے گا۔

مولائے متقیان علیہ السلام نے بخل سے متعلق حکمت ۱۲۶ میں اس طرح ارشاد فرمایا: "عَجِبْتُ لِلْبَخِيْلِ يَسْتَعْجِلُ الْفَقْرَ الَّذِيْ مِنْهُ هَرَبَ " مجھے تعجب ہوتا ہے بخیل پر کہ وہ جس فقر و ناداری سے بھاگنا چاہتا ہے اس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے۔

اسی طرح مولائے کائنات علیہ السلام نے حکمت ۲۳۴ میں ارشاد فرمایا: " وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خِيَارُ خِصَالِ النِّسَآءِ شِرَارُ خِصَالِ الرِّجَالِ: الزَّهْوُ وَ

الْجُبْنُ وَ الْبُخْلُ "عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں جو مردوں کی بدترین صفتیں ہیں: غرور، بزدلی اور کنجوسی:

"فَإِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ مَزْهُوَّةً لَّمْ تُمَكِّنْ مِّنْ نَّفْسِهَا، وَ إِذَا كَانَتْ بَخِيلَةً حَفِظَتْ مَالَهَا وَ مَالَ بَعْلِهَا، وَ إِذَا كَانَتْ جَبَانَةً فَرِقَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَّعْرِضُ لَهَا" اس لئے کہ اگر عورت مغرور ہوگی تو وہ کسی کو اپنے نفس پر قابو نہیں پانے دے گی، اگر کنجوس ہوگی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی، اگر بزدل ہوگی تو وہ ہر اس چیز سے ڈرے گی جو پیش آئے گی۔

ایک روایت اس انداز سے آئی ہے: "قِيلَ فَمَا الْكَرَمُ ؟ قَالَ اَلِابْتِدَاءُ بِالْعَطِيَّةِ قَبْلَ الْمَسْأَلَةِ "کسی نے امام حسن علیہ السلام سے پوچھا: کرم کسے کہتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: بغیر سوال کے عطا کرنا، یعنی مانگے بغیر دے دینا کرم کہلاتا ہے، یہ شرف سوائے آل محمدؐ کے کسی کو نصیب نہیں ہے۔

سخی انسان، بہت اچھا مانا جاتا ہے، روایات میں ایسے انسان کی بہت زیادہ تعریفیں ہوئی ہیں کہ جو انسان خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے وہ بہت اچھا انسان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث انسانی کردار اور سماجی رویّوں کو بہت خوبصورتی سے چار طبقات میں تقسیم کرتی ہے: سخی (جو خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی دیتا ہے): یہ شخص سب سے اعلیٰ درجے پر ہے، کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے خود بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور دوسروں کو بھی خوش کرتا ہے۔ سخاوت کے ساتھ زندہ دلی بھی رکھتا ہے۔ یہ ایک مکمل انسان ہے۔

کریم شخص، ایثار کی اعلیٰ مثال ہے، یہ انسان اپنے حصہ کو قربان کرکے دوسروں کی بھلائی کو ترجیح دیتا ہے۔ ممکن ہے خود محتاج ہو، مگر دوسروں کو محروم نہیں رکھتا۔ کریم شخص سخی سے بھی بلند مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔

بخیل شخص، صرف اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے۔ اس کے پاس وسائل ہیں، مگر وہ دوسروں کی بھلائی میں حصہ نہیں لیتا۔ معاشرہ میں منفی تصور رکھتا ہے۔

لئیم شخص، سب سے کم درجہ رکھتا ہے، نہ خود کو فائدہ دیتا ہے نہ کسی اور کو۔ یہ کنجوسی اور کم ظرفی کی علامت ہے۔ اس کی شخصیت میں بخل، حسد، اور محرومی کا امتزاج ہوتا ہے۔

❋ ❋ ❋

﴿صبرِ موسیٰ علیہ السلام اور علمِ خضر علیہ السلام﴾

وہی سورہ کہف جس کی تلاوت امام حسین علیہ السلام نے نوک نیزہ پہ کی، اس سورہ میں دوسرا واقعہ جناب موسیٰ کے صبر اور جناب خضر کی عجلت سے مرتبط ہے۔

حضرت موسی علیہ السلام ایک دن وعظ فرمار ہے تھے، دوران وعظ انہوں نے بنی اسرائیل کو خداوند عالم کے احسانات کی یاد دہانی کرائی اور علم کی ایسی ایسی باتیں بیان کی کہ لوگ حیران رہ گئے۔

ایک شخص نے مجمع میں کھڑے ہو کر کہا: اے موسیٰ! یہ بتائیے کہ خداوند عالم نے آپ سے زیادہ علم بھی کسی کو دیا ہے یا نہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا: اس وقت دنیا میں مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں؛ یہ کہنا تھا کہ اسی وقت خداوند عالم نے جبرئیل کو بھیجا اور فرمایا: موسیٰ سے کہہ دو کہ تم سے بڑا عالم میرا ایک بندہ ہے جو مجمع البحرین میں رہتا ہے، تم جاؤ اور اس سے علم حاصل کرو؛ حضرت موسیٰ نے پوچھا: مالک وہ جگہ کہاں ہے اور ہمیں کس طرح ملے گی؟ فرمایا: ایک دریا آذربایجان کی طرف سے آتا ہے اور دوسرا یمن اور عدن کی طرف سے، وہ دونوں ایک جگہ مل کر بحر قلزم میں جا کر ملتے ہیں تم اسی مقام پر جاؤ جس جگہ دونوں دریا ہم آغوش ہوتے ہیں، اسی کو مجمع البحرین کہتے ہیں۔

فرمایا: موسیٰ! سنو تم جو کھانا لے کر مجمع البحرین کی تلاش میں نکلو گے وہی کھانا تمہاری رہبری کرے گا اور تم اسی کھانے کے ذریعہ سے میرے بندہ خضر کے پاس پہنچو گے؛ یہ سن کر حضرت موسیٰ نے حضرت یوشع بن نون سے فرمایا: "وَإِذْ قَالَ

مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا" وہ واقعہ یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں باز نہ آؤں گا جب تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں، یا (یوں ہی) مدتوں چلتا رہوں۔ توشہ سفر فراہم کرو اور میرے ساتھ چلو تاکہ میں مجمع البحرین میں پہنچ کر حضرت خضر سے ملاقات کروں اور ان سے تعلیم حاصل کروں۔

حضرت یوشع نے کچھ روٹیاں اور ایک بڑی مچھلی ہمراہ لے لی اور دونوں روانہ ہو گئے، جب تین دن کی راہ طے کر چکے تو مجمع البحرین پر پہنچے، چونکہ سفر طویل تھا اس لئے حضرت موسیٰ تھک گئے تھے۔ آرام کرنے لگے، اسی دوران حضرت یوشع بن نون نے مچھلی کو پانی میں دھونا چاہا یا ہوا کے ذریعہ مچھلی پہ پانی پڑ گیا غرض یہ کہ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی، حضرت موسیٰ کی آنکھ کھلی تو آگے کے لئے روانہ ہو گئے۔

"فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا" پھر جب وہ دونوں اس سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے، اور اس مچھلی نے دریا میں سرنگ کی طرح راستہ بنالیا۔

"فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا" پھر جب وہ وہاں سے آگے نکل گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: ہمارا کھانا لاؤ، ہم اس سفر سے بہت تھک گئے ہیں۔ "قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا" اس نے کہا: کیا آپ نے دیکھا؟ جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے

تھے تو میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان نے بھلا دیا کہ آپ سے اس کا ذکر کروں، اس نے تو عجیب طریقہ سے دریا میں اپنا راستہ بنا لیا!۔

"قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا" موسیٰ نے کہا: یہی تو وہ (مقام) ہے جس کی ہمیں تلاش تھی۔ پھر وہ دونوں اپنے نشاناتِ قدم پر لوٹتے ہوئے واپس ہوئے۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا: خداوند عالم نے کہا تھا کہ تمہارا کھانا تمہاری رہبری کرے گا، جب یہ دونوں پلٹ کر آئے تو دیکھا مچھلی جن جن راستوں سے گزری تھی وہ سارے مقامات زمین تک کھلے ہوئے تھے اور راستہ بنا ہوا تھا، یہ اسی راستہ پر روانہ ہو کر دریا کے اندر اس جگہ پہنچے جس جگہ حضرت خضر نماز پڑھ رہے تھے۔

"فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا" ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی تھی اور اپنی طرف سے خاص علم سکھایا تھا۔

حضرت خضر جب نماز سے فراغت پا چکے تو حضرت موسیٰ نے کہا: السلام علیکم، انہوں نے جواب میں وعلیکم السلام یا نبی اللہ! کہا۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا: آپ کو کس نے بتایا کہ میں نبی ہوں؟ فرمایا: جس نے آپ کو میرے پاس بھیجا ہے، پھر حضرت موسیٰ نے اپنی آمد کی غرض بتائی: " قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا" موسیٰ نے ان سے کہا: کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں، تاکہ مجھے اپنے علم میں سے کچھ سکھائیں؟۔

"قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا" خضر نے کہا: یقیناً تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکو گے۔ "وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا" اور تم اس چیز پر کیسے صبر کرو گے جس کی تمہیں خبر ہی نہیں؟۔

"قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا" موسیٰ نے کہا: ان شاء اللہ، آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کی کسی بات کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

حضرت خضر نے فرمایا: یہ بڑا مشکل ہے کہ تم مجھ سے کچھ حاصل کر سکو، کیونکہ تمہارا علم ظاہر سے متعلق ہے اور میرا علم باطن سے تعلق رکھتا ہے۔

"قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا" خضر نے موسیٰ سے کہا: اگر تم میرے ساتھ چلو تو مجھ سے کسی بات کے متعلق سوال نہ کرنا، یہاں تک کہ میں خود اس کا ذکر کروں۔

جناب موسیٰ و خضر کا پہلا واقعہ: کشتی میں سوراخ

"فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا" پھر دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے، تو خضر نے کشتی میں سوراخ کر دیا۔ (موسیٰ نے) کہا: کیا آپ نے اس کو اس لئے پھاڑا کہ اس کے سواروں کو غرق کر دیں؟ یقیناً آپ نے بڑی خطرناک بات کی۔

"قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا" خضر نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟۔

"قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا" موسیٰ نے کہا: میری بھول پر مجھے نہ پکڑیں اور میرے معاملہ میں سختی سے کام نہ لیں۔

جناب موسیٰ و خضر کا دوسرا واقعہ: لڑکے کا قتل

"فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا" پھر دونوں آگے چلے، یہاں تک کہ ایک نوجوان

لڑکے سے ملاقات ہوئی، خضر نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔ (موسیٰ نے) کہا: کیا آپ نے ایک پاکیزہ جان کو ناحق قتل کیا؟ یقیناً آپ نے بہت برا کام کیا!۔

"قَالَ أَلَمۡ أَقُل لَّكَ إِنَّكَ لَن تَسۡتَطِيعَ مَعِيَ صَبۡرًا" خضر نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے ؟۔

"قَالَ إِن سَأَلۡتُكَ عَن شَيۡءِۭ بَعۡدَهَا فَلَا تُصَٰحِبۡنِيۖ قَدۡ بَلَغۡتَ مِن لَّدُنِّي عُذۡرًا" موسیٰ نے کہا: اگر اس کے بعد میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ آپ میرا عذر قبول کریں۔

جناب موسیٰ و خضر کا تیسرا واقعہ: دیوار کی مرمت

"فَانطَلَقَا حَتَّىٰٓ إِذَآ أَتَيَآ أَهۡلَ قَرۡيَةٍ اسۡتَطۡعَمَآ أَهۡلَهَا فَأَبَوۡاْ أَن يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَن يَنقَضَّ فَأَقَامَهُۥۖ قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَاتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ أَجۡرًا" پھر وہ دونوں آگے چلے، یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس آئے، ان سے کھانا مانگا تو انہوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔ پھر وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی، خضر نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا یعنی اس کی مرمت کر دی۔ (موسیٰ نے) کہا: اگر چاہتے تو اس کا کچھ معاوضہ لے سکتے تھے۔

جناب خضر نے وضاحت دیتے ہوئے فرمایا: "قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِي وَبَيۡنِكَۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأۡوِيلِ مَا لَمۡ تَسۡتَطِع عَّلَيۡهِ صَبۡرًا" خضر نے کہا: یہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی (کا مقام) ہے۔ اب میں تمہیں ان چیزوں کی حقیقت بتاؤں گا جن پر تم صبر نہ کر سکے۔ "أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتۡ لِمَسَٰكِينَ يَعۡمَلُونَ فِي الۡبَحۡرِ فَأَرَدتُّ أَنۡ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُم مَّلِكٌ يَأۡخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصۡبًا" تم نے مجھ سے کشتی کے بارے میں سوال کیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کشتی چند

غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے عیب دار بنادوں، کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر اچھی کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

"وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَن يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا" میں نے اس لڑکے کو کیوں قتل کیا! تم نے یہ بھی پوچھا تھا، اس کا جواب بھی سن لو، اس لڑکے کے ماں باپ مومن تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر میں مبتلا کرے گا۔ "فَأَرَدْنَا أَن يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا" ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلہ میں انہیں ایسا بچہ دے جو پاکیزہ ہو اور صلہ رحمی میں بہتر ہو۔ "وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَن يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا" اب رہ گئی بات دیوار کی، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے تھے، اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک نیک شخص تھا۔ تمہارے رب نے چاہا کہ وہ دونوں جوان ہو جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے رحمت تھی۔ میں نے یہ سب کچھ اپنی طرف سے نہیں کیا۔ یہ ہے ان باتوں کی حقیقت جن پر تم صبر نہ کر سکے۔[1]

❋ ❋ ❋

---

[1] سورہ کہف، آیات ۸۲،۶۰،۱۸۔ تاریخ اسلام، نجم الحسن کراروی، ص ۴۶۲۔

﴿صبر اور جادوگروں کا ایمان﴾

سورہ اعراف کی آیت ۱۲۶ میں ارشاد خداوندی ہورہا ہے: "رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ" اے ہمارے پالنے والے! اے ہمارے مالک! ہم پر صبر کا دہانہ کھول دے اور ہمیں مسلمان ہونے کی صورت میں موت آئے یعنی اس حالت میں مریں کہ ہم تیرے مسلم یعنی فرمابردار ہوں۔

یہ دعائیہ فقرے ان جادوگروں کے ہیں جو فرعون کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کے مقابل آئے تھے، جناب موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بنا، یہ جادو نہیں تھا بلکہ معجزہ تھا؛ معجزہ دلوں پر اثر کرتا ہے، یہ معجزہ ایسا اثر کر گیا کہ وہ جادوگر بھی سجدہ میں گر گئے جیسا کہ سورہ اعراف کی آیات ۱۲۰-۱۲۲ میں ارشاد ہوا: "وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ، قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ: رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ" اور سب کے سب جادوگروں کو سجدہ میں گرا دیا گیا۔ وہ کہنے لگے: ہم نے تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کو مان لیا۔ اُسی پالنے والے مالک کو جسے موسٰی اور ہارونؑ مانتے ہیں۔

ان جادوگروں نے صرف ایک معجزہ دیکھا تو مان گئے، ایمان لے آئے، وہ بھی سجدہ میں جا کر کہہ رہے ہیں کہ ہم مکمل طور پر ایمان لے آئے؛ کیا مطلب! مطلب یہ ہے کہ وہ جادوگر صرف خدا پر ایمان نہیں لائے بلکہ خدا کے رسول پر بھی ایمان لائے اور اس کے وصی پر بھی ایمان لائے! انہوں نے اپنے اس عمل سے تمام دنیا کو پیغام دیا کہ ایمان لاؤ تو مکمل طریقہ سے لایا کرو، ادھورا ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے؛ سوچئے وہ لوگ کیسے تھے جو اللہ پر ایمان نہیں لائے!، رسول کو اتنی زیادہ محنتیں

کرنا پڑیں اور پھر جب اللہ پر ایمان لے آئے تو رسول پر ایمان لانے کو تیار نہیں ہوئے، جیسے تیسے کرکے رسول کو تسلیم کیا تو رسول کے وصی پر ایمان نہ لائے!۔

سورہ نازعات کی آیت ۲۰ میں ارشاد ہوتا ہے: "فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ" پھر ہم نے موسیٰؑ کو اپنی ایک بڑی نشانی بھی دکھائی۔ ایسی نشانی دکھائی کہ جسے دیکھ کر جادوگر گر گئے؛ جس نشانی نے جادوگروں کو سجدہ میں گرادیا وہ نشانی آیت الکبریٰ یعنی بڑی نشانی ہے؛ آیت الکبریٰ کا مطلب کیا ہے؟ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "وَ أَنَا أَسْمَاءُ اللهِ الْحُسْنَىٰ وَ أَمْثَالُهُ الْعُلْيَا وَ آيَاتُهُ الْكُبْرَىٰ" میں اللہ کا اسمائے حسنیٰ ہوں، میں اس کی بڑی مثال ہوں، میں آیت کبریٰ ہوں یعنی میں اللہ کی بڑی نشانی ہوں؛ اس حدیث سے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہاں قرآن کو دیکھ کر ایمان نہیں لائے، وہاں اژدہا دیکھ کر ایمان نہیں لائے بلکہ کل ایمان کا جلوہ دیکھ کر ایمان لائے۔

دربار فرعون میں ایمان لانے والے فرعون کے چاہنے والے اور اسی کے ماننے والے تھے، یہ ہے موسیٰؑ کا انقلاب کہ فرعون نے اپنے جادوگروں سے کہا: یہ تم نے کیا کیا؟ میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے؟ یقیناً تم لوگوں کی سازش ہے؛ فرعون جو خود کو بڑا رب کہتا تھا، جیسا کہ قرآن نے سورہ نازعات کی آیت ۲۴ میں نقل کیا ہے: "فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ" فرعون نے کہا کہ میں ہی تمہارا سب سے بڑا پالنے والا اور مالک ہوں، جو خود کو خدا کہلوا رہا ہو وہ کیسے برداشت کرے گا کہ اس کے چاہنے والے سچے خدا پر ایمان لے آئیں۔

جب جادوگر ایمان لے آئے تو فرعون نے اپنے دربار میں اعلان کیا جو سورہ اعراف کی آیت ۱۲۴ میں نقل ہوا: "لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ" میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوادوں گا (یعنی دایاں پیر اور بایاں ہاتھ یا بایاں پیر اور دایاں ہاتھ) اور پھر تم سب کو سولی پر چڑھادونگا۔ اگلی آیت میں جادوگروں کا جواب نقل ہوا: "قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ" جادوگروں نے کہا: بیشک ہم اپنے پالنے والے اور اپنے مالک کی طرف لوٹنے والے ہیں۔" وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ" اور تو جو ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے وہ تو اِس (جُرم) کے سوا کچھ نہیں کہ ہم (کیوں) اپنے پالنے والے اور اپنے مالک کی نشانیوں پر ایمان لے آئے! جب کہ وہ ہمارے سامنے آچکی ہیں؛ (یہاں پہنچ کر خداوند عالم نے جادوگروں کی دعا کو نقل کیا ہے) اے ہمارے پالنے والے! اے ہمارے مالک! ہم پر صبر کا دہانہ کھول دے اور ہمیں دنیا سے اِس حال میں اُٹھانا کہ ہم تیرے مسلم (یعنی) فرمابردار ہوں۔

قارئین کرام! ہاتھ پیر کاٹنے کی بات ہو رہی ہے، یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے، یہ کوٹ کچہری نہیں ہے، یہ فرعون کا دربار ہے جہاں اِدھر زبان سے نکلا اُدھر کام تمام ہو گیا؛ یہ سب پتہ ہے ان جادوگروں کو لیکن ایمان جب ایمان حاصل ہو جاتا ہے تو انسان فولاد جیسا ہو جاتا ہے، وہ سب اپنے ایمان میں اتنے مضبوط تھے کہ ذرا بھی اُف نہ کیا اور کہنے لگے کہ ایک دن تو خدا کے پاس جانا ہی ہے، کل جانا ہے لہٰذا آج ہی چلے جائیں، کیا فرق پڑتا ہے! سچے ایمان والوں کو جو دھمکی ملتی ہے وہ ہاتھ پیر کے کاٹنے کی

ملتی ہے اور سچے ایمان والے بھی وہ ہوتے ہیں جو ہاتھ پیر کے کٹنے پر گھبراتے نہیں ہیں، اگر یقین نہ آئے تو کوفہ میں دیکھئے، تاریخ نے ایک ایسے محب کا تذکرہ کیا کہ ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہیں اس کے باوجود کہتا ہے کہ جلدی آؤ، لکھ لو، میں مدح امیرالمومنینؑ میں کچھ اقوال لکھوانے جارہا ہوں، ان کی فضیلتوں کو لکھ لو، پتہ چلا جو سچا ہوتا ہے اسے اپنے ہاتھ پیروں کی فکر نہیں ہوتی بلکہ اپنے مولا کی فکر ہوتی ہے۔

جہاں ہاتھ پاؤں کے کاٹنے کا تذکرہ ہو رہا تھا، وہاں پہ انہوں نے بچنے کی دعا نہیں کی کہ پروردگار ہمیں قتل ہونے سے بچالے بلکہ انہوں نے ایسے موقع پر جو دعا کی وہ یہ تھی: "رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ" ہم کو صبر عطا فرما، ہم پر صبر انڈیل دے، ہم پر صبر کی بارش فرما دے اور ہمیں مسلمانوں جیسا مرنا نصیب فرما، ان جادوگروں نے دنیا کو بتایا کہ اگر تمہیں صبر مل گیا تو سمجھو نجات، کامیابی و کامرانی مل گئی، تم فتحیاب ہوگئے۔

سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۰ میں ارشاد ربّانی ہوا: "وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ" پھر جب (طالوت اورانکے لشکروالے) جالوت اوراس کے لشکر کا مقابلہ کرنے نکلے توانہوں نے دعا کی: اے ہمارے پالنے والے! ہم کو صبر عطا فرما، ہمارے قدم جمادے اوراس کافر گروہ کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

عزیزو! طالوت کوئی نبی نہیں بلکہ ایک بادشاہ تھے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کیا تھا۔ بنی اسرائیل نے حضرت سموئیل نبی (بعض کے مطابق شمعون) سے درخواست کی تھی کہ ان کے لئے کوئی بادشاہ مقرر کریں تاکہ وہ

دشمنوں سے جہاد کریں۔ اللہ نے طالوت کو منتخب کیا، حالانکہ وہ مالدار یا اونچے خاندان سے نہ تھے مگر اللہ نے انہیں علم اور جسمانی قوت دی تھی۔ انہوں نے بنی اسرائیل کی فوج کی قیادت کی۔

ان کی فوج کا امتحان ہوا دریا کے پانی کے ذریعہ (جس میں صرف تھوڑا پانی پینے والے کامیاب تھے)۔ طالوت کی قیادت میں ایک چھوٹی سی جماعت دشمن (جالوت کی فوج) سے لڑنے نکلی۔ جالوت ایک ظالم اور طاقتور بادشاہ تھا۔ دشمن فوج کا سردار تھا، جو بنی اسرائیل کے مقابل کھڑا تھا۔ جالوت کی فوج بڑی اور طاقتور تھی۔ جالوت سے حضرت داؤد علیہ السلام (جوان رعنا) نے جنگ کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا۔ اس کے بعد حضرت داؤد کو اللہ نے بادشاہی اور نبوت عطا کی، طالوت کی چھوٹی سی فوج بڑی فوج سے ڈری نہیں اور اللہ سے اسلحوں کی دعا نہیں کی، دشمن سے بچنے کی دعا نہیں کی، کامیابی کی دعا نہیں کی بلکہ صبر کی دعا کی: "رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ" اے ہمارے پالنے والے! ہم کو صبر عطا فرما، ہمارے قدم جمادے اور اس کافر گروہ کے مقابل ہماری مدد فرما۔ ان لوگوں کی کامیابی نے بتایا کہ جسے صبر مل جائے وہی کامیاب ہے۔

❋ ❋ ❋

امام کے ظہور سے قبل آزمائش پر صبر

قرآن کریم میں متعدّد امتحان کے متعدّد طریقے بیان ہوئے ہیں، خوف کے ذریعہ امتحان، بھوک کے ذریعہ امتحان، جان کا امتحان، مال کا امتحان، اولاد کے ذریعہ امتحان وغیرہ۔

سورہ بقرہ کی آیت ۱۵۵ میں ارشاد ہوتا ہے: " وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ" اور ہم تمہیں خوف، بھوک، جان و مال اور پھلوں (میوہ دل، اولاد) کے نقصان میں سے کسی نہ کسی میں ضرور ضرور آزمائیں گے اور جو لوگ صبر کریں گے ان کو خوشخبری دے دیجئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں: میں اور ہمارے پانچ ساتھی ایک دن رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت ہم سخت قحط میں مبتلا تھے۔ ہمیں چار مہینے سے سوائے پانی، دودھ اور درختوں کے پتوں کے کچھ رزق میسر نہ ہوا تھا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کب تک ہم اس شدید بھوک اور افلاس کی حالت میں رہیں گے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: جب تک تم زندہ ہو، تب تک اسی حالت میں رہو گے؛ اللہ کا شکر ادا کرو، کیونکہ میں نے اللہ کی کتاب (قرآن) کو پڑھا ہے جو مجھ پر نازل ہوئی، میں نے اس میں یہ پایا کہ جنت میں صرف "صبر کرنے والے" ہی داخل ہوں گے۔ پھر ابن مسعود سے اس طرح خطاب فرمایا: "يَا ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ أُولَئِكَ

يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ، يَا ابْنَ مَسْعُودٍ قَوْلُ اللهِ تَعَالَىٰ وَ جَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَ حَرِيراً أُولٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا يَقُولُ اللهُ تَعَالَىٰ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَ الضَّرَّاءُ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوعِ وَ نَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَ الْأَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِينَ؛ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَمَنِ الصَّابِرُونَ؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ اَلَّذِينَ يَصْبِرُوْنَ عَلَىٰ طَاعَةِ اللهِ وَ اجْتَنَبُوا مَعْصِيَتَهُ الَّذِينَ كَسَبُوا طَيِّباً وَ أَنْفَقُوا قَصْداً وَ قَدَّمُوا فَضْلاً فَأَفْلَحُوا وَ أَصْلَحُوا" اے ابن مسعود! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہیں اُن کے صبر کے بدلہ جنت کی بلند و بالا جگہ میں حجرہ عطا کیا جائے گا۔ آج میں نے انہیں اُن کے صبر کے بدلہ کامیاب بنایا۔ اور انہیں صبر کے بدلہ میں جنت اور ریشم عطا کیا ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی بنا پر دوہرا اجر دیا جائے گا۔

پھر اللہ فرماتا ہے: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ یوں ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے !، حالانکہ تم پر وہ سب کچھ نہیں آیا جو تم سے پہلے لوگوں پر آیا؟ ان پر سختیاں، مصیبتیں اور تکلیفیں آئیں ۔ اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں خوف، بھوک، مال، جان اور پھلوں کی کمی سے، اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صبر کرنے والے کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ لوگ جو اللہ کی اطاعت پر صبر کرتے ہیں، اُس کی نافرمانی سے بچتے ہیں، پاکیزہ روزی کماتے ہیں، اعتدال سے

خرچ کرتے ہیں، جو زائد ہو اُسے (اللہ کی راہ میں) پیش کرتے ہیں، کامیاب ہوتے ہیں اور اصلاح کرتے ہیں۔

ایک روایت اس طرح منقول ہے: "عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّ لِقِيَامِ الْقَائِمِ عَلاَمَاتٍ تَكُونُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ لِلْمُؤْمِنِينَ قُلْتُ وَ مَا هِيَ جَعَلَنِيَ اللهُ فِدَاكَ قَالَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ: وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ يَعْنِي الْمُؤْمِنِينَ قَبْلَ خُرُوجِ الْقَائِمِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوعِ وَ نَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَ الْأَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِينَ، قَالَ نَبْلُوهُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ مِنْ مُلُوكِ بَنِي فُلاَنٍ فِي آخِرِ سُلْطَانِهِمْ وَ الْجُوعِ بِغَلاَءِ أَسْعَارِهِمْ وَ نَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ، قَالَ: كَسَادُ التِّجَارَاتِ وَ قِلَّةُ الْفَضْلِ، وَ نَقْصٍ مِنَ الْأَنْفُسِ؛ قَالَ مَوْتٌ ذَرِيعٌ وَ نَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ قِلَّةِ رَيْعِ مَا يُزْرَعُ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِينَ عِنْدَ ذَلِكَ بِتَعْجِيلِ الْفَرَجِ ثُمَّ قَالَ لِي يَا مُحَمَّدُ هَذَا تَأْوِيلُهُ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ وَ مَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ " امام جعفر صادق علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے روایت کی ہے، محمد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: یقیناً قائم (علیہ السلام) کے قیام کی کچھ نشانیاں ہوں گی، جو اللہ عزّوجل مؤمنین کے لئے قرار دے گا۔ میں نے عرض کیا: اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، وہ نشانیاں کیا ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ عزّوجل کا یہ فرمان ہے: "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ" اور ہم تمہیں خوف، بھوک، جان ومال اور پھلوں

(میوہ دل، اولاد) کے نقصان میں سے کسی نہ کسی میں ضرور ضرور آزمائیں گے اور جو لوگ صبر کریں گے ان کو خوشخبری دے دیجئے۔

امامؑ نے فرمایا: "وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ "اور ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے، یعنی قائمؑ کے خروج سے پہلے مؤمنین کو آزمائے گا کچھ خوف سے، بھوک سے، اموال کی کمی سے، جانوں کی کمی سے، اور پھلوں کی کمی سے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا "ہم انہیں آزمائیں گے یعنی خوف سے آخری حکومتوں میں بنی فلاں کے بادشاہوں کے خوف سے، بھوک سے: قیمتوں کے مہنگا ہونے کی وجہ سے، اموال کی کمی سے: کاروبار کی کمی اور فضیلت (یعنی نفع یا بخشش) کی کمی، جانوں کی کمی سے: تیزی سے پھیلنے والی موت (یعنی بڑی تعداد میں اموات)، پھلوں کی کمی سے: جو کچھ اگایا جاتا ہے اس کی پیداوار کی قلت۔ اور صبر کرنے والوں کو اس وقت خوشخبری دو کہ فرج (نجات اور امام کا ظہور) قریب ہے۔ پھر امامؑ نے مجھ سے فرمایا: اے محمد! یہی اس آیت کی تاویل ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے: "وَمَا يَعۡلَمُ تَأۡوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُۗ وَٱلرَّٰسِخُونَ فِي ٱلۡعِلۡمِ "اور اس کی تاویل کو اللہ جانتا ہے اور وہ لوگ جانتے ہیں جو علم میں راسخ ہیں، ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔[1]

امام زمانہ علیہ السلام کی دعائے فرج میں ایک جملہ ہے: " وَعَلَى الۡفُقَرَاءِ بِالصَّبۡرِ وَالۡقَنَاعَةِ" اور مفلسوں کو صبر و قناعت بخش دے، اس جملہ میں پہلے صبر کی بات ہے پھر قناعت کی بات ہے؛ یہ پیغام بتا رہا ہے کہ نہ ہونے کی صورت میں صبر کریں اور جب اللہ صبر کی جزا میں دولت عطا کرے تو اس دولت پر قناعت کریں۔

❁ ❁ ❁

[1]۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۲۰۲۔

﴿صبر کی فضیلت آیات وروایات کے تناظر میں﴾

صبر کیا ہوتا ہے؟ صبر کا فائدہ کیا ہے؟ صبر کی علامت کیا ہے؟ حقیقی صبر کسے کہتے ہیں؟ اللہ کی نظر میں صابر کون ہے؟ تاریخ میں صبر کیسا ہے؟ جیسے بہت سے سوالوں کے جواب تلاش کرنے کے لئے مندرجہ ذیل گفتگو وجود میں آئی:

سورہ بقرہ کی آیت ۱۵۳ میں ارشاد خداوندی ہورہا ہے: " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِينَ" اے صاحبانِ ایمان افراد! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو۔ بلاشک و شبہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اَلصَّبْرُ خَيْرُ مَرْكَبٍ مَا رَزَقَ اللهُ عَبْداً خَيْراً لَهُ وَ لَا أَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ" رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صبر بہترین سواری ہے اللہ نے کسی بندہ کو صبر سے بڑھ کر کوئی بہتری اور وسیع چیز عطا نہیں کی، پھر ایک مقام پر فرمایا کہ صبر ایک ایسی سواری ہے جو کبھی ٹھوکر نہیں کھاتی۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "اَلصَّبْرُ يَرْغَمُ الْأَعْدَاءَ" صبر دشمن کی ناک رگڑ دیتا ہے؛ "اَلصَّبْرُ ثَمَرَةُ الْإِيمَانِ، اَلصَّبْرُ يُمَحِّصُ الرَّزِيَّةَ" صبر ایمان کا پھل ہے، صبر مصیبت کو گھٹا دیتا ہے۔[1]

---

[1]۔ عیون الحکم والمواعظ، ج۱، ص ۲۴۔

اسی طرح حضرتؑ سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: "اَلْاِیْمَانُ عَلٰی اَرْبَعِ دَعَآئِمَ: عَلَی الصَّبْرِ، وَ الْیَقِیْنِ، وَ الْعَدْلِ، وَ الْجِهَادِ" ایمان چار ستونوں پر قائم ہے: صبر، یقین، عدل اور جہاد۔

دوسرے مقام پر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "أَیُّهَا النَّاسُ! عَلَیْکُمْ بِالصَّبْرِ فَإِنَّهُ لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا صَبْرَ لَهُ" امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے فرمایا: اے لوگو! تم پر صبر کرنا لازم ہے کیونکہ جس کے پاس صبر نہیں اس کے پاس دین نہیں۔[1]

نہج البلاغہ حکمت ۸۲ میں مولاؑ نے ارشاد فرمایا: "عَلَیْکُمْ بِالصَّبْرِ، فَإِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْاِیْمَانِ کَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ، وَ لَا خَیْرَ فِیْ جَسَدٍ لَّا رَاْسَ مَعَهٗ، وَ لَا فِیْ اِیْمَانٍ لَّا صَبْرَ مَعَهٗ" صبر اختیار کرو کیونکہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بدن بیکار ہے، یونہی ایمان کے ساتھ صبر نہ ہو تو ایمان میں کوئی خوبی نہیں۔

اسی طرح آپؑ نے ارشاد فرمایا: "اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْإِیمَانِ، اَلصَّبْرُ رَأْسُ الْإِیمَانِ، اَلصَّبْرُ أَدْفَعُ لِلْبَلَاءِ" صبر آدھا دین ہے، صبر ایمان کا سر ہے، صبر مصیبتوں کو اور بلاؤں کو دور کرتا ہے۔

اسی طرح مولائے کائنات نہج البلاغہ حکمت ۵۵ میں فرماتے ہیں: " اَلصَّبْرُ صَبْرَانِ: صَبْرٌ عَلٰی مَا تَکْرَهُ، وَ صَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ" صبر دو طرح کا ہوتا ہے: ایک ناگوار باتوں پر صبر اور دوسرے پسندیدہ چیزیں چھن جانے پر صبر۔

---

[1]۔ جامع الاخبار، ج ۱، ص ۱۱۶۔

دوسرے مقام پر مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: "اَلصَّبْرُ عَنِ الشَّھْوَۃِ عِفَّۃٌ وَ عَنِ الْغَضَبِ نَجْدَۃٌ وَ عَنِ الْمَعْصِیَۃِ وَرَعٌ" شہوت پر صبر عفت و پاکیزگی ہے، غصہ پر صبر کامیابی ہے، گناہوں پر صبر تقویٰ ہے۔[1]

ایک واقعہ ہے جو نہایت دیندار، نیک اور پارسا نوجوان کا قصہ ہے، یہ قصہ اخلاقی کتابوں اور نصیحت آموز حکایات میں نقل ہوا ہے۔ یہ واقعہ توبہ، پرہیز گاری، عفت اور نماز کی روحانیت کی ایک خوبصورت مثال ہے، واقعہ کچھ اس طرح نقل ہوا ہے:
ایک کپڑا فروش نوجوان، بازار میں آواز لگا کر کپڑا بیچ رہا تھا، ایک عورت نے اُس کی آواز سن کر اسے اپنے پاس بلایا، وہ عورت بہت حسین اور مالدار تھی، اس عورت نے اس نوجوان کو زنا کی دعوت دی۔ نوجوان کو اللہ کا خوف ہوا اور اس گناہ سے بچنے کی بہت کوشش کی مگر جب وہ عورت بہت زیادہ ضد پر اڑ گئی اور معاملہ حد سے کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا تو نوجوان نے اپنے قریب میں گندی نالی یا گٹر دیکھا اور فوراً اس میں کود پڑا، اب جو باہر آیا تو نہایت بری طرح گندگی میں لت پت! یہ کام اس نوجوان نے اس لئے کیا تھا تاکہ عورت اُسے ناپاک سمجھ کر چھوڑ دے۔

نتیجہ وہی ہوا جو اس نوجوان نے سوچا تھا، عورت نے اُس کو دھتکار کر بھگا دیا۔ وہ اسی کیفیت میں اپنے گھر آتا ہے، خود کو پاک صاف کرنے کے بعد مصلّیٰ بچھا کر دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور شکر پروردگار بجالاتا ہے؛ وہ اس طرح کہتا ہے: خدایا! میں نے اپنے ظاہر گندا کر لیا مگر باطن کو تیری توفیق سے گندا نہیں ہونے دیا، اس نوجوان کا یہ عمل خدا کو اتنا زیادہ پسند آیا کہ اس کے بدن میں مشک کی خوشبو بسا دی، اب وہ

---

[1] ۔ غرر الحکم و درر الکلم ج۱، ص۱۰۶۔

جہاں سے بھی جاتا لوگ کہتے کہ یہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟ وہ کہتا: میں نے لگایا نہیں ہے، یہ میرے بدن سے خود بخود آرہی ہے۔

اس نوجوان کے جسم سے عطر جیسی خوشبو آنے لگی، یہاں تک کہ لوگ حیران ہونے لگے۔ اس واقعہ کے بعد وہ نوجوان ایک ولی اللہ بن گیا۔ لوگ اُس کی جانب آنے لگے، اس سے دعائیں کرانے لگے، اس کی دعائیں مستجاب ہوتی تھیں، لوگ اُس کی نیکی کو سراہنے لگے اور اُسے ایک نیک شخص شمار کرنے لگے۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ گناہ سے بچنے کے لئے قربانی دینے والا، اللہ کے نزدیک عظیم ہوتا ہے؛ عفت و پاکدامنی کا صلہ کبھی کبھی دنیا ہی میں عطا کر دیا جاتا ہے؛ سچی توبہ اور نماز انسان کو روحانی طور پر پاک کر دیتی ہے؛ گناہ کے موقع پر گناہ نہ کرنا، اللہ کے نزدیک سب سے بڑی عبادتوں میں سے ایک عبادت ہے۔

صبر سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "عَلَامَةُ الصَّابِرِ فِي ثَلَاثٍ أَوَّلُهَا أَنْ لَا يَكْسَلَ وَ الثَّانِيَةُ أَنْ لَا يَضْجَرَ وَ الثَّالِثَةُ أَنْ لَا يَشْكُوَ مِنْ رَبِّهِ تَعَالَى لِأَنَّهُ إِذَا كَسِلَ فَقَدْ ضَيَّعَ الْحَقَّ وَ إِذَا ضَجِرَ لَمْ يُؤَدِّ الشُّكْرَ وَ إِذَا شَكَا مِنْ رَبِّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَقَدْ عَصَاهُ" صابر کی علامت تین چیزوں میں ہے: سستی نہ کرے، گھبراہٹ اور بیزاری کا اظہار نہ کرے، اپنے رب سے شکایت نہ کرے۔ نتیجہ کیونکہ جب وہ سستی کرتا ہے تو حق کو ضائع کرتا ہے، جب بیزار ہوتا ہے تو شکر ادا نہیں کرتا اور جب اپنے پروردگار عزّوجل سے شکایت کرتا ہے تو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔[1]

---

[1] علل الشرایع، ج۲، ص۴۹۸۔

"أَمَّا عَلاَمَةُ الصَّابِرِ فَأَرْبَعَةٌ اَلصَّبْرُ عَلَى الْمَكَارِهِ وَ الْعَزْمُ فِي أَعْمَالِ الْبِرِّ وَ التَّوَاضُعُ وَ الْحِلْمُ "اور صابر کی علامت چار چیزیں ہیں: مشکلوں پر صبر کرنا، نیکی کے کاموں میں پختہ ارادہ رکھنا، عاجزی اختیار کرنا اور بردباری۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "مَنْ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى كَدِّهِ صَبَرَ عَلَى الْإِفْلاَسِ" جو شخص محنت مزدوری پہ صبر نہیں کرے گا اسے افلاس اور فاقوں پہ صبر کرنا پڑے گا۔[۱]

اسی طرح ایک طولانی روایت نقل ہوئی ہے: "عَنِ الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: أَوْحَى اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَنَّ قَرِينَكَ فِي الْجَنَّةِ خَلاَدَةُ بِنْتِ أَوْسٍ فَأْتِهَا وَ أَخْبِرْهَا وَ بَشِّرْهَا بِالْجَنَّةِ وَ أَعْلِمْهَا أَنَّهَا قَرِينُكَ فِي الْآخِرَةِ فَانْطَلَقَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِلَيْهَا فَقَرَعَ الْبَابَ عَلَيْهَا فَخَرَجَتْ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَنْتِ خَلاَدَةُ بِنْتِ أَوْسٍ؟ قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ! لَسْتُ بِصَاحِبَتِكَ الَّتِي تَطْلُبُ، قَالَ لَهَا دَاوُدُ: أَلَسْتِ خَلاَدَةَ بِنْتِ أَوْسٍ مِنْ سِبْطِ كَذَا وَ كَذَا؟ قَالَتْ: بَلَى، قَالَ: فَأَنْتِ هِيَ إِذاً، فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ لَعَلَّ اِسْماً وَافَقَ اِسْماً، فَقَالَ لَهَا دَاوُدُ: مَا كَذَبْتُ وَ لاَ كُذِبْتُ وَ إِنَّكِ لَأَنْتِ هِيَ، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ مَا أُكَذِّبُكَ وَ لاَ وَ اللهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ نَفْسِي مَا وَصَفْتَنِي بِهِ، قَالَ لَهَا دَاوُدُ: خَبِّرِينِي عَنْ سَرِيرَتِكِ مَا هِيَ، قَالَتْ: أَمَّا هَذَا فَسَأُخْبِرُكَ بِهِ إِنَّهُ لَمْ يُصِبْنِي وَجَعٌ قَطُّ نَزَلَ بِي مِنَ اللهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى كَائِناً مَا كَانَ وَ لاَ نَزَلَ بِي مَرَضٌ أَوْ جُوعٌ إِلاَّ صَبَرْتُ عَلَيْهِ وَ لَمْ أَسْأَلِ اللهَ كَشْفَهُ حَتَّى هُوَ يَكُونُ الَّذِي يُحَوِّلُهُ عَنِّي إِلَى الْعَافِيَةِ وَ السَّعَةِ لَمْ أَطْلُبْ بِهَا بَدَلاً وَ شَكَرْتُ اللهَ عَلَيْهَا وَ حَمِدْتُهُ قَالَ لَهَا دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: فَبِهَذَا النَّعْتِ بَلَغْتِ مَا

---

[۱]۔ عیون الحکم، ج۱، ص۴۲۷۔

بَلَغَتْ ثُمَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: هٰذَا وَ اللهِ دِيْنُ اللهِ الَّذِي ارْتَضَاهُ لِلصَّالِحِيْنَ" اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ خلادہ بنت اوس کو بہشت کی خوشخبری دے دو اور اسے بتادو کہ وہ بہشت میں تمہاری ہم نشین ہوگی، حضرت داؤدؑ اس کی طرف گئے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا، وہ باہر نکلی پوچھا: کیا میرے بارے میں کوئی چیز نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، اس نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ فرمایا: خداوند عزوجل نے میری طرف وحی فرمائی ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ تم بہشت میں میری ہم نشین ہوگی؛ میں تمہیں بہشت کی خوشخبری دیتا ہوں، اس نے کہا: کیا واقعی میں وہی ہوں اور میرا ہی نام لیا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں تم ہی ہو، اس نے کہا: اے نبی خدا! میں آپ کو جھٹلاتی تو نہیں لیکن میں اپنے آپ کو اس بات کا مستحق نہیں پاتی جو آپ نے فرمائی ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: تم مجھے اپنے اندرونی و باطنی حالات سے آگاہ کرو تاکہ میں یہ جان سکوں کہ وہ کون سے کام ہیں جن کی بنا پہ تم بہشت کی مستحق ہوئی ہو! اس نے عرض کیا: اس کے متعلق میں عرض کرتی ہوں، میری عادت یہ ہے کہ مجھے جب بھی اور جیسا بھی درد ہوتا ہے، جب بھی نقصان، تکلیف، ضرورت اور بھوک ہوتی ہے ان سب پر صبر کرتی ہوں اور اللہ سے ان کے دور ہونے کی دعا بھی نہیں کرتی، حتیٰ کہ خداوند تعالیٰ خود ہی میری مشکلات کو آسان فرما دیتا ہے؛ میں بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی، اسی پر اللہ کی حمد اور اس کا شکر بجالاتی ہوں؛ داؤد علیہ السلام نے فرمایا: بس اسی بنا پہ تم اس مرتبہ پہ فائز ہوئی ہو۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہی اللہ کا وہ دین ہے جس کو اس نے اپنے صالح بندوں کے لئے پسند فرمایا ہے۔[1]

❁ ❁ ❁

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۶۸، ص ۹۷۔ میزان الحکمہ، ج ۵، ص ۳۹۹۔

﴿صبر رسولؐ﴾

خداوندعالم نے قرآن کریم میں جابجا پیمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر، ضبط اور حوصلہ کی دعوت دی ہے، ان میں سے کچھ مقامات کا تذکرہ اس طرح کیا جا سکتا ہے:

سورہ احقاف کی آیت ۳۵ میں ارشاد ہوتا ہے: "فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ" (اے میرے رسول!) آپ صبر سے کام لیجئے جس طرح عزم و ہمت والے (اولوالعزم) رسولوں نے صبر سے کام لیا تھا۔ ان کے معاملے میں جلدی نہ کیجئے۔ جس دن یہ لوگ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا انہیں خوف دلایا جا رہا ہے تو انہیں یوں معلوم ہوگا جیسے (وہ دنیا میں) دن کے ایک گھنٹہ سے زیادہ نہیں ٹھہرے تھے بس بات پہنچادی گئی، لہٰذا برباد تو وہی ہوں گے جو نافرمان ہو گے۔

سورہ نحل کی آیت ۱۲۷ میں ارشاد ہوتا ہے: "وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ" آپ تو صبر ہی سے کام لیجئے۔ آپ کا یہ صبر کرنا بھی خدا ہی کی مدد اور توفیق سے ہے۔ ان لوگوں (کی حرکتوں) پر رنج نہ فرمائیں اور نہ ان کی چالبازیوں، مکاریوں اور ترکیبوں سے دل تنگ ہوں۔

سورہ آل عمران کی آیت ۱۴۶ میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے: "وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ" اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جن کے

ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی تو انہیں اللہ کی راہ میں مصیبتیں بھی اٹھانی پڑیں، مگر وہ نہ تو سست ہی ہوئے، نہ انہوں نے کوئی کمزوری دکھائی، نہ وہ باطل کے سامنے دبے، نہ عاجزی سے جھکے اور اللہ ایسے صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۱۵۷ میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے: "الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ؛ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ" جب بھی ان لوگوں پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں بلاشبہ ہم اللہ کے لئے ہیں اور یقیناً اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ ہیں کہ ان پر ان کے رب کی خاص عنایتیں ہیں اور رحمت بھی ہے اور یہی لوگ ہدایت پالنے والے ہیں۔

نہج البلاغہ، خطبہ ۲۱۵ میں ایک جملہ اس طرح آیا ہے: "وَ صَبَرْتُ مِنْ كَظْمِ الْغَيْظِ عَلَى أَمَرَّ مِنَ الْعَلْقَمِ" اور میں نے غصہ کو ضبط کرنے میں ایسے صبر سے کام لیا جو علقم (انتہائی تلخ جڑی بوٹی) سے بھی زیادہ تلخ تھا۔

مذکورہ خطبہ امیر المؤمنین امام علی علیہ السلام کا نہایت دردناک اور پر مغز خطبہ ہے؛ یہ خطبہ اُن حالات کی عکاسی کرتا ہے جب امام علیؑ نے رسول اللہؐ کے بعد اپنا حق خلافت نہ ملنے پر صبر کیا اور حالات کے تحت خاموشی اختیار کی۔

تشریح: "کظم الغیظ" یعنی غصہ کو اندر ہی اندر پی جانا، غصہ پر قابو پانا۔ "علقم" ایک تلخ ترین بوٹی ہے، عرب میں تلخی کی شدت بیان کرنے کے لئے اسے مثال کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

امام علیؑ فرما رہے ہیں کہ جو صبر میں نے کیا، وہ ایسا تھا جیسے کوئی شدید غصہ کو نگل جائے اور وہ غصہ علقم سے بھی زیادہ تلخ ہو۔

پس منظر: یہ جملہ اُس سیاسی اور روحانی ظلم کی طرف اشارہ ہے جس کا سامنا امام علیؑ کو رسول اللہؐ کے بعد خلافت کے مسئلہ میں کرنا پڑا۔ آپؑ کو ایک طرف امت کی بھلائی کے لئے فتنہ سے بچنا تھا اور دوسری طرف اپنے حق پر صبر بھی کرنا تھا۔

ایک روایت میں منقول ہے: "عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، مَا الصَّبْرُ الْجَمِيلُ؟ قَالَ: ذَلِكَ صَبْرٌ لَيْسَ فِيهِ شَكْوَىٰ إِلَى النَّاسِ " جابر کہتے ہیں: میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم کرے، صبرِ جمیل کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ صبر جس میں لوگوں سے کوئی شکایت نہ ہو۔ صبرِ جمیل کا مطلب ہے ایسا صبر جو خالص اللہ کے لئے ہو، انسان اپنی تکلیف کا شکوہ کسی بندے سے نہ کرے، بلکہ سب کچھ اللہ کے سپرد کردے۔

نہج البلاغہ، حکمت ۳۹۶ میں ارشاد ہوتا ہے: " وَ الدَّهْرُ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَّكَ وَ يَوْمٌ عَلَيْكَ، فَإِذَا كَانَ لَكَ فَلَا تَبْطَرْ، وَ إِذَا كَانَ عَلَيْكَ فَاصْبِرْ! " زمانہ دو دنوں پر تقسیم ہوتا ہے: ایک روز تمہارا موافق اور دوسرا روز تمہارا مخالف ہے۔ جب دن تمہارے موافق ہو تو اتراؤ نہیں اور جب دن تمہارے مخالف ہو تو صبر کرو۔

ظلم درد ہے، صبر دوا ہے؛ ظلم زخم ہے، صبر مرہم ہے؛ ظلم کثافت ہے، صبر طہارت ہے؛ ظلم ذلت ہے، صبر عزت ہے؛ ظلم نار ہے، صبر نور ہے؛ ظلم اندھیرا ہے، صبر روشنی ہے؛ ظلم زوال ہے، صبر کمال ہے؛ ظلم خطا ہے، صبر عطا ہے؛

ظلم جفا ہے، صبر وفا ہے؛ ظلم فنا ہے، صبر بقا ہے؛ ظلم علامت کفر ہے، صبر اسلام کا پرچم ہے؛ ظلم اصولوں سے بغاوت ہے، صبر رسولوں کی اطاعت ہے؛ ظلم تاریخ کا بدنما داغ ہے، صبر چہرہ اسلام کا جمال ہے؛ ظلم نیزہ وہ شمشیر ہے، صبر حضرت شبیر ہے؛ ظلم کمان و تیر ہے، صبر اصغر بے شیر ہے؛ ظلم طوق سلاسل ہے، صبر عابد دلگیر ہے۔

صبر کرنے والوں پر خدا کی طرف سے چند عنایتیں:

محبت: سورہ آل عمران آیت ۱۴۶ میں ارشاد ہو رہا ہے" وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ "اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، ان سے محبت کرتا ہے۔

نصرت: سورہ بقرہ آیت ۱۵۳ میں اس طرح ارشاد ہورہا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ "بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جنت: سورہ فرقان آیت ۷۵ میں ارشادِ خداوندی ہورہا ہے: "أُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا "ایسے لوگوں کو ان کے صبر کے صلہ میں اونچے محل ملیں گے۔

بشارت: اسی طرح ایک آیت میں ارشاد ہوتا ہے: "وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ" اور صبر کرنے والوں کو بشارت دو۔

سورہ انفال آیت ۴۶ میں ارشادِ رب العزت ہو رہا ہے: "وَأَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ " اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو؛ آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہ کرو ورنہ تمہارے اندر کمزوری اور سستی پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی (رُعب ودبدبہ ختم ہوجائے گا، اس لئے) صبر وبرداشت سے کام لیا کرو۔ حقیقتاً خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

❁ ❁ ❁

﴿ذوالقرنین کا واقعہ﴾

قرآن مجید کی سورۂ کہف (آیات ۸۳ تا۹۸) میں جناب ذوالقرنین کا واقعہ آیا ہے، مکمل واقعہ کو قصص الانبیاء علامہ مجلسی، صفحہ ۲۸۳ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

سورہ کہف کی آیت ۸۳ میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے: "وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا" اور یہ لوگ آپؐ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ میں عنقریب تمہارے لئے اس کا کچھ تذکرہ پڑھ کر سناؤں گا۔

"إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا" ہم نے اسے زمین میں قدرت عطا کی اور ہر چیز کا ایک وسیلہ (سبب) اس کے لئے مہیا کر دیا۔ "فَأَتْبَعَ سَبَبًا" پس اس نے ایک راہ اختیار کی۔

"حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا" یہاں تک کہ جب وہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایسا محسوس ہوا کہ وہ ایک سیاہ پانی کے چشمے میں ڈوب رہا ہے اور وہاں ایک قوم ملی۔ ہم نے کہا: اے ذوالقرنین! تمہیں اختیار ہے کہ ان کو سزا دو یا ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرو۔

"قَالَ أَمَّا مَنۡ ظَلَمَ فَسَوۡفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُكۡرًا" اس نے کہا: جو ظلم کرے گا ہم اسے سزا دیں گے، پھر اپنے پروردگار کی طرف پلٹا دیا جائے گا اور وہ اسے سخت عذاب دے گا۔

"وَأَمَّا مَنۡ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الۡحُسۡنَىٰ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنۡ أَمۡرِنَا يُسۡرًا" اور جو ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کے لئے بہترین بدلہ ہے اور ہم اس کے لئے اپنے حکم میں نرمی کر دیں گے۔

"ثُمَّ أَتۡبَعَ سَبَبًا" پھر اس نے ایک اور راہ اختیار کی۔ "حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلَىٰ قَوۡمٍ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَهُمۡ مِنۡ دُونِهَا سِتۡرًا" یہاں تک کہ جب وہ سورج نکلنے کی جگہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لئے ہم نے اس سے بچنے کی کوئی اوٹ نہیں بنائی تھی۔

"كَذَٰلِكَ وَقَدۡ أَحَطۡنَا بِمَا لَدَيۡهِ خُبۡرًا" یہی حال تھا، اور جو کچھ اس کے پاس تھا ہم نے اسے خوب گھیر رکھا تھا۔ "ثُمَّ أَتۡبَعَ سَبَبًا" پھر اس نے ایک اور راہ اختیار کی۔ "حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيۡنَ السَّدَّيۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُونِهِمَا قَوۡمًا لَا يَكَادُونَ يَفۡقَهُونَ قَوۡلًا" یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو ان کے آگے ایک قوم ملی جو بات سمجھنے کے قریب بھی نہ تھی۔

"قَالُوا يَا ذَا الۡقَرۡنَيۡنِ إِنَّ يَأۡجُوجَ وَمَأۡجُوجَ مُفۡسِدُونَ فِي الۡأَرۡضِ فَهَلۡ نَجۡعَلُ لَكَ خَرۡجًا عَلَىٰ أَنۡ تَجۡعَلَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَهُمۡ سَدًّا" انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین پر فساد کرتے ہیں، کیا ہم آپ کے لئے کچھ خرچ مقرر کریں تاکہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک رکاوٹ بنا دیں؟۔

"قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَأَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا" اس نے کہا: جو کچھ میرا پروردگار مجھے عطا کر چکا ہے وہ بہتر ہے، تم بس مجھے قوت (افرادی طاقت) کے ساتھ مدد دو، میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا۔

"آتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰى إِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰى إِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ آتُوْنِيْ أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا" میرے پاس لوہے کی بڑی بڑی تختیاں لے آؤ۔ یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کے درمیانی خلا کو اس نے بھر دیا تو کہا: آگ دہکاؤ۔ یہاں تک کہ جب اسے آگ کی طرح کر دیا تو کہا: پگھلا ہوا تانبا میرے پاس لاؤ تاکہ میں اس پر ڈال دوں۔

"فَمَا اسْطَاعُوْا أَنْ يَظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا" پھر نہ وہ اس پر چڑھنے کے قابل رہے اور نہ اس میں نقب لگا سکے۔ "قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّيْ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا" ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے پروردگار کی رحمت ہے، پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آجائے گا تو وہ اسے زمین برابر کر دے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ برحق ہے۔

ذوالقرنین کا واقعہ احادیث سے:

روایت میں اس طرح منقول ہوا ہے: "عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ يَقُوْلُ: إِنَّ ذَا الْقَرْنَيْنِ كَانَ عَبْداً صَالِحاً جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ حُجَّةً عَلٰى عِبَادِهٖ فَدَعَا قَوْمَهٗ إِلَى اللّٰهِ وَ أَمَرَهُمْ بِتَقْوَاهُ فَضَرَبُوْهُ عَلٰى قَرْنِهٖ فَغَابَ عَنْهُمْ زَمَاناً حَتّٰى قِيْلَ مَاتَ أَوْ

هَلَكَ بِأَيِّ وَادٍ سَلَكَ ثُمَّ ظَهَرَ وَ رَجَعَ إِلَى قَوْمِهِ فَضَرَبُوهُ عَلَى قَرْنِهِ الْآخَرِ وَ فِيكُمْ مَنْ هُوَ عَلَى سُنَّتِهِ وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ مَكَّنَ لِذِي الْقَرْنَيْنِ فِي الْأَرْضِ وَ جَعَلَ لَهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَباً وَ بَلَغَ الْمَغْرِبَ وَ الْمَشْرِقَ وَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى سَيَجْرِي سُنَّتَهُ فِي الْقَائِمِ مِنْ وُلْدِي فَيُبَلِّغُهُ شَرْقَ الْأَرْضِ وَ غَرْبَهَا حَتَّى لَا يَبْقَى مَنْهَلٌ وَ لَا مَوْضِعٌ مِنْ سَهْلٍ وَ لَا جَبَلٍ وَطِئَهُ ذُو الْقَرْنَيْنِ إِلاَّ وَطِئَهُ وَ يُظْهِرُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ كُنُوزَ الْأَرْضِ وَ مَعَادِنَهَا وَ يَنْصُرُهُ بِالرُّعْبِ فَيَمْلَأُ الْأَرْضَ بِهِ عَدْلاً وَ قِسْطاً كَمَا مُلِئَتْ جَوْراً وَ ظُلْماً" جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں: میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا: بیشک ذوالقرنین ایک نیک بندہ تھا، اللہ عزوجل نے اسے اپنی مخلوق پر حجت قرار دیا تھا۔ اس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا اور انہیں تقویٰ کا حکم دیا۔ پس انہوں نے اس کے ایک سینگ (یا سر کے ایک پہلو) پر مارا، تو وہ ایک مدت کے لئے ان کی نظروں سے غائب ہو گیا، یہاں تک کہ کہا جانے لگا: وہ مر گیا یا ہلاک ہو گیا یا کسی وادی میں جا بسا گیا۔ پھر وہ دوبارہ ظاہر ہوا اور اپنی قوم کی طرف پلٹا تو انہوں نے اس کے دوسرے سینگ (دوسرے پہلو) پر مارا۔

اور تم میں سے بھی ایک وہ ہوگا جو اسی کی سنت پر ہوگا۔ اور بے شک اللہ عزوجل نے ذوالقرنین کو زمین میں اقتدار عطا کیا اور ہر چیز کا سبب اسے دیا، یہاں تک کہ وہ مغرب اور مشرق تک جا پہنچا۔

اور بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ میری اولاد میں سے قائم (امام مہدیؑ) میں بھی اسی کی سنت جاری کرے گا۔ وہ زمین کے مشرق اور مغرب تک پہنچے گا۔ کوئی چشمہ

اور کوئی مقام، خواہ وہ میدان ہو یا پہاڑ، باقی نہ رہے گا جہاں ذوالقرنین پہنچا ہو مگر یہ کہ یہ بھی وہاں پہنچے گا۔

اللہ عزوجل اس کے لئے زمین کے خزانے اور کانوں کو ظاہر کرے گا اور اس کی مدد رعب کے ذریعہ کرے گا، اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔[1]

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِی أَسَدٍ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ عَلِیّاً عَلَیْهِ السَّلاَمُ أَرَأَیْتَ ذَا الْقَرْنَیْنِ کَیْفَ اِسْتَطَاعَ أَنْ یَبْلُغَ الْمَشْرِقَ وَ الْمَغْرِبَ؟ قَالَ: سَخَّرَ اللهُ لَهُ السَّحَابَ وَ مَدَّ لَهُ فِي الْأَسْبَابِ وَ بَسَطَ لَهُ النُّورَ فَکَانَ اللَّیْلُ وَ النَّهَارُ عَلَیْهِ سَوَاءً" بنی اسد کے ایک شخص نے روایت کی کہ ایک آدمی نے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے سوال کیا: کیا آپ نے دیکھا کہ ذوالقرنین کس طرح مشرق و مغرب تک پہنچنے پر قادر ہوا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے اس کے لئے بادل کو مسخر کر دیا تھا، اور اس کے لئے اسباب (وسائل) کو بڑھا دیا تھا، اور نور کو اس کے لئے پھیلا دیا تھا۔ اس پر رات اور دن برابر تھے (یعنی اس کے لئے سفر میں اندھیرا اور روشنی رکاوٹ نہ بنتی تھی)۔[2]

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین کا سفر عام انسانوں کی طرح نہیں تھا بلکہ اس سفر میں اللہ کی خاص مدد شامل حال تھی؛ بادل، نور اور اسباب اس کے تابع کر دیئے گئے تھے۔

---

[1]۔ کمال الدین و تمام النعمۃ، ج ۲، ص ۳۹۴۔

[2]۔ کمال الدین و تمام النعمۃ، ج ۲، ص ۳۹۳۔

دوسرے مقام پر ایک روایت اس طرح نقل ہوئی ہے: "وَ عَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَنَّ ذَا الْقَرْنَيْنِ كَانَ عَبْداً صَالِحاً نَاصَحَ اللهَ سُبْحَانَهُ فَنَاصَحَهُ فَسُخِّرَ لَهُ السَّحَابُ وَ طُوِيَتْ لَهُ الْأَرْضُ وَ بُسِطَ لَهُ فِي النُّورِ وَ كَانَ يُبْصِرُ بِاللَّيْلِ كَمَا يُبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَ أَنَّ أَئِمَّةَ الْحَقِّ كُلَّهُمْ قَدْ سَخَّرَ اللهُ تَعَالَى لَهُمُ السَّحَابَ وَ كَانَ يَحْمِلُهُمْ إِلَى الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ وَ لِإِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ" امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ذوالقرنین ایک نیک اور صالح بندہ تھا۔ اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خیر خواہی کی تو اللہ نے بھی اس کے ساتھ خیر خواہی فرمائی۔ اللہ نے اس کے لئے بادلوں کو مسخر کیا، زمین اس کے لئے لپیٹ دی گئی (سفر آسان ہوگیا)، اور نور اس کے لئے پھیلا دیا گیا، یہاں تک کہ وہ رات میں بھی ایسے دیکھتا تھا جیسے دن میں دیکھتا ہے۔ اور بے شک تمام امامانِ حق کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو مسخر کر رکھا ہے جو انہیں مشرق اور مغرب تک مسلمانوں کے مصالح اور باہمی اصلاح کے لئے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔[1]

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "جَبْرَئِيلُ بْنُ أَحْمَدَ عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ رَفَعَهُ إِلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ ذَا الْقَرْنَيْنِ عَمِلَ صُنْدُوقاً مِنْ قَوَارِيرَ ثُمَّ حَمَلَ فِي مَسِيرِهِ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ رَكِبَ الْبَحْرَ فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى مَوْضِعٍ مِنْهُ قَالَ لِأَصْحَابِهِ دُلُّونِي فَإِذَا حَرَّكْتُ الْحَبْلَ فَأَخْرِجُونِي فَإِنْ لَمْ أُحَرِّكِ الْحَبْلَ فَأَرْسِلُونِي إِلَى آخِرِهِ فَأَرْسَلُوهُ فِي الْبَحْرِ وَ أَرْسَلُوا الْحَبْلَ مَسِيرَةَ أَرْبَعِينَ يَوْماً فَإِذَا ضَارِبٌ يَضْرِبُ جَنْبَ الصُّنْدُوقِ وَ يَقُولُ

[1]۔ الخرائج والجرائح، ج۲، ص۹۳۰۔

يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ أُرِيدُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَى مُلْكِ رَبِّي فِي الْبَحْرِ كَمَا رَأَيْتُهُ فِي الْبَرِّ فَقَالَ يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ هَذَا الْمَوْضِعَ الَّذِي أَنْتَ فِيهِ مَرَّ فِيهِ نُوحٌ زَمَانَ الطُّوفَانِ فَسَقَطَ مِنْهُ قَدُومٌ فَهُوَ يَهْوِي فِي قَعْرِ الْبَحْرِ إِلَى السَّاعَةِ لَمْ يَبْلُغْ قَعْرَهُ فَلَمَّا سَمِعَ ذُو الْقَرْنَيْنِ ذَلِكَ حَرَّكَ الْحَبْلَ وَ خَرَجَ "

جبرئیل بن احمد نے موسیٰ بن جعفرؑ سے نقل کیا ہے، انہوں نے امام جعفر صادقؑ تک اسے پہنچایا کہ آپؑ نے فرمایا: ذوالقرنین نے شیشہ کا ایک صندوق بنایا، پھر اپنے سفر میں جو کچھ اللہ نے چاہا ساتھ لیا، اور سمندر کا سفر شروع کیا۔ جب وہ ایک جگہ پر پہنچا تو اپنے ساتھیوں سے کہا: "مجھے (اس صندوق میں) نیچے باندھ دو۔ جب میں رسی کو ہلاؤں تو مجھے اوپر کھینچ لینا اور اگر میں رسی کو حرکت نہ دوں تو مجھے آخر تک (گہرائی تک) جانے دینا۔ چنانچہ انہوں نے اسے سمندر میں اتارا اور رسی کو چالیس دن کی مسافت تک چھوڑا۔ اتنے میں ایک مارنے والا صندوق کے قریب آیا اور کہا: اے ذوالقرنین! کہاں جانا چاہتے ہو؟ ذوالقرنین نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ اپنے رب کی سلطنت کو سمندر میں دیکھوں، جیسے کہ میں نے خشکی میں دیکھی ہے۔" اس نے کہا: اے ذوالقرنین! جس جگہ تم ہو، اس جگہ سے نوحؑ زمانۂ طوفان میں گزرے تھے، وہاں سے ان کا ایک کلہاڑا (قدوم) گر گیا تھا، اور وہ آج تک سمندر کی تہہ میں گرتا ہی چلا جا رہا ہے اور ابھی تک سمندر کی تہہ تک نہیں پہنچا۔ جب ذوالقرنین نے یہ بات سنی تو فوراً رسی کو ہلایا اور (ساتھیوں نے) اسے باہر نکال لیا۔[1]

---

[1]۔ بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام، ج ۱۲، ص ۲۰۶۔

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "بِالْإِسْنَادِ عَنِ الصَّدُوقِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عِيسَىٰ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ الْمُثَنَّى عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ ذَا الْقَرْنَيْنِ كَانَ عَبْداً صَالِحاً لَمْ يَكُنْ لَهُ قَرْنٌ مِنْ ذَهَبٍ وَ لاَ فِضَّةٍ بَعَثَهُ اللهُ فِي قَوْمِهِ فَضَرَبُوهُ عَلَىٰ قَرْنِهِ الْأَيْمَنِ فَغَابَ عَنْهُمْ ثُمَّ عَادَ إِلَيْهِمْ فَدَعَاهُمْ فَضَرَبُوهُ عَلَى قَرْنِهِ الْأَيْسَرِ وَ فِيكُمْ مِثْلُهُ قَالَهَا ثَلاَثَ مَرَّاتٍ وَ كَانَ قَدْ وُصِفَ لَهُ عَيْنُ الْحَيَاةِ وَ قِيلَ لَهُ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا شَرْبَةً لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَسْمَعَ الصَّيْحَةَ وَ إِنَّهُ خَرَجَ فِي طَلَبِهَا حَتَّى أَتَى مَوْضِعاً كَانَ فِيهِ ثَلاَثُمِائَةٍ وَ سِتُّونَ عَيْناً وَ كَانَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ عَلَى مُقَدِّمَتِهِ وَ كَانَ مِنْ آثَرِ أَصْحَابِهِ عِنْدَهُ فَدَعَاهُ وَ أَعْطَاهُ وَ أَعْطَى قَوْماً مِنْ أَصْحَابِهِ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ حُوتاً مَمْلُوحاً ثُمَّ قَالَ انْطَلِقُوا إِلَى هَذِهِ الْمَوَاضِعِ فَلْيَغْسِلْ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ حُوتَهُ وَ إِنَّ الْخَضِرَ انْتَهَى إِلَى عَيْنٍ مِنْ تِلْكَ الْعُيُونِ فَلَمَّا غَمَسَ الْحُوتَ وَ وَجَدَ رِيحَ الْمَاءِ حَيَّ وَ انْسَابَ فِي الْمَاءِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْخَضِرُ رَمَى بِثِيَابِهِ وَ سَقَطَ فِي الْمَاءِ فَجَعَلَ يَرْتَمِسُ فِي الْمَاءِ وَ يَشْرَبُ رَجَاءَ أَنْ يُصِيبَهَا فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ رَجَعَ وَ رَجَعَ أَصْحَابُهُ فَأَمَرَ ذُو الْقَرْنَيْنِ بِقَبْضِ السَّمَكِ فَقَالَ انْظُرُوا فَقَدْ تَخَلَّفَ سَمَكَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالُوا الْخَضِرُ صَاحِبُهَا فَدَعَاهُ فَقَالَ مَا فَعَلْتَ بِسَمَكَتِكَ فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ مَا ذَا صَنَعْتَ قَالَ سَقَطْتُ فِيهَا أَغُوصُ وَ أَطْلُبُهَا فَلَمْ أَجِدْهَا قَالَ فَشَرِبْتَ مِنَ الْمَاءِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَطَلَبَ ذُو الْقَرْنَيْنِ الْعَيْنَ فَلَمْ يَجِدْهَا فَقَالَ لِلْخَضِرِ أَنْتَ صَاحِبُهَا وَ أَنْتَ الَّذِي خُلِقْتَ لِهَذِهِ الْعَيْنِ وَ كَانَ اسْمُ ذِي الْقَرْنَيْنِ عَيَّاشاً وَ كَانَ أَوَّلَ الْمُلُوكِ بَعْدَ نُوحٍ مَلِكَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ

الْمَغْرِبِ"ابو حمزہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی: بے شک ذوالقرنین ایک صالح بندہ تھا، اس کے سر پر نہ سونے کا سینگ تھا نہ چاندی کا۔ اللہ نے اسے اپنی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے اس کے دائیں شانے یا سر کے دائیں طرف ضرب لگائی اور وہ غائب ہو گیا۔ پھر دوبارہ لوٹا اور انہیں اللہ کی طرف بلایا، تو انہوں نے اس کے بائیں طرف ضرب لگائی۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا:"اور تم میں بھی اس جیسا ایک ہے" (یعنی امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی طرف اشارہ)۔امام نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا۔

ذوالقرنین کے لئے "عین الحیاۃ" (آبِ حیات کا چشمہ) بیان کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا: جو اس میں سے ایک گھونٹ پی لے گا وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک صور نہ پھونکا جائے۔

چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکلا اور ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں تین سو ساٹھ چشمے تھے۔ اس کے لشکر کے مقدمہ میں حضرت خضر علیہ السلام تھے اور وہ ذوالقرنین کے نزدیک ترین اور سب سے زیادہ پسندیدہ ساتھی تھے۔

ذوالقرنین نے اپنے اصحاب کو بلایا اور ہر ایک کو ایک نمکین مچھلی دی اور کہا: "جاؤ اور ان چشموں پر اپنی مچھلی دھوؤ۔" جب حضرت خضر ایک چشمے پر پہنچے اور مچھلی کو پانی میں ڈالا تو مچھلی زندہ ہوگئی اور پانی میں چلی گئی۔ یہ دیکھ کر خضر علیہ السلام نے اپنے کپڑے پھینک دیئے اور چشمے میں کود گئے نیز غوطہ لگا کر پینے لگے اس امید سے کہ شاید اس آبِ حیات میں سے کچھ پی لیں۔

جب لشکر واپس آیا تو ذوالقرنین نے حکم دیا کہ مچھلیاں لائی جائیں۔ دیکھا گیا کہ ایک مچھلی غائب ہے۔ لوگوں نے کہا: "یہ مچھلی خضر کی تھی۔" ذوالقرنین نے خضر کو بلایا اور پوچھا: "تم نے اپنی مچھلی کے ساتھ کیا کیا؟" خضر نے سارا واقعہ بتایا۔ ذوالقرنین نے پوچھا: "کیا تم نے اس پانی میں سے پیا؟"۔

خضر نے کہا: "جی ہاں۔ ذوالقرنین نے خود اس چشمہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ ملا۔ ذوالقرنین نے خضر سے کہا: "یہ چشمہ تمہارے ہی لئے تھا، تم ہی اس کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔

پھر امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ذوالقرنین کا اصل نام عیّاش تھا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سب سے پہلا بادشاہ تھا جس نے مشرق و مغرب تک حکومت کی۔

اس روایت سے واضح ہوتا ہے: ذوالقرنین نبی نہیں بلکہ صالح بندہ اور بادشاہ تھا۔ سر پر لگنے والی چوٹوں کی وجہ سے "ذوالقرنین" کہا گیا۔ ان کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام تھے، جنہیں آبِ حیات نصیب ہوئی۔ ذوالقرنین کی سلطنت مشرق و مغرب تک وسیع تھی۔

❁ ❁ ❁

﴿رزق کے چکر میں رازق کو چھوڑ دیا﴾

سورہ جمعہ آیت ۱۱ میں ارشاد ربّانی ہوتا ہے: "وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ" اور جب ان لوگوں نے تجارت یا کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپؐ کو تنہا چھوڑ دیا۔ ان سے کہہ دیجئے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس لہو ولعب اور تجارت سے کہیں بہتر ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے۔

اس آیت سے متعلق تفسیر مجمع البیان میں تحریر ہے: ایک سال مدینہ میں خشکسالی ہوئی، اناج بہت مہنگا ہو گیا تھا، حضور اکرمؐ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، شام سے ایک تجارتی قافلہ غذائی اشیاء لے کر آپہنچا، قافلہ والوں نے طبل بجائے، طبل کی آواز سن کر لوگ خطبہ چھوڑ کر بازار کی جانب دوڑ پڑے، مسجد میں صرف ۱۲ آدمی اور ایک خاتون باقی بچے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ جو لوگ مسجد میں باقی رہ گئے تھے وہ قابل تعریف ہیں، ان کی تعریف ہونی چاہئے کہ انہوں نے دنیا کو دین پہ ترجیح نہیں دی، رسالت مآبؐ کے خطبہ کو نہیں چھوڑا تو ان کی تعریف خدا نے کی ہے، آیت نازل ہوئی اور اسی آیت کے ذیل میں تفسیر ابن عباس نے بھی وضاحت کی کہ وہ بارہ لوگ کون تھے جن پر طبل اور باجوں کا اثر نہ ہوا!۔

سورہ نور آیت ۳۷ میں ارشاد ہوا: "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ" وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت؛ ذکر خدا، قیام نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس میں قلب و نظر منقلب ہوجائیں گے۔

تفسیر ابن عباس سے مروی ہے کہ وحیہ کلبی شام سے مال تجارت لایا اور مدینہ سے باہر ڈیرا جمالیا، لوگوں کو اطلاع دینے کے لئے ڈھول اور طبلے بجائے، جمعہ کا دن تھا، نمازی اپنی نماز اور خطبہ کو چھوڑ کر وہاں جا پہنچے، صرف حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقدادؓ، صہیبؓ اور عورتوں میں جناب فاطمہ صلواۃ اللہ علیہا کے علاوہ سب چلے گئے، آپؐ ن یہ حالت دیکھ کر ارشاد فرمایا: خداوند کریم نے میری مسجد پر نظر رحمت فرمائی، اگر یہ آٹھ آدمی نہ ہوتے تو پورے مدینہ میں آگ برستی اور قوم لوط کی طرح ان لوگوں پر آسمان سے پتھر برستے پس ان لوگوں کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک شخص نظر آیا جو مستقل مسجد میں نظر آتا تھا آپؐ نے اس سے پوچھا: بھائی تم یہیں رہتے ہو؟ تمہاری غذا کا اہتمام کیسے ہوتا ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی میرے لئے ہمیشہ کھانا پہنچا دیتا ہے، آپؐ نے فرمایا: تمہاری عبادت سے زیادہ اللہ کو تمہارے بھائی کی عبادت پسند ہے لہٰذا جو اپنے رزق کے خیال کے ساتھ رازق کا خیال رکھتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عبادت کو زیادہ قبول کرتا ہے، خیر آپؐ نے اسے ایک درہم دیا اور فرمایا: اس کو لے

جاؤاور تجارت کرو، عزیزو! تجارت میں کامیابی ہے، وہ شخص آپؐ کا ایک درہم لے کر تجارت شروع کی، گیہوں جو وغیرہ خریدے اور کام شروع کیا، اللہ نے اسے ترقی دی تو وہ انسان جو ہمیشہ مسجد میں رہتا تھا، تجارت کی مشغولیت کے سبب مسجد میں صرف نماز کے وقت پہنچنے لگا؛ جب اس نے تجارت کے ہمراہ خدا کی عبادت کو بھی یاد رکھا تو تجارت میں مزید برکت حاصل ہوئی اور برکت کیوں نہ ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے ملی ہوئی رقم تھی، وہ شخص تجارتی مشغولیت کے سبب مغرب کے وقت مسجد پہنچ گیا، صبح کے وقت مسجد میں حاضر ہوگیا، ظہر و عصر کے وقت پہنچ گیا۔

ایک ایسا بھی وقت آیا کہ اب ظہر و عصر میں تو شرکت ہوگئی لیکن مغرب میں نہیں شریک نہ ہوسکا؛ کبھی مغرب میں نظر آیا تو صبح میں نہیں دکھائی دیا، ایک دن ایسا بھی آیا کہ وہ شخص پورے ہی دن مسجد میں نظر نہیں آیا! آپؐ نے پوچھا: وہ شخص آج کل نظر نہیں آرہا ہے! لوگوں نے بتایا: یارسول اللہ! اس کی تجارت بہت بلندیوں کی طرف نکل چکی ہے، وہ کافی کامیاب ہوگیا ہے، ایک روز مسجد میں آپؐ سے ملاقات ہوگئی، نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہوئے آپؐ نے پوچھا: کیا حال ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! فرصت نہیں ملتی۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بہت وقفہ کے بعد مسجد میں نظر آیا، پھر آپؐ نے پوچھا: کیا بات ہے آج کل تم دکھائی نہیں دیتے! کہا: بہت مصروف ہوگیا ہوں، آپؐ نے کہا: رازق کو کبھی فراموش نہ کرنا۔ اس شخص کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ بار بار مجھے ٹوکتے ہیں، انہوں نے مجھے ایک درہم دیا تھا، مجھے ان کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا

ہے، میں ایک کام کرتا ہوں، کچھ اور درہم ملا کے انہیں دیئے دیتا ہوں تاکہ میری شرمندگی ختم ہو جائے اور ان کے احسان کا وزن تھوڑا سا کم ہو جائے، لہٰذا اس نے ایک ظرف میں بہت سارے درہم رکھے، کپڑے سے ڈھک کر مسجد میں لے گیا اور نماز کے بعد رسالت مآبؐ کی خدمت میں پیش کیا، آپؐ نے منع فرمایا، اس نے اصرار کیا، دل میں یہ تھا کہ آج یہ لے لیں تاکہ مجھے شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے، یہ بار بار کہتا رہا اور آپؐ بار بار منع کرتے رہے لیکن جب آپؐ نے محسوس کیا کہ اس کا اصرار اس وجہ سے ہے کہ وہ میرے بار بار پوچھنے سے شرمندہ ہوتا ہے اور وہ اس شرمندگی سے بچنا چاہتا ہے، احسان کا معاملہ ختم کرنا چاہتا ہے، لہٰذا آپؐ نے اس میں سے ایک درہم یہ کہہ کر اٹھایا کہ جو میں نے دیا تھا وہ میں نے اٹھا لیا، خدا کی قسم! عقلمند آدمی ہوتا تو کہتا وہ دے دیجئے بقیہ اٹھا لیجئے لیکن جب آدمی حق پرستی کو نہ سمجھ پائے، رازق کو نہ سمجھ پائے، احسان کرنے والے کے احسان کی قدر نہ کرے تو پھر وہ ذلالت کے گڑھے میں گر ہی جاتا ہے، آپؐ نے وہ ایک درہم یہ کہہ کے اٹھایا کہ جو میں نے دیا تھا، وہ میں نے اٹھا لیا، یہ بھی خوش ہو گیا کہ چلو انہوں نے اپنا درہم تو اٹھا لیا! واپس اپنے گھر آیا، رات میں آرام کیا، صبح کی نماز کا خیال نہیں، اب جو اٹھ کے تجارت کی طرف جانے کی بات آئی تو پتہ چلا واویلا ہو گیا ہے، دکانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، بہت پریشان ہوا، گھبرا گیا، اسے بہت افسوس ہوا، پھر دل نے سہارا دیا کہ کوئی بات نہیں جو ہمارا اونٹوں کا قافلہ گیا ہے اس سے انشاءاللہ ہماری بھرپائی ہو جائے گی، بجائے اس کے کہ مسجد جاتا، خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاتا، رسالت مآبؐ سے معذرت چاہتا، پیسے کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا! کیونکہ ابھی بھی پیسے کا تھوڑا سا

گھمنڈ باقی رہ گیا تھا، جو سامان تجارت کی غرض سے بھیجا تھا، اس کی بابت یہ خبر ملی کہ وہ سارا سامان لٹ گیا ہے، اب کچھ باقی نہیں رہ پایا ہے، روتا پیٹتا مسجد میں وقت سے پہلے نظر آیا، بعد نماز رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا بات ہے ؟آج بہت غمزدہ نظر آرہے ہو! کہا: یارسول اللہ! میں لٹ گیا، تباہ و برباد ہو گیا، گزارش ہے کہ جو درہم آپؐ نے لے لیا تھا، وہ واپس دے دیجئے، آپؐ نے فرمایا: وہ دولت جسے پاکر انسان رازق کو بھول جائے، اس اس پر لعنت ہے۔ قارئین محترم! اس واقعہ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ دولت کی فراوانی کے سبب اور رزق کی بہتات کے باعث رازق کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے!۔

❁ ❁ ❁

﴿اللہ بہترین رازق ہے﴾

خداوند عالم تمام رزق دینے والوں میں سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، دنیا میں جتنے بھی رزق دینے والے ہیں وہ ظاہر کو دیکھ کے رزق دیتے ہیں مثلاً دوکاندار اگر آم دے گا تو اس کے ظاہری رنگ کو دیکھے گا مگر اس کے ذائقہ کے بارے میں اسے کچھ علم نہیں ہے کہ یہ میٹھا بھی ہے کہ نہیں ہے! اسی طرح ایک شخص آپ کی شادی کرائے گا تو اس کی ظاہری خوبصورتی اور اس کی بہترین باتوں نیز اس کے اخلاق کو دیکھ کر شادی کرائے گا، اس کو نہیں پتہ کہ باطنی طور پہ یہ اخلاق کے مالک بھی ہیں کہ نہیں! اسی طریقہ سے کوئی انسان اگر آپ کو کوئی چیز دے گا تو وہ اس کے ظاہر کو دیکھ کے دے گا، مکان دے گا تو اس کی ظاہری زیبائش کو دیکھ کے دے گا، اس کو نہیں پتہ کہ اس کا فاؤنڈیشن کتنا مضبوط ہے! یہ کتنا بہتر ہے! اس کے اندر کی خوبیاں کیا ہیں! اس کو اس بارے میں کچھ پتہ نہیں؛ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ خیر الرازقین اس لئے ہے کہ وہ جب بھی دے گا سب کچھ جانتے ہوئے دے گا، پھل دے گا تو میٹھا دے گا، عورت دے گا تو صاحب کردار دے گا، لڑکا دے گا تو صاحب کردار دے گا، اولاد دے گا تو نیک اور صالح اولاد دے گا، گھر دے گا تو بہتر مکان دے گا، اسی لئے اس کو خیر الرازقین کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے اگر کوئی چیز ملے گی تو اس کے اندر کھوٹ نہیں ہوگا، دھوکہ نہیں ہوگا لیکن اگر تم اس سے ہٹ کر کسی کے ذریعہ سے لوگے یا کسی اور پہ بھروسہ کر کے لوگے تو اس بھروسہ میں ان کی بھی کوئی خطا نہیں ہے اس لئے کہ وہ دینے والے ظاہر کو دیکھ کے دیں گے، انگور دیا تو میٹھا سمجھا تھا، کھانے

پہ پتہ چلا کہ میٹھا نہیں ہے، لڑکی دینے والے نے ظاہری اور بہت ساری چیزوں کو دیکھ کے دیا کہ بہتر ہے، بعد میں پتہ چلا کہ بداخلاق ہے؛ اسی طریقے سے مکان دلانے والے نے خوبصورت دلایا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ اس مکان میں تو جنات بسیرا کئے ہوئے ہیں!۔

اب پتہ چلا کہ خیر ارقین کا مطلب کیا ہے! رزق کا مطلب خالی روٹی نہیں ہے بلکہ ہر وہ ضرورت جو ایک انسان کو در پیش ہوتی ہے اس کا عطا کرنے والا پروردگار رازق ہے، رزق ہر ضرورت کا نام ہے اور ہر ضرورت کو بہتر سے بہتر دینے والا اللہ ہے جس کو خیر الرازقین کہتے ہیں۔

اللہ بہترین رزق دینے والا ہے، ماں باپ جنہیں رب کہا جاتا ہے ان کی فکر اپنے بچوں کے لئے اتنی گہری ہوتی ہے کہ اپنی ساری تھکان کی قربانی دے کر صبح اٹھ جاتے ہیں، بچے سوتے رہتے ہیں اور ماں باپ رزق کا اہتمام کرتے ہیں حالانکہ یہ مجازی رب ہیں! جب انہیں اتنی فکر ہے تو پھر حقیقی بنانے والا! حُسن دینے والا! روح دینے والا! وہ مالک حقیقی کتنا مہربان ہوگا!! اللہ سبحانہ و تعالیٰ ماں باپ کی مہربانی کے مقابل ہزاروں گنا زیادہ مہربانی رکھنے والا ہے اسی لئے وہ خیر الرازقین ہے۔

ہمارے ماں باپ بچوں میں یہ نہیں دیکھتے کہ کون کتنا اچھا ہے! کون کتنا محنتی ہے! کون کتنا فرمانبردار ہے! رزق کے معاملہ میں ماں باپ یہ نہیں دیکھتے بلکہ جب دسترخوان بچھاتے ہیں تو سب کے لئے رزق برابر رکھ دیتے ہیں، خیر الرازقین نے پانی سب کے لئے رکھا، ہوا سب کے لئے چلائی، پھل سب کے لئے رکھے، دریا

سب کے لئے بہائے، پہاڑ سب کے لئے بنائے، اس نے اپنے مخلوق کے لئے رزق میں کسی طریقہ کی کوئی کمی نہیں رکھی۔

ایک واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے کہ کسی چاہنے والے نے اس کیفیت کو دیکھ کر کہا یارسول اللہ! آپ غلاموں کے ساتھ بیٹھ کے کھا رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: رزق کے معاملہ میں کوئی غلام یا آقا نہیں ہوتا، اللہ کا رزق سب کے لئے برابر ہے، اکثر ہمارے یہاں ایسا ہوتا ہے کہ بڑے لوگوں کے لئے ذرا الگ سے، مولانا کے لئے ذرا سا الگ سے، میں نے ایک مرتبہ مسکراکر مومنین سے کہا کہ یہ جو ہمارے لئے الگ سے آپ دسترخوان لگاتے ہیں تو کیا یہ کھانا بھی ہمارا الگ سے بنتا ہے؟ کہا: نہیں حضور کھانا تو اسی دیگ کا ہے، بھائی جب دیگ ایک ہی ہے تو زبردستی کا الگ سے کیوں! لوگوں پر روک تھام کیوں! مولانا کے لئے اسپیشل رہتا ہے! صرف دسترخوان اسپیشل رہتا ہے، غذا تو وہی ہوتی ہے! تو پھر کیوں نہ ایسا ہو کہ جس دسترخوان پر سب بیٹھے ہیں اسی دسترخوان پہ مولانا کو بھی بیٹھایا جائے تاکہ سیرت اہل بیتؑ پر عمل ہو، لوگوں کو خوشی بھی ہو اور ہمیں ثواب بھی ملے، آپ کو زحمت بھی نہ ہو۔

خداوند سبحان نے پہلے ہی کہہ رکھا ہے میں رحمٰن بھی ہوں، رحیم بھی ہوں، رحمٰن سب کے لئے ہوں، رحیم اپنے مخصوص بندوں کے لئے ہوں، رحمٰن و رحیم میں فرق ہے، فرق کیا ہے؟ آئیے رحمٰن اور رحیم کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، جب ہم مارکیٹ میں جائیں، وہاں خریداروں کی بھیڑ لگی ہو اور بیچنے والا آپ کا جاننے والا ہو آپ چاہیں کہ میری چاہت کی بنا پر مجھے جلدی دے دے تو کبھی کبھی ایسا نہیں ہو پاتا

وہ سب کو دے رہا ہوتا ہے اور ہمیں غصہ آجاتا ہے اور لوگوں کے چلے جانے کے بعد ہم اس کے قریب جاتے ہیں اور گلہ کرنے لگتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ بھائی انہیں جو دے رہا تھا جو بھی ہاتھ میں آرہا تھا دے رہا تھا، جیسا انہوں نے چاہا وہ دے دیا، مگر اب میں تمہیں جو دوں گا وہ تمہاری چاہت کے اعتبار سے نہیں بلکہ اپنی چاہت کے اعتبار سے دوں گا، مجھے پتہ ہے کہ اس میں اچھا کیا ہے خراب کیا ہے، اس میں ہمیشہ باقی رہنے کی چیز کون سی ہے اور جلد ختم ہو جانے والی چیز کون سی ہے! میں جب تمہیں اپنی پسند سے دوں گا تو وہ دوں گا جو ہمیشہ رہنے والی ہو، دولت دوں گا تو ہمیشہ رہنے والی، اولاد دوں گا تو نسل باقی رہنے والی، زوجہ دوں گا تو سکون زندگی دینے والی، مجھ پر بھروسہ کر کے لو گے تو جو چیز بھی دوں گا وہ باقی رہنے والی دوں گا۔

ہم اکثر جب کوئی چیز خریدتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ کسی ایسے جانکار کا ساتھ مل جائے سہارا مل جائے جس کے ذریعہ چیز لیں تو اچھی لیں، ہم انگور چاہتے ہیں اچھے ملیں، ہم پھل چاہتے ہیں اچھے ملیں، ہم کپڑے چاہتے ہیں اچھے ملیں، کبھی کبھار جب ہم خود جا کر لے آتے ہیں اور دھوکہ کھا جاتے ہیں تو پھر طے کر لیتے ہیں کہ جب بھی جائیں گے فلاں کے ساتھ جائیں گے، اسے خریدنے کا تجربہ ہے اس کے ساتھ جائیں گے جو اس چیز میں پرک رکھتا ہو، ہم اس کے ساتھ جائیں گے جو اس معاملہ کو اچھی طرح جانتا ہو، قارئین کرام! اب سمجھ میں آیا! اللہ نے کہا: میرے یہاں سے لینے کی جب بات آئے تو خود اپنی مرضی سے نہیں، جنہیں میں نے خزانہ کے پاس کھڑا کیا ہے ان کے ہاتھوں سے لینا تمہیں جو چیز دیں گے وہ اصلی دیں گے لیکن تم انہیں چھوڑ کر لینا چاہو گے تو مل جائے گا لیکن فرعون کی طرح غرق بھی ہو جائے گا۔

علم رزق ہے، کربلا رزق ہے، حج رزق ہے، عمرہ رزق ہے، ماں باپ کی اطاعت رزق ہے، بات یہ ہے کہ دینے والا تو بہت کچھ دینا چاہتا ہے دیکھنا یہ ہے کہ لینے والے میں وہ صلاحیت ہے کہ نہیں! مثلاً استاد علم دے رہا ہے، لینے والے کچھ لیتے ہیں کچھ نہیں لیتے، لیتا وہ ہے جو فرمانبردار ہوتا ہے، نافرمان ہمیشہ محروم ہوتا ہے، شاگرد نافرمانی کرے تو علم سے محروم ہو جاتا ہے، بچہ نافرمانی کرے تو دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے، اسی طریقہ سے بندہ جب نافرمانی کرتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خصوصی نگاہ کرم سے محروم ہو جاتا ہے۔

جو بچہ ماں باپ کی اطاعت کرتا ہے یعنی والدین کا فرمانبردار ہوتا ہے وہ بچہ ماں باپ سے مانگنے میں شرماتا نہیں ہے، کبھی جیب میں ہاتھ ڈال دے گا، کبھی ان کی چیزوں سے اٹھالے گا اور اگر وہ کچھ کہے گا تو ماں باپ یہی کہیں گے کہ کوئی بات نہیں بیٹا! یہ سب تمہارا ہی تو ہے! ایسی صورت میں اٹھاتے ہوئے تکلیف نہیں ہوتی بلکہ خوشی ہوتی ہے؛ تم ہمارے فرمانبردار ہو تو سب کچھ تمہارا ہے۔

لیکن اس کے برخلاف وہی ماں باپ ہیں اور بیٹا نافرمان ہے تو ایسی صورت میں ایک تو خود بیٹا اٹھاتے ہوئے ڈرتا ہے، دوسرے والدین کے قریب آنے سے بھی ڈرتا ہے؛ اسے ماں باپ سے خوف رہتا ہے کہ میں نافرمان ہوں، کیسے اٹھاؤں! وہ پوچھ کر اٹھاتا ہے، گھبراتا ہے، اٹھانے کے لئے آگے نہیں بڑھتا۔

ہمیشہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ جو بندے اللہ کے فرمانبردار ہیں، اللہ ان کے لئے رزق کے پورے دروازے کھول دیتا ہے، تم جدھر سے جاؤ رزق کے دروازے

کھلے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کا کرم صرف ان بندوں کے لئے ہے جو اس کے خاص اور فرمانبردار ہوتے ہیں۔

جو سب کا خیال رکھنے والا ہوتا ہے اس پر ماں باپ کی نگاہ ہوتی ہے، یہ بہت اچھا بچہ ہے، یہ سب کا خیال رکھتا ہے، ماں کا خیال، بہن کا خیال اور عزیزوں کا خیال رکھتا ہے؛ صدقہ دینا، آنے والے مہمان کا خیال رکھنا وغیرہ جیسے امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے تو ماں باپ بھی اپنی خزانے کی چابھی ایسے ہی بچے کے حوالہ کرتے ہیں پیسہ اسی کے پاس رکھتے ہیں، اس کے پاس کبھی نہیں رکھتے جو لیتا ہے، خود کھا جاتا ہے اور جھوٹ بولنے لگتا ہے؛ جو چاہے کہ خدا کے خزانے کی چابھی اس کو مل جائے وہ اس بات کا خیال رکھے کہ اللہ کی رضا اور اس کے خزانہ کی چابھی اس وقت حاصل ہوگی جب دوسروں کا خیال کرنے لگے گا، دوسروں کو عطا کرنے لگے گا، ایسی صورت میں خدا کہے گا کہ میں رازق ہوں اور میرا کام تو کر رہا ہے تو یہ پکڑ میرے خزانہ کی چابھی اور جتنا چاہے رزق تقسیم کر۔

جو شخص خود غرض اور جھوٹا ہوتا ہے، امانت میں خیانت کرنے والا ہوتا ہے تو تقسیم کی ذمہ داری اسے نہیں دی جاتی، آپ نے تبرک بانٹتے ہوئے دیکھا ہوگا کہ تبرک بانٹنے کا کام اسے دیا جاتا ہے جو امین ہوتا ہے، جو انصاف والا ہوتا ہے، جو دینے میں اپنے اور غیر نہیں دیکھتا، اپنے کو دو اور غیر کو ایک نہیں دیتا، جب دیتا ہے تو سب کا خیال رکھ کے دیتا ہے۔

اللہ بھی رزق کی تقسیم ایسے ہی انسان کے ہاتھوں میں دیتا ہے، یقین نہ آئے تو دیکھئے، دشمن ہیں، تخت خلافت پہ بیٹھے ہیں، جب علم مانگا تو رزق علم علیؑ نے دیا؛ دشمن

ہے، تلوار چلاکر آیا ہے، جب پیاس دیکھی تو دشمن کو دودھ پلایا؛ تو جو دشمن کو بھی کھلائیں جو دشمن کو بھی پلائیں، ایسی ہی شخصیتیں قسیم النار والجنہ کہلاتی ہیں۔

جب ایک حکومت بدلتی ہے، ایک نئی حکومت آتی ہے یا ایک حکومت کے مقابل دوسری حکومت لائی جاتی ہے تو اس وقت ہم نے یہ دیکھا ہے کہ جو حکومتیں جیت کر آتی ہیں لوگوں کی خدمت وہی کرتی ہیں؛ لوگوں کے حالات پر نگاہ وہی رکھتی ہیں؛ لوگوں کے گھر وہی بناتی ہیں؛ لوگوں کے سارے معاملات کی ذمہ دار بھی وہی حکومت ہوتی ہے۔

جو حکومت ختم ہو چکی ہوتی ہے وہ کسی کے بھی سوال کا جواب یہی دیتی ہے کہ اب ہماری حکومت نہیں ہے، اب ہم کچھ نہیں کر سکتے، ہم آپ کا گھر نہیں بنا سکتے، ہم کسی بھی معاملہ کو اس وقت حل نہیں کر سکتے اس لئے کہ اب ہم حکومت میں نہیں ہیں؛ آپ چھوٹے سے چھوٹے مرحلہ میں بھی دیکھیں، استاد کے مقابل دوسرا لایا گیا تو نکل جانے والا استاد شاگرد کے سوالوں کا جواب نہیں دیتا بلکہ اس سے کہتا ہے کہ اب آپ کے استاد آگئے ہیں، ان سے پوچھئے، مصلے سے مولوی صاحب کو ہٹا کر دوسرے مولوی صاحب کو لایا جائے اور پھر ان پرانے مولوی صاحب سے سوال کریں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اب ہم سے نہ پوچھو، آپ کے مولانا یہ ہیں، ان سے سوال کرو، وکیل بھی یہی کہتا نظر آتا ہے کہ اب میں یہاں کا وکیل نہیں ہوں، جو وکیل ابھی نئے نئے آئے ہیں ان سے مسئلہ حل کرائیے؛ یہ ساری دنیا میں دیکھا گیا اور یہاں تک بھی ہم نے دیکھا کہ جو لوگ صدر و سیکریٹری کی شکل میں انجمن میں رہ کر خدمت کر رہے تھے، جب وہ نکل گئے یا نکال دیئے گئے، ایسی صورت میں اگر کوئی چیز ان سے

طلب کریں تو کہتے ہیں اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، اب ہم کچھ نہیں کر سکتے اس لئے کہ اب ہم صدر نہیں رہے، اب ہم انجمن میں نہیں رہے، لوگ دینا بند کر دیتے ہیں، لوگ بولنا بند کر دیتے ہیں، لوگوں کی عطائیں خاموش ہو جاتی ہیں، سلام بھیجئے ذات امیر المومنینؑ پر، لوگوں نے علیؑ کو چھوڑا یا کسی نے چھڑوایا، لوگوں نے علیؑ سے دوری اختیار کی لیکن علی علیہ السلام نے جب جب کسی نے سوال کیا یہ نہیں کہا کہ جا کے حکومت سے پوچھو، بلکہ حکومت کو بھی جب جب ضرورت پڑی تو علیؑ نے جا جا کے انہیں بتایا اور اتنا بتایا کہ انہیں کہنا پڑا: اگر علی نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔

علی نے درباروں میں جا کر فیصلے کئے، رات کی تاریکیوں میں جا کر علی علیہ السلام نے بے وفائی کرنے والوں کو بھی دیا، قارئین کرام! مولاؑ نے اپنی ان خوبیوں سے دنیا کو بتایا کہ جب اللہ تمہیں عطا کرے تو اس عطا سے نہ ہاتھ نہ روکو، جب جب تم دیتے رہو گے اللہ کی عطا تمہارے شامل حال ہوتی رہے گی امیر المومنینؑ نے یہی فرمایا کہ وہ مجھے عطا کرتا ہے اور میں سب کو عطا کرتا ہوں۔

❁ ❁ ❁

﴿رزق کا مطالبہ آیات وروایات اور دعاؤں میں﴾

سورہ رعد کی آیت ۲٦ میں ارشاد ربّانی ہوتا ہے: " اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ" اللہ جس کو چاہتا ہے روزی میں وسعت دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے نپی تُلی روزی دیتا ہے یعنی جب چاہتا ہے کسی کی بھی روزی تنگ کردیتا ہے۔ وہ لوگ (دُنیوی) زندگی سے بہت خوش ہیں حالانکہ دُنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں وقتی فائدہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے!۔

سورہ سبا کی آیت ۳۹ میں ارشاد ہوتا ہے: "قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ وَ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَ هُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ" (اے رسول!) ان سے کہدیجئے: میرا پالنے والا اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اس کے رزق میں وسعت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق اور تنگی کے ساتھ رزق عطا فرماتا ہے؛ اور جو کچھ تم خیر خیرات کرتے ہو اس کی جگہ وہی تم کو بدلہ میں دے دیتا ہے (کیوں کہ) وہ سب روزی دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

رزق ضرورت کا نام ہے، رِزق کا مطلب لغت اور اصطلاح میں بہت وسیع ہے۔

لغوی معنی: عطیہ، بخشش روزی، کھانے پینے کی چیزیں، ہر وہ چیز جو انسان یا مخلوق کے نفع کے لئے دی جائے۔

شرعی و قرآنی معنی: قرآن و حدیث میں رزق صرف کھانے پینے یا مال و دولت تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر وہ نعمت جو اللہ عطا کرے وہ رزق کہلاتی ہے۔

رزق کی اقسام:

مادی رزق: کھانا، پانی، لباس، مکان، مال و دولت وغیرہ۔

معنوی رزق: علم، عقل، ایمان، تقویٰ، نیک اولاد، سکونِ قلب، دعا کی توفیق وغیرہ۔

رزقِ دنیاوی: جو چیزیں دنیا میں ملیں جیسے صحت، تجارت، برکت، بارش وغیرہ۔

رزقِ اُخروی: جنت کی نعمتیں، اللہ کا قرب، شفاعت، مغفرت وغیرہ۔

یعنی رزق اللہ کی طرف سے ہے اور ہر مخلوق کے لئے اللہ نے معین کیا ہے۔

قرآنِ کریم میں "رزق" مختلف مواقع پر آیا ہے اور مختلف چیزوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یہ صرف کھانے پینے کی چیزوں پر منحصر نہیں، بلکہ اولاد، مال، بارش، جنت کی نعمتیں اور ہدایت بھی رزق کہلاتی ہے۔

قارئین کرام! قرآن کریم میں "رزق" کے استعمالات میں سے چند مقامات کا یہاں بھی تذکرہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

کھانے پینے کی چیزیں: سورہ بقرہ کی آیت ۶۰ میں ارشاد ہوا: " كُلُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ"

اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کھاؤ۔

بارش اور زمین کی پیداوار: سورہ لقمان کی آیت ۱۰ میں ارشاد ہوا: "فَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ، هَذَا رِزْقُنَا" یعنی زمین سے اگنے والی فصلیں، پھل اور بارش سب اللہ کا رزق ہیں۔

اولاد: سورہ اسراء کی آیت ۳۱ میں ارشاد ہوا: " نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ " ہم انہیں (اولاد کو) اور تمہیں (بھی ہم ہی) رزق دیتے ہیں۔

مال و دولت: سورہ منافقون کی آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد ربّانی ہوا: "وَأَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم " جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرو۔

روایات میں جو تعقیبات نماز عشاء سے متعلق دعا آئی ہے اس کے جملے کچھ اس طرح ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَيْسَ لِيْ عِلْمٌ بِمَوْضِعِ رِزْقِيْ، وَاِنَّمَا أَطْلُبُهُ بِخَطَرَاتٍ تَخْطُرُ عَلٰى قَلْبِيْ، فَأَجُوْلُ فِيْ طَلَبِهِ الْبُلْدَانَ، فَأَنَا فِيمَا أَنَا طَالِبٌ كَالْحَيْرَانِ، لَا أَدْرِيْ أَفِيْ سَهْلٍ هُوَ أَمْ فِيْ جَبَلٍ، أَمْ فِيْ أَرْضٍ أَمْ فِيْ سَمَاءٍ، أَمْ فِيْ بَرٍّ أَمْ فِيْ بَحْرٍ، وَعَلٰى يَدَيْ مَنْ، وَمِنْ قِبَلِ مَنْ، وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ عِلْمَهُ عِنْدَكَ، وَأَسْبَابَهُ بِيَدِكَ، وَأَنْتَ الَّذِيْ تَقْسِمُهُ بِلُطْفِكَ، وَتُسَبِّبُهُ بِرَحْمَتِكَ، اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهِ، وَاجْعَلْ يَا رَبِّ رِزْقَكَ لِيْ وَاسِعًا، وَمَطْلَبَهُ سَهْلًا، وَمَأْخَذَهُ قَرِيبًا، وَلَا تُعَنِّنِيْ بِطَلَبِ مَا لَمْ تُقَدِّرْ لِيْ فِيْهِ رِزْقًا، فَإِنَّكَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِيْ، وَأَنَا فَقِيْرٌ إِلٰى رَحْمَتِكَ، فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ، وَجُدْ عَلٰى عَبْدِكَ بِفَضْلِكَ إِنَّكَ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ " خداوندا! مجھے اپنی روزی کے مقام کا علم نہیں، میں اسے اپنے خیال کے تحت ڈھونڈتا ہوں، میں طلب رزق میں شہر و دیار کے چکر کاٹتا ہوں، میں جس کی

طلب میں ہوں اس میں سرگرداں ہوں، میں نہیں جانتا کہ میرا رزق صحرا میں ہے یا پہاڑ میں !، زمین میں ہے یا آسمان میں !، خشکی میں ہے یا تری میں !، کس کے ہاتھ اور کس کی طرف سے ہے !، میں جانتا ہوں کہ اس کا علم تیرے پاس ہے، اس کے اسباب تیرے قبضے میں ہیں اور تو اپنے کرم سے رزق تقسیم کرتا ہے، اپنی رحمت سے اس کے اسباب فراہم کرتا ہے، خدایا! محمدؐ و آل محمدؑ پر رحمت نازل فرما، اور اے پروردگار! اپنا رزق میرے لئے وسیع کردے، اس کا طلب کرنا آسان بنادے اور اس کے ملنے کی جگہ قریب کردے، جس چیز میں تو نے رزق نہیں رکھا مجھے اس کی طلب کے رنج میں نہ ڈال کہ تو مجھے عذاب دینے میں بے نیاز ہے، میں تیری رحمت کا محتاج ہوں، محمدؐ و آل محمدؑ پر رحمت نازل فرما اور اس ناچیز بندہ کو اپنے فضل سے حصہ عطا فرما کہ تو بڑا فضل کرنے والا ہے۔

دعائے فرج میں رزق کی طلب: کفعمی نے بلد الامین میں تحریر کیا ہے کہ حضرت حجت ابن الحسن عج سے منسوب دعا ہے: "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا تَوْفِيْقَ الطَّاعَةِ، وَ بُعْدَ الْمَعْصِيَةِ، وَ صِدْقَ النِّيَّةِ، وَ عِرْفَانَ الْحُرْمَةِ، وَ أَكْرِمْنَا بِالْهُدٰى وَ الْاِسْتِقَامَةِ، وَسَدِّدْ أَلْسِنَتَنَا بِالصَّوَابِ وَالْحِكْمَةِ، وَامْلَأْ قُلُوْبَنَا بِالْعِلْمِ وَ الْمَعْرِفَةِ، وَ طَهِّرْ بُطُوْنَنَا مِنَ الْحَرَامِ وَالشُّبْهَةِ، وَاكْفُفْ أَيْدِيَنَا عَنِ الظُّلْمِ وَ السَّرِقَةِ، وَاغْضُضْ أَبْصَارَنَا عَنِ الْفُجُوْرِ وَالْخِيَانَةِ، وَاسْدُدْ أَسْمَاعَنَا عَنِ اللَّغْوِ وَ الْغِيْبَةِ، وَ تَفَضَّلْ عَلٰى عُلَمَائِنَا بِالزُّهْدِ وَ النَّصِيْحَةِ، وَ عَلَى الْمُتَعَلِّمِيْنَ بِالْجُهْدِ وَالرَّغْبَةِ، وَعَلَى الْمُسْتَمِعِيْنَ بِالْاِتِّبَاعِ وَالْمَوْعِظَةِ، وَ عَلٰى مَرْضَى الْمُسْلِمِيْنَ بِالشِّفَاءِ وَالرَّاحَةِ، وَعَلٰى مَوْتَاهُمْ بِالرَّأْفَةِ وَالرَّحْمَةِ، وَعَلٰى مَشَايِخِنَا بِالْوَقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ، وَعَلَى الشَّبَابِ بِالْاِنَابَةِ

وَالتَّوْبَةِ، وَعَلَى النِّسَاءِ بِالْحَيَاءِ وَالْعِفَّةِ، وَعَلَى الْأَغْنِيَاءِ بِالتَّوَاضُعِ وَالسَّعَةِ، وَعَلَى الْفُقَرَاءِ بِالصَّبْرِ وَالْقَنَاعَةِ، وَعَلَى الْغُزَاةِ بِالنَّصْرِ وَالْغَلَبَةِ، وَعَلَى الْأُسَرَاءِ بِالْخَلَاصِ وَالرَّاحَةِ، وَعَلَى الْأُمَرَاءِ بِالْعَدْلِ وَالشَّفَقَةِ، وَعَلَى الرَّعِيَّةِ بِالْإِنْصَافِ وَحُسْنِ السِّيْرَةِ، وَبَارِكْ لِلْحُجَّاجِ وَالزُّوَّارِ فِي الزَّادِ وَالنَّفَقَةِ، وَاقْضِ مَا أَوْجَبْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، بِفَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ"

اے معبود! ہمیں اطاعت کرنے اور نافرمانی سے دور رہنے کی توفیق عطا فرما، نیت صاف رکھنے اور حرمتوں کو پہچاننے کی توفیق مرحمت فرما، ہمیں راہ راست اور ثابت قدمی سے سرفراز فرما، ہماری زبانوں کو خوبی و دانائی سے بولنے کی توفیق دے، ہمارے دلوں کو علم و معرفت سے بھر دے، ہمارے بطون کو حرام اور مشکوک غذاؤں سے پاک رکھ، ہمارے ہاتھوں کو ستم اور چوری کرنے سے بچائے رکھ، ہماری آنکھوں کو بدی اور خیانت سے باز رکھ، ہمارے کانوں کو چغلی اور بے فائدہ باتیں سننے سے محفوظ رکھ، ہمارے علمائے دین پر زہد و نصیحت کی ارزانی فرما، ہمارے طالب علموں کو محنت اور رغبت عطا کر، وعظ سننے والوں کو نصیحت حاصل کرنے اور پیروی کرنے کی توفیق دے، بیمار مسلمانوں کو شفا اور آرام عطا فرما، ان کے مرحومین پر مہربانی فرما، ہمارے بوڑھوں کو وقار اور سکون عطا کر، ہمارے جوانوں کو توبہ و استغفار کی توفیق دے، عورتوں کو حیا اور پاکدامنی عنایت فرما، ہمارے تونگروں کو فروتنی اور سخاوت عطا کر دے، مفلسوں کو صبر و قناعت دے دے، غازیوں کی مدد فرما اور انہیں غلبہ دے، قیدیوں کو رہائی اور آرام دے، حاکموں کو انصاف اور نرمی کی توفیق دے، عوام کو حق شناس اور نیک کردار بنا دے، حاجیوں اور زائروں کے زاد راہ اور خرچ میں برکت

دے، ان پر جو حج اور عمرہ تو نے واجب کیا ہے وہ اچھی طرح ادا کرا دے، اپنے فضل سے اور اپنی رحمت سے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے!۔

زیارت عاشورہ میں طلب رزق: "فَأَسْأَلُ اللهَ الَّذِيْ أَكْرَمَ مَقَامَكَ، وَ أَكْرَمَنِيْ بِكَ، أَنْ يَرْزُقَنِيْ طَلَبَ ثَارِكَ، مَعَ إِمَامٍ مَنْصُوْرٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ؛ فَأَسْأَلُ اللهَ الَّذِيْ أَكْرَمَنِيْ بِمَعْرِفَتِكُمْ وَمَعْرِفَةِ أَوْلِيَائِكُمْ، وَرَزَقَنِي الْبَرَاءَةَ مِنْ أَعْدَائِكُمْ، أَنْ يَجْعَلَنِيْ مَعَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَأَسْأَلُهُ أَنْ يُبَلِّغَنِي الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ، وَأَنْ يَرْزُقَنِيْ طَلَبَ ثَارِيْ، مَعَ إِمَامٍ هُدًى ظَاهِرٍ نَاطِقٍ بِالْحَقِّ مِنْكُمْ. اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا فِي الدُّنْيَا زِيَارَةَ الْحُسَيْنِ، وَفِي الْآخِرَةِ شَفَاعَةَ الْحُسَيْنِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِن زُوَّارِ الْحُسَيْنِ، وَاجْعَلْنَا مِنَ الْبَاكِينَ عَلَى الْحُسَيْنِ، اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا مَعَ عُزَّاءِ الْحُسَيْنِ، اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا فِي زُمْرَةِ الْحُسَيْنِ، اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مِنْ بَابِ الْحُسَيْنِ، بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ" میں سوال کرتا ہوں خدا سے جس نے آپ کو شان عطا کی اور آپ کے ذریعہ مجھے عزت دی، یہ کہ وہ مجھے آپ کے خون کا بدلہ لینے کا موقع دے، ان امام منصورؑ کے ساتھ جو اہل بیت محمدؐ میں سے ہوں گے؛ میں سوال کرتا ہوں خدا سے جس نے عزت دی مجھے آپ کی پہچان اور آپ کے ولیوں کی پہچان کے ذریعہ، اسی نے مجھے آپ کے دشمنوں سے بیزاری کی توفیق دی، یہ کہ مجھے آپ کے ساتھ رکھے دنیا اور آخرت میں، میں اس سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بھی خدا آپ کے پسندیدہ مقام پر پہنچائے نیز مجھے نصیب کرے آپ کے خون کا بدلہ لینا، اس امامؑ کے ساتھ جو ہدایت دینے والا مددگار، رہبر، حق بات زبان پر لانے والا ہے اور وہ آپ میں سے ہی ہے، اے اللہ! ہمیں دنیا میں حسینؑ کی زیارت نصیب فرما،

اور آخرت میں حسینؑ کی شفاعت نصیب فرما، اے اللہ! ہمیں حسینؑ کے زائرین میں شامل فرما، اور ہمیں حسینؑ پر رونے والوں میں شمار فرما، اے اللہ! ہمیں حسینؑ کا غم منانے والوں کے ساتھ محشور فرما، اے اللہ! ہمیں حسینؑ کے قافلہ میں محشور فرما، اے اللہ! ہمیں جنت میں حسینؑ کے دروازہ سے داخل فرما، اپنی رحمت کے صدقہ، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

رازق پروردگار ہے، وہ کبھی نہیں کہے گا کہ میں نے رزق دیا، رب العزت پروردگار ہے، وہ کبھی نہیں کہے گا کہ میں نے عزت دی؛ کہنے والے نے جب یہ کہا میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا، میں نے یہ دیا، میں نے ایسا کیا، تو امام نے پوچھا: اے شخص جب تو پیدا ہوا تھا تو اپنے ساتھ کیا لایا تھا؟ اس نے کہا خالی ہاتھ آیا تھا؛ آپؑ نے پوچھا: جب واپس جائے گا تو کیا لے کر جائے گا؟ اس نے جواب دیا: خالی ہاتھ ہی جاؤں گا؛ آپؑ نے سوال کیا: یہ بیچ میں تیرے پاس آیا کہاں سے؟ اس نے کہا: اس خدا نے ہی دیا، آپؑ نے فرمایا: جب اس نے دیا ہے تو اس کی وہ لوٹاتے ہوئے یہ کیوں کہتے ہو کہ میں نے دیا! اس طرح کہو جو کچھ تو نے دیا تھا میں نے تجھے تیری امانت واپس کر دی۔

ایک مثال کے ذریعہ واضح کروں: مثلاً آپ سے ڈرائیورنگ نہیں آتی، پھر بھی آپ اسٹیرنگ کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ جائیں! کتنا برا لگے گا؟ کتنا غلط دکھائی دے گا؟ آپ وکالت نہیں جانتے، وکیل کی جگہ کھڑے ہو جائیں! کتنا برا لگے گا؟ آپ سے تیرنا نہیں آتا! تیرنے کی جگہ کود جائیں تو کیا حالت ہوگی؟ مولویت کے آس پاس سے نہیں گزرے اور مصلے پہ کھڑے ہو جائیں! تو کیا ہوگا؟ قارئین کرام! وہی معاملہ اللہ

کے ان معاملات میں جانے کا ہے، عزت اس کے ہاتھ میں، ذلت اس کے ہاتھ میں، رزق اس کے ہاتھ میں، جب بندہ کہتا ہے کہ میں نے کھلایا، میں نے عزت دی، میں نے ذلیل کیا، وہ مسکرا کے کہتا ہے: نادان ہے یہ بیچارا، جانتا ہی نہیں ہے کہ یہ معاملات اس کے بس میں نہیں ہیں! یہ میرا کام ہے، دبانا میرا کام ہے، میں تو فرعون جیسے خدائی کے دعویداروں کو ڈبو دیتا ہوں! ذلیل کرنا میرا کام ہے، میں یزید جیسے مغرور شخص کو بھی ذلیل کر دیتا ہوں۔

تعقیبات نماز میں طلبِ رزق: صبح کی تعقیبات سے "وَالْإِخْلَاصَ فِيْ عَمَلِيْ" میرے دل میں یقین، میرے عمل میں اخلاص پیدا کردے۔ "وَالسَّلَامَةَ فِيْ نَفْسِيْ، وَالسَّعَةَ فِيْ رِزْقِيْ" میرے نفس میں سلامتی اور میرے رزق میں کشادگی عطافرما۔ "وَالشُّكْرَ لَكَ أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِيْ" اور جب تک زندہ رہوں مجھے اپنے شکر کی توفیق دیتا رہ۔

دوسری دعا میں اس طرح سے رزق طلب کیا جاتا ہے: "حَسْبِيَ الرَّازِقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِيْنَ" میرے لئے رزق پانے والوں کے بجائے رزق دینے والا کافی ہے۔ "حَسْبِيَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ " جہانوں کا پالنے والا اللہ میرے لئے کافی ہے۔ "وَلَا رِزْقًا اِلَّا بَسَطْتَهُ" مجھے رزق میں فراخی و فراوانی عطا کردے۔ دعائے ندبہ میں اس طرح آیا ہے: "وَاجْعَلْ أَرْزَاقَنَا بِهٖ مَبْسُوْطَةً" ان کے ذریعہ ہماری روزیاں فراخ کردے۔

❁❁❁

﴿طلب رزق، کلام امیرؑ کی روشنی میں﴾

نہج البلاغہ، کلمات قصار ۳۵۶ میں مولائے کائنات علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "لَوْ سُدَّ عَلٰی رَجُلٍ بَابُ بَیْتِہٖ، وَ تُرِکَ فِیْہِ، مِنْ اَیْنَ کَانَ یَأْتِیْہِ رِزْقُہٗ؟ فَقَالَ مِنْ حَیْثُ یَأْتِیْہِ اَجَلُہٗ" مولائے کائناتؑ سے پوچھا گیا: اگر کسی شخص کو ایک گھر میں بند کر کے چھوڑ دیا جائے تو اس کا رزق کہاں سے آئے گا؟ آپؑ نے فرمایا: (اس کا رزق بھی اُدھر سے ہی آئے گا) جدھر سے اس کی موت آئے گی۔

اگر خداوند عالم کی مصلحت اس امر کی مقتضی ہو کہ وہ کسی ایسے شخص کو زندہ رکھے جسے کسی بند جگہ میں محصور کر دیا گیا ہو تو وہ اس کیلئے سروسامانِ زندگی مہیا کر کے اسے زندہ رکھنے پر قادر ہے اور جس طرح بند دروازے موت کو نہیں روک سکتے، اسی طرح رزق کی آمد میں بھی رکاوٹ نہیں بن سکتے کیونکہ اس قادرِ مطلق کی قدرت دونوں پر یکساں کارفرما ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو رزق کے معاملہ میں قانع ہونا چاہیے کیونکہ جو اس کے مقدر میں لکھا ہوا ہے وہ اسے بہر حال مل کر رہے گا چاہے وہ کہیں بھی ہو!۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام جب نماز صبح کے بعد مسجد سے باہر نکلتے تو آپ انگلی سے اشارہ کرتے، ایک دن ایک چاہنے والے نے پوچھا: سرکار! آپ یہ روزانہ کیسا اشارہ کرتے ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: مخلوق الٰہی کو رزق پہنچاتا ہوں، ایک مرتبہ اس نے سوچا کہ مولاؑ کا امتحان لیا جائے لہٰذا اس نے ایک چیونٹی کو لے کر ایک ڈبّہ میں بند کیا اور نماز صبح میں حاضر رہا، نماز ختم ہونے

کے بعد پھر امامؑ کو اسی طرح انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے دیکھا، اس نے پھر وہی سوال کیا: آپؑ یہ کیا کر رہے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: مخلوقاتِ الٰہی کو رزق پہنچا رہا ہوں، اس نے اپنی جیب سے ڈبّہ نکال کے کہا: یہ دیکھئے، اس ڈبّہ میں بھی ایک مخلوق ہے، آپؑ نے فرمایا: تم خود ملاحظہ کر لو، جب اس نے ڈبّہ کھول کر دیکھا تو اس ننھی سی چیونٹی کے ننھے سے دہن میں ایک ننھا سا دانہ تھا! جس کو وہ کھا رہی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رازق خدا ہے لیکن رزق کے پہنچانے کی ذمہ داری مشکل کشا کے سپرد کی گئی ہے؛ رزق کے دروازے بند کر دینے سے رزق نہیں رکتا جو اللہ دروازہ بند ہونے کے باوجود کعبہ میں ایک نیا درازہ بنا سکتا ہے اور مادرِ علیؑ کو اس دروازہ سے کعبہ کے اندر پہنچا سکتا ہے وہ خدا دروازہ کے بغیر رزق کیسے نہیں پہنچا سکتا! لوگ کہتے ہیں کہ قبر تو بند ہو جاتی ہے، اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے تو مولاؑ قبر میں کیسے پہنچتے ہیں؟ جو مولاؑ بند ڈبّہ میں چیونٹی کو بھی رزق پہنچا سکتے ہیں وہ بذاتِ خود بند قبر میں کیسے نہیں پہنچ سکتے!۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وَ مَنْ حَسُنَتْ نِيَّتُهُ زِيْدَ فِيْ رِزْقِهِ" جس شخص کی نیت اچھی ہوتی ہے اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

ایک ہوتا ہے کھانا، ایک ہوتا ہے کھلانا، کھلانے والا بھی کھاتا ہے مگر پہلے کھلاتا ہے بعد میں کھاتا ہے، ان دونوں میں فرق کیا ہے؟۔

جو شخص کھلا کر کھاتا ہے وہ دعاؤں کا مستحق ہو جاتا ہے اور وہ ختم نہ ہونے والی نعمتوں کا مالک ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ جسے جسے دیتا ہے ان سب کی دعائیں اسے مل جاتی ہیں؛ اب اس بارے میں دو مثالیں دینا چاہتا ہوں، ہم ایک دسترخوان پہ بیٹھے ہوئے ہیں، کھانا کھا رہے ہیں، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ہی ڈش آتی ہے، سب کی

نگاہیں اسی پر لگی رہتی ہیں، ہر آدمی چاہتا ہے کہ چمچہ میرے ہاتھوں میں آئے اور میں اپنی پلیٹ میں نکال لوں، ایک صاحب نے بڑی تیزی سے چمچہ کو پکڑا تو لوگوں نے غلط سوچا لیکن اس نے اپنے لئے نہیں نکالا بلکہ برابر والے شخص کے لئے نکالنے لگا، ایک کے بعد دوسرے کے لئے نکالا پھر تیسرے کے لئے نکالا یہاں تک کہ ڈش ایک دم خالی ہوگئی، اس میں کچھ نہیں بچا، سب آواز لگانے لگے کہ بھائی ڈش خالی ہوگئی ہے ذرا ادھر لے آئیے، اب یہ لوگ اپنے لئے نہیں منگوا رہے ہیں بلکہ اس شخص کے لئے منگوا رہے ہیں جس نے ان لوگوں کی پلیٹوں میں نکالا تھا، ان لوگوں نے اس شخص کے لئے منگایا جو دوسروں کے کام آیا، اگر ایک انسان دوسروں کے کام آئے تو وہ سب بھی اس کے کام آنے لگتے ہیں، خداوند عالم کو یہ کام بہت زیادہ پسند ہے۔

اس کی دوسری مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ بہت سے لوگ کھاتے نہیں ہیں بلکہ کھلاتے ہیں، کھانے والوں کے ہاتھ میں تو صرف ایک ہی بار ڈش آتی ہے لیکن جو کھلاتے ہیں ان کے ہاتھوں میں بار بار آتی ہے، جب ایک ہی شخص کے ہاتھوں میں بار بار ڈش دیتے ہوئے دیکھا تو ایک صاحب کو کھلنے لگا آخر کار بول پڑے کہ بھائی ادھر بھی دے دیجئے، بار بار ان کے ہاتھوں میں کیوں دیئے جارہے ہیں؟ دینے والے شخص نے جواب دیا: حضرت! ہم جس شخص کے ہاتھوں میں بار بار ڈش دے رہے ہیں وہی شخص آپ تک پہنچانے کا وسیلہ بنا ہوا ہے! جو دوسروں تک پہنچانے کا وسیلہ ہوتا ہے اس کے ہاتھوں میں نعمت بار بار آتی ہے، جو خود کھاتا ہے اس کے ہاتھوں میں صرف ایک ہی بار آتی ہے۔

رزق کی قسمیں بیان کرتے ہوئے مولا علی علیہ السلام نے حکمت ۴۳۱ میں اس طرح ارشاد فرمایا: "اَلرِّزْقُ رِزْقَانِ: طَالِبٌ وَّ مَطْلُوْبٌ، فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا طَلَبَهُ الْمَوْتُ حَتّٰى يُخْرِجَهُ عَنْهَا، وَ مَنْ طَلَبَ الْاٰخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ رِزْقَهُ مِنْهَا" رزق دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ رزق جو انسان کو ڈھونڈتا

ہے اور ایک وہ رزق جس کو انسان ڈھونڈتا ہے۔ چنانچہ جو دنیا کا طلبگار ہوتا ہے موت اس کو ڈھونڈتی ہے، یہاں تک کہ دنیا سے اسے نکال باہر کرتی ہے اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوتا ہے دنیا خود اسے تلاش کرتی ہے، یہاں تک کہ وہ اس سے اپنی مکمل روزی حاصل کر لیتا ہے۔

اسی قسم کی دوسری تقسیم دوسرے مقام پر بیان کرتے ہوئے مولائے کائناتؑ نے کلمات قصار ۳۷۹ میں ارشاد فرمایا: "اَلرِّزْقُ رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهٗ، وَ رِزْقٌ يَّطْلُبُكَ، فَاِنْ لَّمْ تَأْتِهٖ اَتَاكَ، فَلَا تَحْمِلْ هَمَّ سَنَتِكَ عَلٰى هَمِّ يَوْمِكَ! كَفَاكَ كُلُّ يَوْمٍ مَّا فِيْهِ، فَاِنْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِكَ، فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى سَيُؤْتِيْكَ فِيْ كُلِّ غَدٍ جَدِيْدٍ مَّا قَسَمَ لَكَ، وَ اِنْ لَّمْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِكَ، فَمَا تَصْنَعُ بِالْهَمِّ لِمَا لَيْسَ لَكَ، وَ لَنْ يَّسْبِقَكَ اِلٰى رِزْقِكَ طَالِبٌ، وَ لَنْ يَّغْلِبَكَ عَلَيْهِ غَالِبٌ، وَ لَنْ يُّبْطِئَ عَنْكَ مَا قَدْ قُدِّرَ لَكَ" رزق دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ رزق جس کی تلاش میں تم ہو اور ایک وہ رزق جو تمہاری جستجو میں ہے۔ جو رزق تمہاری تلاش میں ہے وہ ایسا ہے کہ اگر تم اس تک نہ پہنچ سکو گے تو وہ تم تک پہنچ کر رہے گا لہٰذا اپنے ایک دن کی فکر پر سال بھر کی فکریں نہ لا دو۔ جو ہر دن کا رزق ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر تمہاری عمر کا کوئی سال باقی ہے تو اللہ ہر نئے دن کا رزق تمہیں دے گا جو اس نے تمہارے لئے مقرر کر رکھا ہے، اگر تمہاری عمر کا کوئی سال باقی نہیں ہے تو پھر اس چیز کی فکر کیوں کرو جو تمہارے لئے نہیں ہے!۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ کوئی طلبگار تمہارے رزق کی طرف تم سے آگے بڑھ نہیں سکتا اور نہ کوئی غلبہ پانے والا اس میں تم پر غالب آ سکتا ہے، جو تمہارے لئے معین ہو چکا ہے اس کے ملنے میں کبھی تاخیر نہ ہو گی۔

"قَالَ الرَّضِیُّ: وَ قَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِيْمَا تَقَدَّمَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ، اِلَّا اَنَّهٗ هٰهُنَا اَوْضَحُ وَ اَشْرَحُ، فَلِذٰلِكَ كَرَّرْنَاهُ عَلَى الْقَاعِدَةِ الْمُقَرَّرَةِ فِيْ اَوَّلِ

الْكِتَابِ" سیّد رضیؒ فرماتے ہیں: یہ کلام اسی باب میں پہلے بھی درج ہو چکا ہے، مگر یہاں کچھ زیادہ وضاحت و تشریح کے ساتھ تھا، اس لئے ہم نے اس کا اعادہ کیا ہے، اس قاعدہ کی بنا پر جو کتاب کے دیباچہ میں گزر چکا ہے۔

کلمات قصار ۲۶۷ میں مولا علیؑ فرماتے ہیں: "يَا ابْنَ اٰدَمَ! لَا تَحْمِلْ هَمَّ يَوْمِكَ الَّذِيْ لَمْ يَأْتِكَ عَلٰى يَوْمِكَ الَّذِيْ قَدْ اَتَاكَ، فَاِنَّهٗ اِنْ يَّكُ مِنْ عُمُرِكَ يَأْتِ اللّٰهُ فِيْهِ بِرِزْقِكَ" اے فرزند آدم! جو دن ابھی آیا نہیں ہے اس دن کی فکر کا بار اپنے آج کے دن پر نہ ڈال، اس لئے کہ اگر ایک دن بھی تیری عمر کا باقی ہو گا تو اللہ تیرا رزق تجھ تک پہنچائے گا۔

❁ ❁ ❁

علم کی فضیلت، نہج البلاغہ کی روشنی میں

مولائے کائنات علی ابن ابیطالب علیہما السلام نے جناب کمیل ابن زیاد نخعی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جس کو جناب کمیلؒ نے اس طرح بتایا ہے، نہج البلاغہ کلمات قصارے ۱۴۷ میں اس طرح آیا ہے: "وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِكُمَيْلِ بْنِ زِيَادٍ النَّخَعِيِّ" کمیل ابن زیاد نخعی کہتے ہیں: امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور قبرستان کی طرف لے چلے۔ جب آبادی سے باہر نکلے تو ایک لمبی آہ بھرتے ہوئے فرمایا: اے کمیل! یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں، ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔

لہٰذا جو کچھ میں تمہیں بتاؤں اسے یاد رکھنا: "اَلنَّاسُ ثَلَاثَةٌ: فَعَالِمٌ رَّبَّانِيٌّ، وَ مُتَعَلِّمٌ عَلٰى سَبِيْلِ نَجَاةٍ، وَ هَمَجٌ رَّعَاعٌ، اَتْبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ، يَمِيْلُوْنَ مَعَ كُلِّ رِيْحٍ، لَمْ يَسْتَضِيْٓئُوْا بِنُوْرِ الْعِلْمِ، وَلَمْ يَلْجَئُوْا اِلٰى رُكْنٍ وَّثِيْقٍ" اے کمیل! دیکھو! لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک عالم ربانی، دوسرا متعلم جو نجات کی راہ پر برقرار رہے اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ ہے جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہو جاتا ہے اور ہر ہوا کے رخ پر مڑ جاتا ہے، نہ انہوں نے نور علم سے کسب ضیاء کیا اور نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔

" يَا كُمَيْلُ! اَلْعِلْمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَالِ: اَلْعِلْمُ يَحْرُسُكَ وَ اَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالَ، وَ الْمَالُ تَنْقُصُهُ النَّفَقَةُ، وَ الْعِلْمُ يَزْكُوْ عَلَى الْاِنْفَاقِ" اے کمیل! یاد رکھو کہ علم مال سے بہتر ہے، کیونکہ علم تمہاری نگہداشت کرتا ہے جبکہ مال کی

تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے، مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے لیکن علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ "وَ صَنِيْعُ الْمَالِ يَزُوْلُ بِزَوَالِهٖ" مال و دولت کے نتائج و اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔

"يَا كُمَيْلَ بْنَ زِيَادٍ! مَعْرِفَةُ الْعِلْمِ دِيْنٌ يُّدَانُ بِهٖ، بِهٖ يَكْسِبُ الْاِنْسَانُ الطَّاعَةَ فِيْ حَيَاتِهٖ، وَ جَمِيْلَ الْاُحْدُوْثَةِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ" اے کمیل ابن زیاد! علم کی شناسائی ایک دین ہے جس کی اقتدا کی جاتی ہے۔ اسی سے انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے اپنی اطاعت کراتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے۔

"وَ الْعِلْمُ حَاكِمٌ، وَ الْمَالُ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ" (اے کمیل!) یاد رکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے اور مال محکوم ہوتا ہے۔

"يَا كُمَيْلُ! هَلَكَ خُزَّانُ الْاَمْوَالِ وَ هُمْ اَحْيَآءٌ، وَ الْعُلَمَآءُ بَاقُوْنَ مَا بَقِيَ الدَّهْرُ: اَعْيَانُهُمْ مَفْقُوْدَةٌ، وَ اَمْثَالُهُمْ فِي الْقُلُوْبِ مَوْجُوْدَةٌ" اے کمیل! مال و متاع کے خزانہ دار زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں (حالانکہ وہ اس دنیا سے جا چکے ہیں!)۔ بے شک ان (صاحبانِ علم) کے اجسام نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر ان کی صورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔

" هَا! اِنَّ هٰهُنَا لَعِلْمًا جَمًّا (وَ اَشَارَ اِلٰى صَدْرِهٖ:) لَوْ اَصَبْتُ لَهٗ حَمَلَةً!" (اس کے بعد حضرتؑ نے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور) فرمایا: دیکھو! یہاں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، کاش! اس کے اٹھانے والے مجھے مل جاتے۔

"بَلٰی اَصَبْتُ لَقِنًا غَیْرَ مَاْمُوْنٍ عَلَیْهِ، مُسْتَعْمِلًا اٰلَةَ الدِّیْنِ لِلدُّنْیَا، وَ مُسْتَظْهِرًا بِنِعَمِ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ، وَ بِحُجَجِهٖ عَلٰی اَوْلِیَآئِهٖ، اَوْ مُنْقَادًا لِّحَمَلَةِ الْحَقِّ، لَا بَصِیْرَةَ لَهٗ فِیْ اَحْنَآئِهٖ، یَنْقَدِحُ الشَّكُّ فِیْ قَلْبِهٖ لِاَوَّلِ عَارِضٍ مِّنْ شُبْهَةٍ" ہاں کوئی ایسا ملا جو ذہین تو ہے مگر نا قابل اطمینان ہے اور جو دنیا کیلئے دین کو آلہ کار بنانے والا ہے اور اللہ کی ان نعمتوں کی وجہ سے اس کے بندوں پر اور اس کی حجتوں کی وجہ سے اس کے دوستوں پر تفوق و برتری جتلانے والا ہے۔ یا جو اربابِ حق و دانش کا مطیع تو ہے مگر اس کے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے، بس ادھر ذرا سا شبہ عارض ہوا کہ اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں۔ "اَلَا لَا ذَا وَ لَا ذَاكَ!" تو معلوم ہونا چاہیے کہ نہ یہ اس قابل ہے اور نہ وہ اس قابل ہے۔

"اَوْ مَنْهُوْمًا بِاللَّذَّةِ، سَلِسَ الْقِیَادِ لِلشَّهْوَةِ، اَوْ مُغْرَمًا بِالْجَمْعِ وَ الْاِدِّخَارِ" یا ایسا شخص ملتا ہے جو لذتوں پر مٹا ہوا ہے اور بآسانی خواہش نفسانی کی راہ پر کھنچ جانے والا ہے۔ یا ایسا شخص ملتا ہے جو جمع آوری و ذخیرہ اندوزی پر جان دیئے ہوئے ہے۔

"لَیْسَا مِنْ رُّعَاةِ الدِّیْنِ فِیْ شَیْءٍ، اَقْرَبُ شَیْءٍ شَبَهًا بِهِمَا الْاَنْعَامُ السَّآئِمَةُ! كَذٰلِكَ یَمُوْتُ الْعِلْمُ بِمَوْتِ حَامِلِیْهِ" یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرنے والے نہیں ہیں۔ ان دونوں سے انتہائی قریبی شباہت چرنے والے چوپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح تو علم کے خزینہ داروں کے مرنے سے علم ختم ہو جاتا ہے!۔

"اَللّٰهُمَّ بَلٰی! لَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ قَآئِمٍ لِلّٰهِ بِحُجَّةٍ، اِمَّا ظَاهِرًا مَّشْهُوْرًا، اَوْ خَآئِفًا مَّغْمُوْرًا، لِئَلَّا تَبْطُلَ حُجَجُ اللهِ وَ بَيِّنَاتُهٗ" ہاں! مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی جو خدا کی حجت کو برقرار رکھتا ہے۔ چاہے وہ ظاہر و مشہور ہو، یا خائف و پنہاں، تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشان مٹنے نہ پائیں۔

"وَ كَمْ ذَا وَ اَيْنَ اُولٰٓئِكَ؟ اُولٰٓئِكَ. وَاللهِ. الْاَقَلُّوْنَ عَدَدًا، وَ الْاَعْظَمُوْنَ عِنْدَ اللهِ قَدْرًا، يَحْفَظُ اللهُ بِهِمْ حُجَجَهٗ وَ بَيِّنَاتِهٖ، حَتّٰى يُوْدِعُوْهَا نُظَرَآءَهُمْ، وَ يَزْرَعُوْهَا فِيْ قُلُوْبِ اَشْبَاهِهِمْ، هَجَمَ بِهِمُ الْعِلْمُ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْبَصِيْرَةِ، وَ بَاشَرُوْا رُوْحَ الْيَقِيْنِ، وَ اسْتَلَانُوْا مَا اسْتَوْعَرَهُ الْمُتْرَفُوْنَ، وَ اَنِسُوْا بِمَا اسْتَوْحَشَ مِنْهُ الْجَاهِلُوْنَ، وَ صَحِبُوا الدُّنْيَا بِاَبْدَانٍ اَرْوَاحُهَا مُعَلَّقَةٌ بِالْمَحَلِّ الْاَعْلٰى، اُولٰٓئِكَ خُلَفَآءُ اللهِ فِيْ اَرْضِهٖ، وَ الدُّعَاةُ اِلٰى دِيْنِهٖ، اٰهِ اٰهِ شَوْقًا اِلٰى رُؤْيَتِهِمْ!" اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں ہیں!؟ خدا کی قسم! وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوندعالم ان کے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے جیسوں کے سپرد کردیں اور اپنے جیسوں کے دلوں میں انہیں بودیں۔ علم نے انہیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا اپنے لئے سہل و آسان سمجھ لیا ہے اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگا بیٹھے ہیں۔ وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس

کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے ان کے قیمتی دیدار کیلئے میرے شوق کی فراوانی!۔ "اِنْصَرِفْ یَا کُمَیْلُ اِذَا شِئْتَ" (پھر حضرتؑ نے کمیلؒ سے فرمایا:) اے کمیل! (مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا)، اب چاہو تو واپس ہو جاؤ۔

کمیل ابن زیاد نخعی رحمۃ اللہ علیہ اسرار امامت کے خزینہ دار اور امیر المومنین علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ علم و فضل میں بلند مرتبہ اور زُہد و ورع میں امتیاز خاص کے حامل تھے۔ حضرتؑ کی طرف سے کچھ عرصہ تک ہیئت کے عامل رہے۔ ۸۳ ہجری میں ۹۰ برس کی عمر میں حجاج ابن یوسف ثقفی کے ہاتھوں شہید ہوئے اور بیرون کوفہ دفن ہوئے۔

کلمات القصار ۴۵۷ میں مولاؑ ارشاد فرماتے ہیں: "مَنْهُوْمَانِ لَا یَشْبَعَانِ: طَالِبُ عِلْمٍ، وَ طَالِبُ دُنْیَا" دو ایسے خواہشمند ہیں جو سیر نہیں ہوتے: طالبِ علم اور طلبگارِ دنیا۔

کلمات قصار ۳۳۸ میں مولا علیؑ نے ارشاد فرمایا: " اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ: مَطْبُوْعٌ وَّ مَسْمُوْعٌ، وَلَا یَنْفَعُ الْمَسْمُوْعُ اِذَا لَمْ یَکُنِ الْمَطْبُوْعُ "علم دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ علم جو نفس میں رَچ بس جائے اور ایک وہ علم جو صرف سن لیا گیا ہو، سنا سنایا علم فائدہ نہیں دیتا جب تک وہ دل میں راسخ نہ ہو۔

کلمات قصار ۳۶۶ میں مولاؑ نے فرمایا: " اَلْعِلْمُ مَقْرُوْنٌ بِالْعَمَلِ، فَمَنْ عَلِمَ عَمِلَ، وَ الْعِلْمُ یَهْتِفُ بِالْعَمَلِ، فَاِنْ اَجَابَهٗ وَ اِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ "علم عمل سے وابستہ ہے لہٰذا جو جانتا ہے وہ عمل بھی کرتا ہے اور علم عمل کو پکارتا ہے۔ اگر وہ لبیک کہتا ہے تو بہتر، ورنہ وہ بھی اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

علمی نشست اور جنازہ سے متعلق حضرت علی علیہ السلام رسول اکرمؐ کی زبانی ارشاد فرماتے ہیں: " أَنَا جَالِسٌ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِذْ دَخَلَ أَبُوذَرٍّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ جَنَازَةُ الْعَابِدِ أَحَبُّ إِلَيْكَ أَمْ مَجْلِسُ الْعَالِمِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَا أَبَاذَرٍّ الْجُلُوسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكَرَةِ الْعَالِمِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ أَلْفِ جَنَازَةٍ مِنْ جَنَازَةِ الشُّهَدَاءِ وَ الْجُلُوسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ قِيَامِ أَلْفِ لَيْلَةٍ يُصَلِّي فِي كُلِّ لَيْلَةٍ أَلْفَ رَكْعَةٍ وَ الْجُلُوسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ أَلْفِ غَزْوَةٍ وَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ كُلِّهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مُذَاكَرَةُ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ كُلِّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَا أَبَاذَرٍّ الْجُلُوسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ كُلِّهِ اِثْنَيْ عَشَرَ أَلْفَ مَرَّةٍ عَلَيْكُمْ بِمُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ فَإِنَّ بِالْعِلْمِ تَعْرِفُونَ الْحَلَالَ مِنَ الْحَرَامِ وَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ لِيَلْتَمِسَ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ كَتَبَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ ثَوَابَ نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَ أَعْطَاهُ اللهُ بِكُلِّ حَرْفٍ يَسْتَمِعُ أَوْ يَكْتُبُ مَدِينَةً فِي الْجَنَّةِ وَ طَالِبُ الْعِلْمِ أَحَبَّهُ اللهُ وَ أَحَبَّهُ الْمَلَائِكَةُ وَ أَحَبَّهُ النَّبِيُّونَ وَ لَا يُحِبُّ الْعِلْمَ إِلَّا السَّعِيدُ وَ طُوبَى لِطَالِبِ الْعِلْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا أَبَاذَرٍّ وَ الْجُلُوسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ خَيْرٌ لَكَ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ صِيَامٍ نَهَارُهَا وَ قِيَامٍ لَيْلُهَا وَ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ الْعَالِمِ خَيْرٌ لَكَ مِنْ عِتْقِ أَلْفِ رَقَبَةٍ وَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ لِيَلْتَمِسَ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ ثَوَابَ أَلْفِ شَهِيدٍ مِنْ شُهَدَاءِ بَدْرٍ وَ طَالِبُ الْعِلْمِ حَبِيبُ اللهِ وَ مَنْ أَحَبَّ الْعِلْمَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَ يُصْبِحُ وَ يُمْسِي فِي رِضَا اللهِ وَ لَا يَخْرُجُ

مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى يَشْرَبَ مِنَ الْكَوْثَرِ وَ يَأْكُلَ مِنْ ثَمَرَةِ الْجَنَّةِ وَ لَا يَأْكُلُ الدُّوْدُ جَسَدَهُ وَيَكُوْنُ فِي الْجَنَّةِ رَفِيْقَ الْخَضِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهٰذَا كُلُّهُ تَحْتَ هٰذِهِ الْآيَةِ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ" میں مسجدِ نبوی میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ایک عابد کا جنازہ زیادہ محبوب ہے یا کسی عالم کے ساتھ علمی مجلس؟ رسول خداؐ نے فرمایا: اے ابوذر! اللہ کے نزدیک ایک لمحہ کسی عالم کے ساتھ علمی مذاکرہ میں بیٹھنا، ہزار شہیدوں کے جنازوں میں شرکت کرنے سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا: علمی مذاکرہ میں ایک گھنٹہ بیٹھنا اللہ کے نزدیک ایسی راتوں سے بہتر ہے جن میں ہزار رکعت نماز پڑھی جائے۔ علم کی گفتگو میں ایک لمحہ گزارنا، اللہ کے نزدیک ہزار غزوات میں شرکت سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ مکمل قرآن کی تلاوت سے بھی افضل ہے۔ ابوذر نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا علمی مذاکرہ قرآن کی مکمل تلاوت سے بھی بہتر ہے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: اے ابوذر! ہاں، علم کا مذاکرہ میرے نزدیک مکمل قرآن کی بارہ ہزار مرتبہ تلاوت سے بھی افضل ہے علم کے مذاکرہ کو اپنے اوپر لازم سمجھو، کیونکہ اسی سے تم حلال و حرام کو پہچانوگے۔

جو اپنے گھر سے علم کا ایک دروازہ حاصل کرنے نکلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلہ میں اسے ایک نبی کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے اور جو کچھ وہ سنتا یا لکھتا ہے، اللہ اسے جنت میں ایک شہر عطا کرتا ہے؛ طالبِ علم کو اللہ دوست رکھتا ہے، فرشتے اسے محبوب رکھتے ہیں، انبیاء اس سے محبت کرتے ہیں۔ علم سے صرف وہی محبت کرتا ہے جو سعادت مند ہو۔

قیامت کے دن طالبِ علم کے لئے خوشخبری ہے، علم کے مذاکرہ میں ایک لمحہ گزارنا تمہارے لئے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے، چاہے دن بھر روزہ رکھو اور ساری رات عبادت کرو۔ عالم کے چہرہ کو دیکھنا، ایک ہزار غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔ جو علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے، اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اسے بدر کے ہزار شہداء کے برابر اجر عطا کرتا ہے۔ طالبِ علم اللہ کا محبوب ہوتا ہے۔ جو علم سے محبت رکھتا ہے، جنت اس پر واجب ہوجاتی ہے۔

طالبِ علم صبح و شام اللہ کی رضا میں ہوتا ہے۔ دنیا سے اس وقت تک نہیں جاتا جب تک حوضِ کوثر سے سیراب نہ ہوجائے، جنت کے پھل نہ کھالے، اور اس کا جسم کپڑوں کا کھانا نہ بنے۔ وہ جنت میں حضرت خضر علیہ السلام کا رفیق ہوگا۔

پھر فرمایا: یہ سب کچھ اسی آیت کے تحت ہے: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور علم دیئے گئے لوگوں کے درجے بلند فرماتا ہے۔[1]

خلاصہ کلام: علم کا مذاکرہ ایک ہزار شہداء کے جنازوں میں شریک ہونے سے زیادہ افضل ہے۔ ایک گھنٹہ علمی مجلس میں بیٹھنا ایک ہزار راتوں کی نماز سے افضل ہے۔ علمی نشست قرآن کریم کی بارہ ہزار بار تلاوت کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ طالب علم کو ہر قدم پر نبی کا ثواب ملتا ہے، ہر حرف پر جنت کا شہر نصیب ہوتا ہے، اللہ، فرشتے اور انبیاء طالب علم سے محبت کرتے ہیں؛ قیامت کے روز ایک طالب علم

---

[1] ۔ جامع الاخبار، ج۱، ص۳۷۔

جناب خضرؑ کا رفیق راہ ہوگا، حوض کوثر سے سیراب ہوگا، طالبِ علم کو جنت کے پھل نصیب ہوں گے، اس کے جسم کو کیڑے نہیں کھائیں گے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا" یعنی میں شہرِ علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

❋ ❋ ❋

﴿صلوات کی فضیلت﴾

صلوات کی فضیلت کسی فرد بشر پر مخفی نہیں کیونکہ خود قرآن کریم نے بہانگِ دہل اعلان کیا ہے، سورہ احزاب کی آیت ۵۶ میں ارشاد ہوا: " اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا "اللہ اور اس کے فرشتے یقیناً نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو جیسے سلام بھیجنے کا حق ہے۔

مذکورہ آیت کے متعلق ابن عباس سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر مسرور ہوئے کہ آپؐ کے چہرہ اقدس کا رنگ انار کے دانوں کی مانند سرخ ہوگیا، فرحت و مسرت کے ساتھ آپؐ کو یہ کہتے سنا کہ مجھے مبارکباد دو کیونکہ آج مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو میرے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، خداوند عالم نے دو فرشتوں کو معین فرمایا ہے جن کا کام یہ ہے کہ جب کوئی مومن میرے ذکر کو سن کر صلوات پڑھتا ہے تو وہ فرشتے اسے یہ دعا دیتے ہیں کہ "غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ" خدا تیرے گناہوں کو معاف فرمائے اور جب کوئی مومن اس ذکر خیر کو سن کر چپ رہتا ہے تو وہ فرشتے بددعا دیتے ہوئے کہتے ہیں "لَا غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ" خدا تجھے معاف نہ کرے اور یہ سن کر دوسرے فرشتے آمین کہتے ہیں۔

ایک مقام پہ ارشاد ہوا: جو شخص گناہوں کا کفارہ ادا کرنے پہ قادر نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ ہم پہ صلوات بھیجے کیونکہ صلوات سے گناہ اس طرح گر جاتے ہیں جیسے ہوا سے درخت کے سوکھے پتے۔

ایک جگہ اس طرح ارشاد فرمایا کہ صلوات گناہوں کو اس طرح مٹا دیتی ہے جیسے پانی کپڑے کے داغ کو۔

خداوندعالم نے جناب موسیٰؑ پر وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم سے قریب ہو جاؤں؟ موسیٰؑ نے کہا: میں بے حد مشتاق ہوں اور کون ہے جو اس کا طالب نہ ہو کہ تو قریب آجائے! آواز قدرت آئی: موسیٰؑ! اگر تم میرے قریب ہونے کے مشتاق ہو تو میرے حبیب پر درود بھیجو۔

جس وقت جناب آدم علیہ السلام کی جناب حوا سلام اللہ علیہا پر نظر پڑی تو عرض کیا: خدایا! حوا کی مجھ سے شادی کر دے، حکم ہوا کہ مہر ادا کرو، جناب آدم علیہ السلام نے پوچھا: مہر میں کیا دوں؟ حکم ہوا: آدم! دس مرتبہ محمد و آل محمد پر صلوات پڑھو۔

سفیان ثوری نے حالت طواف میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہر قدم پہ صلوات پڑھ رہا ہے! تو سفیان ثوری نے اس شخص کو ٹوکا کہ آخر تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تسبیح و تحلیل اور دعاؤں کو چھوڑ کر صرف صلوات پڑھ رہا ہے! اس نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے اپنا تعارف کرایا تو اس شخص نے کہا: کیا آپ ایک واقعہ سنیں گے! سفیان نے کہا: سناؤ؛ وہ شخص کہنے لگا: میں اپنے والد کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوا، راستہ میں میرا باپ بیمار ہوا اور وہیں مر گیا، مرنے کے بعد میرے باپ کا چہرہ سیاہ، آنکھیں پیلی اور منھ سوّر جیسا ہو گیا، میں نے خیال کیا لگتا ہے کہ میرا باپ منافق رہا ہو گا اور نفاق کے چھپانے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے! اس حالت سے میں پریشان تھا، عالم مسافرت میں غم کی وجہ سے گر گیا اور اسی عالم میں بے ہوش ہوا اور نیند آگئی، عالم رؤیا میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت خوبصورت انسان آیا جس کے جسم سے نہایت بہترین خوشبو

آرہی تھی، وہ بزرگ ہستی میرے مردہ باپ کے پاس آئی، سرہانے بیٹھ کر چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور اس کے چہرہ پر اپنا ہاتھ پھیرا جس سے چہرہ کی سیاہی ختم ہوگئی، آنکھوں کا رنگ بدل گیا اور اس کا چہرہ ایک خوبصورت انسان کی طرح ہوگیا، میں نے خواب ہی میں ان کا دامن پکڑ لیا اور پوچھا: اے بندہ خدا! آپ کون ہیں؟ عالم مسافرت میں مجھ پر احسان فرمایا! انہوں نے جواب دیا کہ تم مجھے نہیں پہچانتے! میں حاملِ صاحبِ کتابِ الٰہی محمد بن عبداللہ ہوں، یہ بات ذرا غور سے سن لے کہ تیرا باپ بے حد گنہگار اور نہایت درجہ کا گستاخ انسان تھا مگر مجھ پر صلوات بھیجتا تھا، جب فرشتوں نے مجھے اس کی اطلاع دی تو میں نے یہاں آکر اس کی مدد کی؛ جب میں خواب سے بیدار ہوا اور باپ کی میت کے قریب آیا تو وہی دیکھا جیسا خواب میں دیکھا تھا، اس کا چہرہ اسی طرح نورانی ہے جیسا میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ (اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ان کی عطا خواب میں بھی غلط نہیں ہوتی)۔

اے سفیان! جب سے میں نے خواب اور حقیقت میں یہ ماجرا دیکھا ہے اسی روز سے درود پڑھنا میرا مسلسل وظیفہ قرار پایا ہے؛ سفیان نے کہا: تم سچ کہتے ہو، سفیان نے اپنے شاگردوں کو ہدایت دی کہ اس واقعہ کو عوام میں بیان کرو، کتابوں میں لکھو تاکہ صلوات کی برکت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت عذاب دنیا و آخرت سے نجات پائے۔

ایک روایت میں اس انداز سے منقول ہے: "عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ وَآلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي صَلَاتِهِ يُسْلَكُ بِصَلَاتِهِ غَيْرَ سَبِيلِ الْجَنَّةِ وَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيۡهِ وَ آلِهِ مَنۡ ذُكِرۡتُ عِنۡدَهُ فَلَمۡ يُصَلِّ عَلَيَّ دَخَلَ النَّارَ فَأَبۡعَدَهُ اللهُ وَ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَ آلِهِ وَ مَنۡ ذُكِرۡتُ عِنۡدَهُ فَنَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ خُطِئَ بِهِ طَرِيقَ الۡجَنَّةِ "امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے اور اپنی نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلِ بیتؑ کا ذکر نہ کرے تو اس کی نماز کو جنت کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ پر لے جایا جاتا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوات نہ بھیجے تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا: جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوات پڑھنا بھول جائے تو وہ جنت کے راستہ سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اس روایت کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ صلوات نہ پڑھنا انسان کی نماز اور دین دونوں کو جنت کے راستہ سے ہٹا دیتا ہے۔

ایک روایت میں اس طرح ذکر ہوا ہے: "عَنۡ أَبِي عَبۡدِ اللهِ عَلَيۡهِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعۡتُهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَ آلِهِ: اِرۡفَعُوا أَصۡوَاتَكُمۡ بِالصَّلَاةِ عَلَيَّ فَإِنَّهَا تَذۡهَبُ بِالنِّفَاقِ "امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی آوازیں بلند کر کے مجھ پر صلوات بھیجا کرو، کیونکہ یہ (بلند آواز سے صلوات پڑھنا) نفاق کو دور کر دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلوات صرف ذکر نہیں بلکہ ایمان کی علامت اور نفاق کا علاج ہے۔

ایک روایت اس انداز سے نقل ہوئی ہے: "عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ نُعَيْمٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنِّي دَخَلْتُ الْبَيْتَ وَ لَمْ يَحْضُرْنِي شَيْءٌ مِنَ الدُّعَاءِ إِلَّا الصَّلَاةُ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ لَمْ يَخْرُجْ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا خَرَجْتَ بِهِ " عبد السلام بن نعیم کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں بیت (اللہ کے گھر) میں داخل ہوا لیکن میرے ذہن میں کوئی دعا نہیں آئی سوائے اس کے کہ میں نے محمد و آل محمدؐ پر صلوات بھیجی تو امامؑ نے فرمایا: سن لو! اس (صلوات) سے افضل کوئی چیز نہیں ہے جس کے ساتھ تم وہاں سے باہر آئے۔ یعنی صرف صلوات ہی سب سے اعلیٰ و افضل دعا ہے اور بندے کا سب سے قیمتی زادِ راہ بھی یہی ہے۔

ایک روایت اس انداز سے آئی ہے: "عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ: مَا فِي الْمِيزَانِ شَيْءٌ أَثْقَلَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ إِنَّ الرَّجُلَ لَتُوضَعُ أَعْمَالُهُ فِي الْمِيزَانِ فَتَمِيلُ بِهِ فَيُخْرِجُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فَيَضَعُهَا فِي مِيزَانِهِ فَيَرْجَحُ بِهِ" محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقرؑ یا امام جعفر صادقؑ میں سے کسی ایک سے سنا، آپؑ نے فرمایا: میزان قیامت میں کوئی چیز صلوات بر محمد و آل محمدؐ سے زیادہ بھاری نہیں ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کے اعمال میزان میں رکھے جاتے ہیں اور وہ ہلکے ہوتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلوات کو نکال کر اس میزان میں رکھ دیتے ہیں جس کے ذریعہ اس کے اعمال کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ صلوات قیامت کے دن اعمال کو وزنی بنانے والی سب سے عظیم چیز ہے جو بندہ کی نجات کا سبب بنے گی۔

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "عَنۡ أَبِیۡ عَبۡدِ اللهِ عَلَیۡهِ السَّلَامُ قَالَ: سَمِعَ أَبِیۡ رَجُلًا مُتَعَلِّقاً بِالۡبَیۡتِ وَ هُوَ یَقُولُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیٰ مُحَمَّدٍ فَقَالَ لَهُ أَبِیۡ یَا عَبۡدَ اللهِ لاَ تَبۡتُرۡهَا لاَ تَظۡلِمۡنَا حَقَّنَا، قُلۡ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیٰ مُحَمَّدٍ وَ أَهۡلِ بَیۡتِهِ " امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: میرے والد امام محمد باقر علیہ لسلام نے ایک شخص کو دیکھا جو بیت اللہ سے لپٹا ہوا دعا کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیٰ مُحَمَّدٍ''۔ میرے والد نے اس سے فرمایا: اے بندۂ خدا! اسے ادھورا نہ چھوڑ، ہمارے حق کو ضائع نہ کر۔ پوری صلوات پڑھ، صلوات کا طریقہ یہ ہے: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیٰ مُحَمَّدٍ وَ أَهۡلِ بَیۡتِهِ''۔

اس روایت سے سمجھ میں آتا ہے کہ صرف "محمدؐ" پر صلوات پڑھنا کافی نہیں بلکہ اہل بیتؑ کو بھی شامل کرنا ضروری ہے۔

❁ ❁ ❁

﴿صلوات، دعاؤں کی قبولیت کا سبب﴾

جہاں صلوات کے دیگر بہت سے فضائل ہیں ان میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ صلوات کو کثرت کے ساتھ پڑھنا، دعا کی قبولیت کا سبب قرار پاتا ہے جیسا کہ روایت میں منقول ہے: "عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَا أَبْرَزَ عَبْدٌ يَدَهُ إِلَى اللهِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ إِلَّا اِسْتَحْيَا اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ أَنْ يَرُدَّهَا صِفْراً حَتّٰى يَجْعَلَ فِيْهَا مِنْ فَضْلِ رَحْمَتِهِ مَا يَشَاءُ فَإِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَرُدَّ يَدَهُ حَتّٰى يَمْسَحَ عَلٰى وَجْهِهِ وَ رَأْسِهِ" امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: کوئی بندہ جب بھی اپنا ہاتھ اللہ عزیز و جبّار کی طرف بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بات سے حیا کرتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی واپس لوٹا دے، بلکہ اپنی رحمت کے فضل سے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اپنے ہاتھ کو (دعا کے بعد) اس وقت تک واپس نہ کرے جب تک اپنے چہرہ اور سر پر نہ پھیر لے۔[1]

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اگر دعا میں صلوات نہ پڑھی جائے تو دعا راستہ میں رک جاتی ہے یعنی باب اجابت تک نہیں پہنچتی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: "عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كُلُّ دُعَاءٍ يُدْعَى اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهِ مَحْجُوْبٌ عَنِ السَّمَاءِ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر دعا جو اللہ عزوجل سے کی جاتی ہے وہ آسمان تک نہیں پہنچتی جب تک کہ محمد و آلِ محمدؐ پر صلوات نہ بھیجی جائے۔

---

[1] ۔ الکافی، کلینی، ج ۲، ص ۴۷۱۔

یعنی اگر ہمیں اپنی دعائیں قبول کرانا ہے تو یاد رہنا چاہیئے کہ دعا کی قبولیت کا دروازہ صلوات بر محمدؐ و آل محمدؐ سے کھلتا ہے۔

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ دَعَا وَ لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ رَفْرَفَ الدُّعَاءُ عَلَى رَأْسِهِ فَإِذَا ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ رُفِعَ الدُّعَاءُ" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص دعا کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر (صلوات) نہ کرے تو اس کی دعا اس کے سر پر منڈلاتی رہتی ہے اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر کرتا ہے تو دعا بلند ہوتی ہے یعنی قبولیت کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔

یہ روایت بھی پہلی روایت کی طرح اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ دعا کی قبولیت کے دروازے صلوات بر محمدؐ و آل محمدؐ سے کھلتے ہیں۔

ایک روایت اس انداز سے نقل ہوئی ہے: "عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: لَا يَزَالُ الدُّعَاءُ مَحْجُوباً حَتَّى يُصَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دعا حجاب (پردہ) میں رہتی ہے، جب تک کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوات نہ بھیجی جائے یعنی دعا کی قبولیت کی شرط یہ ہے کہ دعا کے ساتھ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ" بھی کہا جائے۔

دوسرے مقام پر اس انداز سے روایت نقل ہوئی ہے: "عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مَعْنَى أَجْعَلُ صَلَوَاتِي كُلَّهَا لَكَ فَقَالَ يُقَدِّمُهُ بَيْنَ يَدَيْ كُلِّ حَاجَةٍ فَلَا يَسْأَلُ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ شَيْئاً حَتَّى يَبْدَأَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَيُصَلِّيَ عَلَيْهِ ثُمَّ يَسْأَلَ اللهَ حَوَائِجَهُ" ابوبصیر

کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اس جملہ "میں اپنی تمام صلوات آپ کے لئے قرار دیتا ہوں" کا کیا مطلب ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ہر حاجت سے پہلے صلوات پڑھے یعنی اللہ عزوجل سے کچھ بھی نہ مانگے جب تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ بھیجے، درود بھیجنے کے بعد اللہ سے اپنی حاجتیں طلب کرے یعنی دعا اور حاجت کے قبول ہونے کی اہم شرط یہ ہے کہ دعا سے پہلے محمد و آل محمدؐ پر صلوات پڑھی جائے۔

ایک روایت اس طرح نقل ہوئی ہے: "عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لَا تَجْعَلُوْنِي كَقَدَحِ الرَّاكِبِ فَإِنَّ الرَّاكِبَ يَمْلَأُ قَدَحَهُ فَيَشْرَبُهُ إِذَا شَاءَ اِجْعَلُوْنِي فِيْ أَوَّلِ الدُّعَاءِ وَ فِيْ آخِرِهِ وَ فِيْ وَسَطِهِ" امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے فرمایا: مجھے (دعا میں) سوار کے برتن کی طرح نہ بناؤ، کیونکہ سوار اپنے برتن کو (پانی سے) بھر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے پی لیتا ہے۔ بلکہ تم مجھے (یعنی درود بر محمد و آل محمدؐ) کو اپنی دعا کے شروع میں بھی رکھو، آخر میں بھی رکھو، اور درمیان میں بھی رکھو یعنی دعا کی قبولیت کے لئے لازم ہے کہ ابتداء، انتہا اور درمیان سب جگہ صلوات کو شامل کیا جائے۔

ایک روایت اس طرح آئی ہے: "قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ كَانَتْ لَهُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ حَاجَةٌ فَلْيَبْدَأْ بِالصَّلَاةِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ ثُمَّ يَسْأَلُ حَاجَتَهُ ثُمَّ يَخْتِمُ بِالصَّلَاةِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَقْبَلَ الطَّرَفَيْنِ وَ يَدَعَ الْوَسَطَ إِذَا كَانَتِ الصَّلَاةُ عَلَى مُحَمَّدٍ

وَ آلِ مُحَمَّدٍ لَا تُحْجَبُ عَنْهُ "امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو اللہ عزوجل سے کوئی حاجت طلب کرنا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی دعا کا آغاز محمد و آلِ محمدؐ پر صلوات سے کرے، پھر اپنی حاجت طلب کرے، پھر اختتام بھی محمد و آلِ محمدؐ پر صلوات سے کرے۔ کیونکہ اللہ عزوجل اس سے زیادہ کریم ہے کہ ابتدا اور انتہا کو قبول کرے یعنی صلوات کو قبول کرلے اور درمیانی چیز یعنی دعا کو چھوڑ دے، جبکہ صلوات بر محمد و آل محمدؐ کبھی اللہ کی بارگاہ میں ردّ نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر دعا کے شروع اور آخر میں صلوات ہو تو دعا لازماً قبولیت کے قریب ہوجاتی ہے۔

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: " عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ: إِذَا ذُكِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَأَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ أَلْفَ صَلَاةٍ فِي أَلْفِ صَفٍّ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَ لَمْ يَبْقَ شَيْءٌ مِمَّا خَلَقَهُ اللهُ إِلَّا صَلَّى عَلَى الْعَبْدِ لِصَلَاةِ اللهِ عَلَيْهِ وَ صَلَاةِ مَلَائِكَتِهِ فَمَنْ لَمْ يَرْغَبْ فِي هَذَا فَهُوَ جَاهِلٌ مَغْرُورٌ قَدْ بَرِءَ اللهُ مِنْهُ وَ رَسُولُهُ وَ أَهْلُ بَيْتِهِ" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہو تو ان پر کثرت سے صلوات بھیجا کرو کیونکہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بار صلوات بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ہزار بار صلوات نازل فرماتا ہے، ایک ہزار صفوں میں کھڑے فرشتوں کے ساتھ اور اللہ نے جو کچھ بھی پیدا کیا ہے اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہتی مگر یہ کہ وہ اس بندہ پر صلوات بھیجتی ہے، اس وجہ سے کہ اللہ اور اس کے فرشتے اس پر صلوات بھیجتے ہیں۔

پس جو شخص اس (ثواب و مقام) کو پسند نہ کرے وہ جہالت اور دھوکہ میں ہے، اللہ، اس کا رسول اور اہل بیتؑ اس سے بیزار ہیں۔ یہ روایت صلوات کی عظمت اور اس کے کثیر ثواب کو واضح کرتی ہے۔

ایک روایت کچھ اس طرح منقول ہے: "عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِنِّي أَجْعَلُ لَكَ ثُلُثَ صَلَوَاتِي لَا بَلْ أَجْعَلُ لَكَ نِصْفَ صَلَوَاتِي لَا بَلْ أَجْعَلُهَا كُلَّهَا لَكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِذاً تُكْفَى مَئُونَةَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ" امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی دعاؤں کا ایک تہائی حصہ آپ کے لئے صلوات بناتا ہوں۔ پھر کہا: نہیں، بلکہ آدھا حصہ آپؐ کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ پھر کہا: نہیں، بلکہ میں اپنی تمام دعائیں آپ پر صلوات ہی قرار دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو پھر تجھے دنیا اور آخرت کی کفایت ہو جائے گی یعنی کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہے گی۔

مطلب یہ ہے کہ جو بندہ اپنی دعا کو صلوات پر مرکوز کر دے، اللہ تعالیٰ اس کی دنیاوی اور اخروی تمام حاجات کو پورا کر دیتا ہے۔

ایک روایت اس طرح نقل ہوئی ہے: "عَنْ أَبِي بَكْرٍ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ أَجْعَلُ نِصْفَ صَلَوَاتِي لَكَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ أَجْعَلُ صَلَوَاتِي كُلَّهَا لَكَ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا مَضَى قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ

کُفِيَ هَمَّ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ "ابوبکر حضرمی کہتے ہیں: مجھ سے ایک شخص نے نقل کیا جس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: یا رسول اللہ! میں اپنی دعاؤں کا نصف حصہ آپ پر صلوات کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ پھر اس نے کہا: میں اپنی تمام دعائیں آپ پر صلوات کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ جب وہ شخص واپس گیا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے دنیا و آخرت کے تمام ہمّ و غم ختم کر دیئے گئے۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے اپنی دعاؤں کو صلوات بر محمدؐ و آل محمدؐ سے وقف کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی دنیا و آخرت کی تمام فکریں اور حاجات پوری کر دیں۔

ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ اگر سو بار صلوات پڑھی جائے تو سو حاجتیں پوری ہوجاتی ہیں، حدیث کچھ اس انداز سے نقل ہوئی ہے: " عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ قَالَ يَا رَبِّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قُضِيَتْ لَهُ مِائَةُ حَاجَةٍ، ثَلَاثُونَ لِلدُّنْيَا وَ الْبَاقِي لِلْآخِرَةِ" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص یہ کہے: اے پروردگار! محمدؐ و آلِ محمدؐ پر رحمت نازل فرما سو مرتبہ تو اس کی سو حاجتیں پوری کی جاتی ہیں: ان میں سے تیس دنیا سے متعلق اور باقی آخرت سے مخصوص ہیں۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ صلوات نہ صرف دنیاوی مشکلات کے حل کا وسیلہ ہے بلکہ آخرت کی کامیابی اور سعادت کا بھی ذریعہ ہے۔

۞ ۞ ۞

﴿عظمتِ صلوات﴾

صلوات کی بہت زیادہ عظمت ہے، اس بارے میں متعدّد روایات آئی ہیں اور آیات کی تفاسیر میں اقوال معصومینؑ موجود ہیں مثلاً عظمت صلوات میں ایک روایت اس انداز سے آئی ہے: " عَنِ ابْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ: إِنَّ اللهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيماً فَقَالَ: اَلصَّلَاةُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ رَحْمَةٌ وَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ تَزْكِيَةٌ وَ مِنَ النَّاسِ دُعَاءٌ وَ أَمَّا قَوْلُهُ عَزَّ وَ جَلَّ: وَ سَلِّمُوا تَسْلِيماً فَإِنَّهُ يَعْنِي: اَلتَّسْلِيمَ لَهُ فِيمَا وَرَدَ عَنْهُ" ابن ابی حمزہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا: ﴿إِنَّ اللهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ "بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ کی جانب سے صلوات اس کی رحمت ہے، اور فرشتوں کی جانب سے صلوات تزکیہ (پاکیزگی و تائید) ہے اور لوگوں کی جانب سے صلوات دعا ہے۔ اور یہ جو فرمایا گیا: "وَ سَلِّمُوا تَسْلِيمًا"، تو اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو بات بھی آئے، اس کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے۔ یہ وہ اہم کام ہے جسے خود اللہ تعالیٰ اور فرشتے انجام دیتے ہیں۔ [1]

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۹۱، ص۵۵۔ معانی الاخبار، ج۱، ص۳۶۷۔

قرآن کریم کے سورہ شرح آیت ۴: "وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ" ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا، کے مطابق: صلوات بھیجنا اسی چیز کا عملی مظاہرہ ہے۔

اصول کافی، ج۲، ص ۴۹۲ میں ایک روایت اس انداز سے آئی ہے: "مَنۡ صَلَّى عَلَيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَ مَلَائِكَتُهُ وَ مَنۡ شَاءَ فَلۡيُقِلَّ وَ مَنۡ شَاءَ فَلۡيُكۡثِرۡ" جو مجھ پر درود بھیجتا ہے اس پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں لہٰذا جو چاہے کم درود بھیجے جو چاہے زیادہ صلوات بھیجے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان جس مقدار میں درود بھیجے گا اسی مقدار میں اللہ اور فرشتوں کے درود کا حقدار ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ایک روایت میں مذکورہ حدیث نبوی کی وضاحت موجود ہے، آپؑ نے فرمایا: "إِذَا ذُكِرَ النَّبِيُّ فَأَكۡثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيۡهِ فَإِنَّهُ مَنۡ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ أَلۡفَ صَلَاةٍ فِي أَلۡفِ صَفٍّ مِنَ الۡمَلَائِكَةِ وَ لَمۡ يَبۡقَ شَيۡءٌ مِمَّا خَلَقَهُ اللهُ إِلَّا صَلَّى عَلَى الۡعَبۡدِ لِصَلَاةِ اللهِ عَلَيۡهِ وَ صَلَاةِ مَلَائِكَتِهِ" جب نبی کا ذکر ہو تو کثرت سے ان پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص نبیؐ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ فرشتوں کی ایک ہزار صفوں میں اس پر ایک ہزار درود بھیجتا ہے؛ اللہ اور اس کے فرشتوں کے درود بھیجنے پر تمام مخلوقات بھی درود بھیجیں گی۔

"وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا": اپنے نبیؐ پر درود کے ساتھ سلام بھی بھیجو۔ سلام کے دو معنی بیان ہوئے ہیں: ایک یہ کہ سلام بمعنی تسلیم و اطاعت ہے یعنی ان پر درود بھیجو اور ہر حکم کو تسلیم کرو۔ دوسرا یہ کہ سلام بمعنی سلامتی ہو یعنی اپنے رسولؐ پر درود بھیجو

اور ہر نقص سے سلامتی کا اظہار کرو۔ اس میں شان رسالت کی عظمت و بلندی کا اظہار ہے۔ ان دونوں معنی میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے بلکہ دونوں قابل جمع ہیں۔

ایک روایت میں اس طرح منقول ہے: "أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ أَبِي الْمُغِيْرَةِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ: مَنْ قَالَ فِيْ دُبُرِ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ قَبْلَ أَنْ يَثْنِيَ رِجْلَيْهِ أَوْ يُكَلِّمَ أَحَداً، إِنَّ اللهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْماً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ ذُرِّيَّتِهِ قَضَى اللهُ لَهُ مِائَةَ حَاجَةٍ سَبْعِيْنَ فِي الدُّنْيَا وَ ثَلَاثِيْنَ فِي الْآخِرَةِ قَالَ قُلْتُ مَا مَعْنَى صَلَاةِ اللهِ وَ مَلَائِكَتِهِ وَ صَلَاةِ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ صَلَاةُ اللهِ رَحْمَةٌ مِنَ اللهِ وَ صَلَاةُ مَلَائِكَتِهِ تَزْكِيَةٌ مِنْهُمْ لَهُ وَ صَلَاةُ الْمُؤْمِنِيْنَ دُعَاءٌ مِنْهُمْ لَهُ وَ مَنْ شَرَّكَ آلَ مُحَمَّدٍ فِي الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ وَ آلِهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فِي الْأَوَّلِيْنَ وَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فِي الْآخِرِيْنَ وَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فِي الْمَلَإِ الْأَعْلَى وَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فِي الْمُرْسَلِيْنَ اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُحَمَّداً الْوَسِيْلَةَ وَ الشَّرَفَ وَ الْفَضِيْلَةَ وَ الدَّرَجَةَ الْكَبِيْرَةَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ آمَنْتُ بِمُحَمَّدٍ وَ لَمْ أَرَهُ فَلَا تَحْرِمْنِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رُؤْيَتَهُ وَ ارْزُقْنِيْ صُحْبَتَهُ وَ تَوَفَّنِيْ عَلَى مِلَّتِهِ وَ اسْقِنِيْ مِنْ حَوْضِهِ مَشْرَباً رَوِيّاً سَائِغاً هَنِيْئاً لَا أَظْمَأُ بَعْدَهُ أَبَداً إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ كَمَا آمَنْتُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ لَمْ أَرَهُ فَعَرِّفْنِيْ فِي الْجِنَانِ وَجْهَهُ اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ رُوحَ مُحَمَّدٍ عَنِّيْ تَحِيَّةً كَثِيْرَةً وَ سَلَاماً فَإِنَّ مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بِهٰذِهِ الصَّلَاةِ هُدِمَتْ ذُنُوْبُهُ وَ مُحِيَتْ خَطَايَاهُ وَ دَامَ

سُرُورُهُ وَ اُسْتُجِيبَ دُعَاؤُهُ وَ أُعْطِيَ أَمَلَهُ وَ بُسِطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَ أُعِينَ عَلَىٰ عَدُوِّهِ، وَ هِيَ لَهُ سَبَبُ أَنْوَاعِ الْخَيْرِ وَ يُجْعَلُ مِنْ رُفَقَاءِ نَبِيِّهِ فِي الْجِنَانِ الْأَعْلَىٰ يَقُولُهُنَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ غُدْوَةً وَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَشِيَّةً" امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص نمازِ صبح اور نمازِ مغرب کے بعد، اس سے پہلے کہ اپنی ٹانگیں سمیٹے یا کسی سے گفتگو کرے، یہ کہے: "إِنَّ اللهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيماً" اے اللہ! محمد اور ان کی ذریت پر رحمت نازل فرما، تو اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کر دیتا ہے ستر دنیا کی حاجتیں اور تیس آخرت کی حاجتیں۔ راوی نے عرض کیا: اللہ کی صلوات، فرشتوں کی صلوات اور مؤمنین کی صلوات کا کیا مطلب ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی جانب سے صلوات اس کی رحمت ہے۔ فرشتوں کی جانب سے صلوات ان کی طرف سے پاکیزگی اور تزکیہ ہے اور مؤمنین کی جانب سے صلوات، ان کی طرف سے دعا کرنا ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی نبی اور آلِ نبی کو درود میں شریک کرے اور یوں کہے: "اَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فِي الْأَوَّلِينَ وَ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فِي الْآخِرِينَ وَ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فِي الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فِي الْمُرْسَلِينَ اَللَّهُمَّ أَعْطِ مُحَمَّداً الْوَسِيلَةَ وَ الشَّرَفَ وَ الْفَضِيلَةَ وَ الدَّرَجَةَ الْكَبِيرَةَ اَللَّهُمَّ إِنِّي آمَنْتُ بِمُحَمَّدٍ وَ لَمْ أَرَهُ فَلَا تَحْرِمْنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ رُؤْيَتَهُ وَ ارْزُقْنِي صُحْبَتَهُ وَ تَوَفَّنِي عَلَىٰ مِلَّتِهِ وَ اسْقِنِي مِنْ حَوْضِهِ مَشْرَباً رَوِيّاً سَائِغاً هَنِيئاً لَا أَظْمَأُ بَعْدَهُ أَبَداً إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اَللّٰهُمَّ كَمَا آمَنْتُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَلَمْ أَرَهُ فَعَرِّفْنِي فِي الْجِنَانِ وَجْهَهُ اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ رُوحَ مُحَمَّدٍ عَنِّي تَحِيَّةً كَثِيرَةً وَ سَلاَماً" اے اللہ! محمد اور آلِ محمد پر درود بھیج ابتدائی لوگوں میں، آخرین میں، اعلیٰ فرشتوں میں اور مرسلین میں۔اے اللہ! محمد کو وسیلہ، شرف، فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما۔

اے اللہ! میں محمد پر ایمان لایا ہوں حالانکہ میں نے انہیں نہیں دیکھا، تو مجھے روزِ قیامت ان کی زیارت سے محروم نہ کرنا اور مجھے ان کی رفاقت عطا فرما، مجھے ان کے دین پر وفات دینا اور مجھے ان کے حوضِ کوثر سے ایسا سیراب مشروب پلانا جو لذیذ، خوشگوار اور دائمی ہو کہ پھر کبھی پیاس نہ لگے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اے اللہ! جیسے میں محمد پر ایمان لایا ہوں حالانکہ انہیں نہیں دیکھا، تو جنت میں مجھے ان کا چہرہ دکھا۔اے اللہ! محمد کی روح کو میری طرف سے کثرت سے سلام اور درود پہنچا۔

جو بھی اس درود کو پڑھے، اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، خطائیں محو ہو جاتی ہیں، خوشی ہمیشہ باقی رہتی ہے، دعا قبول کی جاتی ہے، حاجت پوری ہوتی ہے، رزق کشادہ ہو جاتا ہے، دشمن پر مدد ملتی ہے، یہ درود ہر طرح کی بھلائی کا سبب بنتا ہے اور قیامت کے دن وہ جنتِ اعلیٰ میں رسول اللہؐ کا رفیق بنایا جائے گا، اس درود کو نماز صبح کے بعد اور نماز عشاء کے بعد تین تین بار پڑھا جائے۔[1]

---

[1]۔ ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ج۱، ص۱۵۶۔

دعائے ندبہ میں اس طرح کے جملے آئے ہیں: "وَصَلِّ عَلَيْهِ صَلَاةً لَا غَايَةَ لِعَدَدِهَا وَلَا نِهَايَةَ لِمَدَدِهَا وَلَا نَفَادَ لِأَمَدِهَا" اور اس پر درود بھیج وہ درود جس کا شمار نہ ہو سکے، جس کی مدت ختم نہ ہو اور جو کبھی منقطع نہ ہو۔

بھولنے اور یاد رکھنے سے متعلق ایک روایت میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے:

"فِيمَا سَأَلَ الْخَضِرُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَخْبِرْنِي عَنِ الرَّجُلِ كَيْفَ يَذْكُرُ وَ يَنْسَى؟ قَالَ: إِنَّ قَلْبَ الرَّجُلِ فِي حُقٍّ، وَ عَلَى الْحُقِّ طَبَقٌ، فَإِنْ صَلَّى الرَّجُلُ عِنْدَ ذَلِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَاةً تَامَّةً، انْكَشَفَ ذَلِكَ الطَّبَقُ عَنْ ذَلِكَ الْحُقِّ فَأَضَاءَ الْقَلْبُ، وَ ذَكَرَ الرَّجُلُ مَا كَانَ نَسِيَ، وَ إِنْ هُوَ لَمْ يُصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ أَوْ نَقَصَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِمْ، انْطَبَقَ ذَلِكَ الطَّبَقُ عَلَى ذَلِكَ الْحُقِّ، فَأَظْلَمَ الْقَلْبُ وَ نَسِيَ الرَّجُلُ مَا كَانَ ذَكَرَهُ"

حضرت خضر علیہ السلام نے امام حسن بن علی علیہما السلام سے سوال کیا: مجھے بتائیے کہ آدمی کیسے یاد رکھتا ہے اور کیسے بھول جاتا ہے؟ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: آدمی کا دل ایک صندوق ہے اور اس صندوق پر ایک ڈھکن ہے۔ جب آدمی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آلؑ پر مکمل درود بھیجتا ہے تو وہ ڈھکن اس صندوق سے ہٹ جاتا ہے، دل روشن ہو جاتا ہے اور آدمی وہ سب کچھ یاد کر لیتا ہے جو بھولا ہوا تھا۔

اگر وہ درود نہ بھیجے یا درود میں کمی کرے تو وہ ڈھکن دوبارہ بند ہو جاتا ہے، دل تاریک ہو جاتا ہے اور آدمی وہ سب بھول جاتا ہے جو اسے یاد تھا۔

جمعرات کی شام اور شبِ جمعہ میں آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے: "عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِذَا كَانَتْ

عَشِيَّةُ الْخَمِيْسِ وَ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ نَزَلَتْ مَلاَئِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ مَعَهَا أَقْلاَمُ الذَّهَبِ وَ صُحُفُ الْفِضَّةِ، لاَ يَكْتُبُوْنَ عَشِيَّةَ الْخَمِيْسِ وَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَى أَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ إِلَّا الصَّلاَةَ عَلَى النَّبِيِّ وَ آلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب جمعرات کی شام اور شبِ جمعہ آتی ہے تو آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان کے پاس سونے کے قلم اور چاندی کے صحیفے ہوتے ہیں۔ وہ جمعرات کی شام، شبِ جمعہ اور جمعہ کے دن سورج غروب ہونے تک کوئی چیز نہیں لکھتے سوائے اس کے کہ جو درود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیتؑ پر بھیجا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: "عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: مَا مِنْ عَمَلٍ أَفْضَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنَ الصَّلاَةِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جمعہ کے دن کوئی عمل محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجنے سے افضل نہیں ہے۔

صلوات کی فضیلت میں ایک روایت اس طرح نقل ہوئی ہے: "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، قَالَ اللهُ جَلَّ جَلاَلُهُ: صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ، فَلْيُكْثِرْ مِنْ ذٰلِكَ، وَمَنْ قَالَ: صَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى آلِهِ، لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ، وَرِيحُهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ" عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جدّ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے روایت کی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جو یہ کہے: " صَلَّى اللهُ

عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ"، تو اللہ جل جلالہ فرماتا ہے: اللہ تم پر بھی رحمت کرے۔ پس اسے چاہئے کہ اس کو بہت زیادہ کہا کرے۔ اور جو یہ کہے: " صَلَّى اللهُ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ" اور اپنے اس درود میں آلِ محمد کو شامل نہ کرے، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے۔[1]

درود شریف کی عظمت کو بتاتے ہوئے ایک روایت اس طرح نقل ہوئی ہے:

"عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ فَضَّالٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ قَالَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَىٰ مَا يُكَفِّرُ بِهِ ذُنُوبَهُ فَلْيُكْثِرْ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، فَإِنَّهَا تَهْدِمُ الذُّنُوبَ هَدْماً، وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلصَّلَاةُ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ اَلتَّسْبِيحَ وَ التَّهْلِيلَ وَ التَّكْبِيرَ" امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص ایسے اعمال کی طاقت نہ رکھتا ہو جن کے ذریعہ اپنے گناہوں کا کفارہ دے سکے تو اسے چاہئے کہ محمد و آلِ محمد پر زیادہ سے زیادہ صلوات بھیجے، کیونکہ صلوات گناہوں کو بالکل جڑ سے ختم کر دیتی ہے۔ محمد و آلِ محمد پر صلوات بھیجنا اللہ عزوجل کے نزدیک تسبیح، تہلیل اور تکبیر کے برابر ہے۔[2]

ایک روایت میں اس طرح منقول ہے: "وَبِالصَّلَاةِ تَنَالُونَ الرَّحْمَةَ، فَأَكْثِرُوا مِنَ الصَّلَاةِ عَلَىٰ نَبِيِّكُمْ وَ آلِهِ، إِنَّ اللهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيماً" امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: صلوات کے ذریعہ رحمت

[1] ۔ عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۲۷۵۔ بحار الانوار، ج۹۱، ص۴۸۔

[2] ۔ عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۲۷۲۔ بحار الانوار، علامہ مجلسی، ج۹۱، ص۴۸۔

حاصل کرو۔ پس اپنے نبیؐ اور ان کی آل پر زیادہ سے زیادہ صلوات بھیجو۔ یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوات بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر صلوات بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔[۱]

صلوات کی عظمت کے پیش نظر اس کا وزن بتاتے ہوئے ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "قِيلَ عَنْ أَحَدِهِمَا: أَثْقَلُ مَا يُوضَعُ فِي الْمِيزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَلصَّلَاةُ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِهِ" امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام میں سے کسی ایک نے فرمایا: "روزِ قیامت ترازو میں جو چیز سب سے زیادہ وزنی رکھی جائے گی، وہ محمدؐ اور ان کے اہلِ بیتؑ پر صلوات ہے۔

مذکورہ حدیث اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ صلوات نہ صرف یہ کہ ایک عبادت ہے بلکہ روزِ قیامت اعمال کے وزن اور نجات کا اہم ترین وسیلہ ہے۔

ایک روایت اس انداز سے آئی ہے: "قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: صَلُّوا عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقْبَلُ دُعَاءَكُمْ عِنْدَ ذِكْرِ مُحَمَّدٍ وَ دُعَائِكُمْ لَهُ وَ حِفْظِكُمْ إِيَّاهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ" امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور ان کی آلِ پاک پر درود بھیجو کیونکہ اللہ عزوجل تمہاری دعا کو اس وقت قبول کرتا ہے جب تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا ذکر کرتے ہو، ان کے لئے دعا کرتے ہو اور ان کو یاد کرتے ہو۔

آلِ یس پر سلام سے متعلق روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "فِيمَا احْتَجَّ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَىٰ عُلَمَاءِ الْمُخَالِفِينَ بِمَحْضَرِ الْمَأْمُونِ فِي تَفْضِيلِ

---

[۱]۔ الآمالی، شیخ صدوقؒ، ص۳۹۸۔ بحار الانوار، مجلسیؒ، ج۹۱، ص۸۹۔

الْعِتْرَةِ الطَّاهِرَةِ: قَالَ الْإِمَامُ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَ أَمَّا الْآيَةُ السَّابِعَةُ فَقَوْلُ اللهِ تَعَالَىٰ: إِنَّ اللهَ وَ مَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيماً، وَقَدْ عَلِمَ الْمُعَانِدُونَ مِنْهُمْ أَنَّهُ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! قَدْ عَرَفْنَا التَّسْلِيمَ عَلَيْكَ، فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ: تَقُولُونَ: اَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَ عَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، فَقَالَ الْمَأْمُونُ: هَذَا مَا لَا خِلَافَ فِيهِ أَصلاً، وَ عَلَيْهِ إِجْمَاعُ الْأُمَّةِ، فَقَالَ الْإِمَامُ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَخْبِرُونِي عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ: يٰس، وَ الْقُرْآنِ الْحَكِيمِ، إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ، عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ، فَمَنْ عَنَى بِقَوْلِهِ "يٰس" قَالَتِ الْعُلَمَاءُ: يٰس مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، لَمْ يَشُكَّ فِيهِ أَحَدٌ، فَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَعْطَىٰ مُحَمَّداً وَ آلَ مُحَمَّدٍ مِنْ ذَلِكَ فَضْلًا لَا يَبْلُغُ أَحَدٌ كُنْهَ وَصْفِهِ إِلَّا مَنْ عَقَلَهُ، وَ ذَلِكَ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَمْ يُسَلِّمْ عَلَىٰ أَحَدٍ إِلَّا عَلَى الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: سَلامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ، وَ قَالَ: سَلامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ، وَ قَالَ: سَلامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَ هَارُونَ، وَلَمْ يَقُلْ: سَلَامٌ عَلَىٰ آلِ نُوحٍ، وَلَمْ يَقُلْ: سَلَامٌ عَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَ لَا قَالَ: سَلَامٌ عَلَىٰ آلِ مُوسَىٰ وَ هَارُونَ. وَقَالَ عَزَّ وَ جَلَّ: سَلامٌ عَلَىٰ آلِ يٰس، يَعْنِي آلَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ" امام رضا علیہ السلام نے مأمون اور علمائے مخالف کے سامنے اہل بیتؑ کی فضیلت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ساتویں آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔ جب یہ آیت نازل

ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر سلام کرنا تو جان گئے ہیں، لیکن درود کیسے بھیجیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوں کہو: اے اللہ! محمد اور آلِ محمد پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر نازل کی، بے شک تو حمید و مجید ہے۔ مأمون نے کہا: اس بات میں کوئی اختلاف نہیں اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: مجھے بتاؤ اللہ کے اس قول کے بارے میں: "یٰسٓ، قسم ہے قرآنِ حکیم کی، بے شک تم رسولوں میں سے ہو، سیدھے راستے پر ہو۔ یہاں یٰس سے مراد کون ہے؟ علماء نے کہا: یٰس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں، اس میں کسی کو شک نہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آلِ محمدؑ کو ایسی فضیلت عطا کی ہے جس کی حقیقت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا مگر جو اسے سمجھ لے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سلام صرف انبیاء پر بھیجا ہے، جیسے فرمایا: نوح پر سلام ہو، ابراہیم پر سلام ہو، موسیٰ و ہارون پر سلام ہو۔ لیکن ان کی آل پر سلام نہیں بھیجا بلکہ فرمایا: سلام ہو آلِ یٰس پر یعنی آلِ محمدؑ پر۔

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: " عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ كَيْفَ كَانَتِ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ لَمَّا غَسَّلَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ كَفَّنَهُ سَجَّاهُ ثُمَّ أَدْخَلَ عَلَيْهِ عَشَرَةً فَدَارُوْا حَوْلَهُ ثُمَّ وَقَفَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ وَسْطِهِمْ فَقَالَ إِنَّ اللهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيماً فَيَقُولُ الْقَوْمُ كَمَا يَقُولُ حَتَّى صَلَّى عَلَيْهِ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَ

أَهْلُ الْعَوَالِی" ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نمازِ جنازہ کس طرح پڑھی گئی تھی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "جب امیر المومنین علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے دیا اور کفن پہنایا تو انہیں لٹا دیا۔ پھر آپؑ نے دس افراد کو اندر بلایا۔ وہ لوگ پیکرِ مطہر کے گرد حلقہ بنا کر کھڑے ہوئے۔ پھر امیر المؤمنین علیہ السلام ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً" بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو پھر وہ تمام لوگ وہی کلمات دوہراتے۔

یہی کیفیت چلتی رہی یہاں تک کہ مدینہ کے سب لوگوں اور اطراف کے رہنے والوں نے آپ پر نمازِ جنازہ ادا کرلی۔[1]

❀ ❀ ❀

[1] ۔ بحار الانوار، مجلسی، ج ۲۲، ص ۵۳۹۔

﴾عزت کا معیار، قرآن کریم کی روشنی میں﴿

ہمارے معاشرہ میں اپنے زعم ناقص کے مطابق بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جسے چاہیں بے عزت کر سکتے ہیں، ہم وہ ہیں جس کو آگے بڑھانا چاہیں بڑھائیں اور اسے عزت دیں لیکن قرآن کریم اس بات کا مخالف ہے، بہت سی آیات میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

سورہ صافات آیت ۱۸۱ و ۱۸۲ میں ارشاد ہو رہا ہے: " سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ، وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ "آپ کا رب جو عزت کا رب ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں، اور سلام ہو تمام پیغمبروں پر۔

خداوند عالم عزتوں کا رب ہے، اس کو سمجھنے کے لئے ہمیں ایک مثال پیش کرنا پڑے گی، وہ عزتوں کا رب ہے، وہ صرف ہمارا رب نہیں بلکہ رب العالمین ہے، اس کے باوجود رب العزت کہنا واضح کر رہا ہے کہ عزت اس مخلوق میں کوئی خاص مقام رکھتی ہے، اس بات کو بعد میں واضح کروں گا پہلے اس کو ختم کروں کہ وہ عزتوں کا رب ہے، اللہ کے اس پیغام کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ عزتوں کا رب ہے، ہم اپنے بچوں کے رب ہیں یعنی ہم اپنے بچوں کو پالتے ہیں، اللہ نے سورہ اسراء میں ماں باپ کے لئے کہا: "وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا" اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے اپنے بازو جھکائے رکھو اور یہ دعاء بھی کرو کہ اے پالنے والے! ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے پالا پوسا تھا۔

ماں باپ بھی اپنے بچوں کے لئے رب ہوئے، اب اس رب العزت کو سمجھنے کے لئے اس مثال کی طرف آیئے: جن بچوں کو ہم بہت محنت و مشقت کے ساتھ پالتے ہیں اگر وہ بچے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے نظر آئیں تو ہماری پیشانی پہ پسینہ آجائے گا، وہاں سے ہم بچوں کو پکڑ لے آئیں گے اور اتنا ہی کہیں گے کہ تم نے ہماری عزت کو پامال کر دیا! جو لینا تھا ہم سے کہتے۔

جی قارئین کرام! ہم جن بچوں کو پالتے ہیں ان کے بارے میں ہم یہ سوچتے ہیں کہ وہ بچے کسی اور کے سامنے جا کر ہاتھ نہ پھیلائیں، کسی سے بھیک نہ مانگیں؛ اب رب العالمین کے بارے میں سوچئے! وہ تو تمام عزتوں کا رب ہے! جب ہمیں اپنی عزت کی اتنی فکر ہے تو جو تمام عزتوں کا رب ہو وہ کیسے نہیں چاہے گا کہ اس کا بندہ کسی غیر کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے! وہ بھی تو یہی کہتا ہے کہ اے میرے بندہ! تجھے میں نے پیدا کیا ہے عطا بھی میں ہی کروں گا، تو میرے سامنے ہاتھ تو پھیلا۔

اب دوسرے مرحلہ میں پہنچتے ہیں، کبھی کبھی ہم ماں باپ سے خفا ہو جاتے ہیں اپنے مجازی رب سے ناراض ہو جاتے ہیں، ایسی صورت حال میں اگر ہم کسی سے مانگ لیں تو والدین غصہ سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں ہم سے نہ مانگنا تھا تو بیشک نہ مانگتے لیکن ہم سے وابستہ لوگوں سے تو مانگ سکتے تھے! اپنے چچا سے مانگ لیتے، اپنے ماموں سے مانگ لیتے، اپنے گھر میں اور کسی سے مانگ لیتے! چونکہ اللہ عالم الغیب ہے لہٰذا اس کو پہلے سے ہی یہ علم تھا کہ ایسا موقع بھی آئے گا کہ میرے بندے مجھ سے بلاوجہ خفا ہوں گے، اس نے پہلے ہی اس چیز کا انتظام کر دیا کہ اگر ہم سے ناراض

ہو تو یاد رکھنا ہم نے اپنے گھر میں اپنے نفس کو پیدا کر دیا ہے لہٰذا اگر ناراضگی کی حالت میں ہم سے نہ مانگنا چاہو تو ہمارے گھر میں پیدا ہونے والے سے مانگ لینا۔

سورہ "ص" کی آیت ۸۲ و ۸۳ میں خداوند عالم نے شیطان کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے: " قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ، اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ" شیطان نے کہا: مجھے تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو بہکا دوں گا، سوائے تیرے خالص بندوں کے۔

تفسیر آیات:

ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھا کر اپنے عزم مصمم کا اظہار کیا ہے کہ میں اولاد آدم سے انتقام لے کر رہوں گا اور جس جس پر میرا بس چلے گا ان میں سے ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اَجْمَعِيْنَ، یعنی سب کو بہکاؤں گا۔

"اِلَّا عِبَادَكَ الْمُخْلَصِيْنَ "مخلص بندوں کو شیطان گمراہ نہیں کر سکے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ گمراہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا، کوشش تو کرے گا لیکن وہ یہاں اپنی عاجزی کا اظہار کر رہا ہے کہ میں تیرے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکوں گا، اس سے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ شیطان کے پاس ایسی طاقت نہیں ہے جس سے وہ انسان کو گمراہ ہونے پر مجبور کر سکے!۔

قیامت کے روز جو شیطان کہے گا اس کو خدا نے سورہ ابراہیم کی آیت ۲۲ میں نقل کیا ہے: "وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ، فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ "میرا تم پر کوئی زور تو نہیں چلتا تھا! میں نے تو تمہیں صرف دعوت دی تھی پھر تم نے میرا کہنا مان لیا، اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ

خود کو ملامت کرو۔ جی ہاں! جس روز اعمال کا نتیجہ سامنے آئے گا اس روز شیطان اپنے آپ کو اسی طرح بچائے گا جس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہو گا۔

اہم نکات: شیطان کے پاس گمراہی پر مجبور نہیں کرتا۔ رحمٰن ہدایت پر مجبور نہیں کرتا۔ دونوں کی طرف سے صرف دعوت ہوتی ہے اور ہر دعوت پر لبیک کہنے والے ہوتے ہیں۔ عزت پروردگار کا خیال رکھئے کیونکہ شیطان کی نگاہ میں بھی عزت کا ایک مقام ہے اسی لئے اس نے "فَبِعِزَّتِكَ" کہا یعنی عزت الٰہی کی قسم کھائی۔

سورہ شعراء میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے: " ...وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ" جادوگروں نے اپنی رسیاں ڈال دیں اور کہنے لگے: عزتِ فرعون کی قسم! بے شک ہم ہی غالب آئیں گے۔

جادوگروں کا قسم کھانا بتا رہا ہے کہ ان کی نگاہوں میں عزتِ فرعون کی کوئی اہمیت تھی! لیکن پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ "عزت" میری مخلوق ہے، میں اس کا رب ہوں، میں جسے چاہوں دے دوں، فرعون کو بھی اس کی چاہت کے مطابق کچھ لمحوں کے لئے ہی سہی دے سکتا ہوں، میں نے فرعون کو عزت سے نوازا لیکن اس نے غلط استعمال کیا جس کی وجہ سے میں نے اسے ایسے ڈبویا کہ آج تک عبرت کے طور پر دنیا میں واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

سورہ آل عمران آیت ٢٦ میں ارشاد ربّانی ہو رہا ہے: "قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ، بِيَدِكَ الْخَيْرُ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" (اے رسول!) کہہ دیجئے: اے اللہ! مملکت کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہے

حکومت چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے؛ بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

ان آیاتِ قرآنی کو پڑھنے کے بعد دل کو بہت سکون مل جاتا ہے اس لئے کہ اللہ نے عزتیں لوگوں کے ہاتھ میں نہیں دے رکھی ہیں کہ انہوں نے دعوت کر دی تو عزت مل گئی، انہوں نے سلام کر لیا تو عزت مل گئی، اگر انہوں نے سلام نہیں کیا تو ہمیں ذلیل کر دیا، انہوں نے اگر ہمیں دعوت پہ نہیں بلایا تو ہمیں شرمندہ و ذلیل کر دیا! ایسا بالکل نہیں ہے۔

عزتیں اللہ نے لوگوں کے ہاتھ میں نہیں دے رکھی ہیں؛ عزت، اللہ کی وہ مخلوق ہے جو اس کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہے دے دے، وہ دینے پہ آجائے تو ایک فقیر کو بادشاہ بنا دے، وہ سلطنت کے بادشاہ کو پانی میں ڈبو دے جیسے فرعون کو ڈبویا، عزتیں اس کے ہاتھ میں ہیں، کل رات تک دشمنوں کے درمیان میں رہنے والا جو پرہیزگاروں کے مطابق لعنت کا مستحق تھا اگر اس کی نگاہ کرم ہو جائے تو ایک شب میں اسے حر بنا دے، حر بننا نیتوں کے اعتبار سے ہے، خدا نیتوں کو دیکھتا ہے، نیت کے مطابق ہی بلندی عطا کرتا ہے۔

سورہ منافقون میں ارشاد ہوا: "يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ" وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب مدینہ واپس ہوں گے تو جو ہم میں عزت والا ہے وہ انتہائی ذلّت والے کو نکال باہر کرے گا؛ حالانکہ عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے مگر منافق یہ بات نہیں جانتے۔

منافقین مدینہ کے سردار "عبداللہ ابن ابی" نے کہا" جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والا (یعنی میں) ذلیل آدمی (رسول خدا) کو مدینے سے باہر نکال دے گا؛ جب عبداللہ ابن ابی کے بیٹے نے یہ بات سنی تو وہ تلوار لے کر باپ کے مقابلہ پر کھڑا ہو گیا اور اپنے باپ سے کہا: اگر یہ نہ کہے گا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزت والے ہیں اور میں خود ہی ذلیل ہوں تو میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا؛ آخر موت کے ڈر سے عبداللہ ابن ابی نے اپنے منھ سے خود کو ذلیل کہا اور رسول خداؐ کو عزت والا کہا؛ یہاں سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ خدا جب کسی کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو دوسرے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ خود اسی کی اولاد سے ذلیل کر دیتا ہے؛ جس نے امام حسینؑ کو یہ سمجھا تھا کہ وہ ذلیل ہو گئے، خانوادہ اسیر کھڑا ہے اور میں عزت والا ہو گیا، خدا نے اسی کے گھر میں ماتم کرا کے بتایا کہ ہم جب کسی کو عزت دیتے ہیں تو دشمن کے گھر میں بھی اس کی مدح ہوتی ہے۔

صحابی رسول زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ جب میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ عبداللہ ابن ابی نے آپ کو ذلیل آدمی کہا ہے، جب حضور اکرمؐ نے عبداللہ ابن ابی کو بلا کر میرا سامنا کرایا تو وہ صاف مکر گیا اور قسموں پر قسم کھا گیا، اس پر انصار کے بوڑھوں نے حتی کہ خود میرے چچا نے بھی میری خوب خبر لی یعنی مجھے سخت صدمہ پہنچایا لیکن جب یہ آیت اتری تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا اور ہنستے ہوئے میرا کان پکڑ کر فرمایا: یہ لڑکا کان کا سچا تھا، خود اللہ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

منافقین کا خیال تھا کہ ہم دولت مند، عزت والے، بڑے لوگ ہیں اس لئے کہ ہم مدینہ جاکر غریب و نادار مسلمانوں کو شہر سے باہر نکال دیں گے؛ یہ بات وہ لوگ مدینہ کے باہر غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر کر رہے تھے، ان کو جواب دیا جارہا تھا کہ اصل طاقت، غلبہ، اقتدار، عزت، قوت صرف اور صرف خدا کے لئے ہے؛ وہ جس کو چاہتا ہے اس میں سے کچھ دے دیا کرتا ہے؛ خدا کے بعد اگر کسی کو عزت، طاقت، غلبہ اور اقتدار حاصل ہے تو وہ رسول خدا کے اہلبیت علیہم السلام کو حاصل ہے کیونکہ وہ خدا کے سفیر اور اس کے وکیل ہیں، ان کے بعد عزت و غلبہ مومنین کے لئے ہے کیونکہ وہ رسول خداؐ کے پیرو کار ہیں۔

❀ ❀ ❀

﴿عزت کا مقام روایات وادعیہ میں﴾

لفظ عزت، عربی لفظ ہے؛ عربی گرامر کے اعتبار سے گول ت "ۃ" مؤنث پر دلالت کرتی ہے، عربی میں عزت کو اس طرح لکھا جاتا ہے "عزۃ"۔ اسی لئے اس لفظ کو مؤنث شمار کیا جاتا ہے اور یہ مصدر بھی ہے یعنی اسی لفظ سے واحد، تثنیہ، جمع وغیرہ کے دیگر صیغے بھی مشتق ہوتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے: " وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ " اور عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول کے لئے ہے اور مومنین کے لئے ہے؛ یہاں "اَلْعِزَّۃ" ایک مصدر ہے اور صیغہ مؤنث ہے یعنی مذکر نہیں ہے۔

سورہ مریم کی آیت ۸۱ میں ارشاد ہوتا ہے: "وَاتَّخَذُوْا مِن دُونِ اللهِ آلِهَةً لِّيَكُوْنُوا لَهُمْ عِزًّا "انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا لئے تاکہ وہ ان کے لئے عزت قرار پائیں۔ یہاں لفظ "عِزّ" استعمال ہوا ہے یعنی اس میں "ۃ" نہیں آئی ہے اسی لئے یہاں مذکر قرار دیا جائے گا۔

وقار، طاقت اور غلبہ وغیرہ سب عزت کے آثار ہیں؛ جس طرح بارش کے آثار میں گرج ہوتی ہے، بجلی چمکتی ہے، ہوائیں ہوتی ہیں؛ اسی طرح یہ جاہ و جلال، طاقت و وقار سب عزت کے آثار ہیں؛ در اصل "عزت" مؤنث ہے، جب بھی عزت کی بات آتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عزت ملی، عزت پائی، عزت گئی، آخر یہ عزت کیا ہے؟ اصل میں عزت صدیقہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا ہیں۔

ہر انسان کی زندگی میں اس کی جو عزت ہے وہ دولت نہیں ہے، مکان نہیں ہے، جاہ وحشم نہیں ہے؛ اس کی عزت اس کی ناموس ہے، اس کی بیوی ہے، اس کی بیٹی ہے، اس کی ماں ہے، اس کی بہن ہے؛ اپنی عزت کی خاطر ہم ہر چیز قربان کر دیتے ہیں؛ جیسے ہماری ناموس ہے اسی طرح خدا کی ناموس کا نام صدیقہ طاہرہؑ ہے۔

عزت کی اہمیت، اس کا مرتبہ، اس کی عظمت اسی سے سمجھی جا سکتی ہے کہ شیطان بھی عزتِ الٰہی کی قسم کھا رہا ہے جس نے آدم علیہ السلام کا بھی انکار کیا، ان کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا، وہ بھی عزت کو ضرور مانتا ہے۔

دعائے کمیل میں پانچ مقامات پر لفظ عزت استعمال ہوا ہے: "وَبِعِزَّتِكَ الَّتِيْ لَا يَقُوْمُ لَهَا شَيْءٌ" تیری عزت کے ذریعہ جس کے آگے کوئی چیز ٹھہرتی نہیں۔ "يَا سَيِّدِيْ فَأَسْأَلُكَ بِعِزَّتِكَ أَنْ لَا يَحْجُبَ عَنْكَ دُعَائِيْ سُوْءُ عَمَلِيْ وَفِعَالِيْ" اے میرے آقا! میں تیری عزت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میری بدعملی و بدکرداری میری دعا کو تیری بارگاہ تک پہنچنے سے نہ روکے۔ "وَكُنِ اللّٰهُمَّ بِعِزَّتِكَ لِيْ فِيْ كُلِّ الْأَحْوَالِ رَؤُوْفًا" اے میرے اللہ! تجھے اپنی عزت کا واسطہ میرے لئے ہر حال میں مہربان رہنا۔ "فَبِعِزَّتِكَ يَا سَيِّدِيْ وَمَوْلَايَ أُقْسِمُ صَادِقًا لَئِنْ تَرَكْتَنِيْ نَاطِقًا لَأَضِجَّنَّ إِلَيْكَ بَيْنَ أَهْلِهَا ضَجِيْجَ الْآمِلِيْنَ" میں سچی قسم کھاتا ہوں تیری عزت کی اے میرے آقا و مولا! کہ اگر تو نے میری گویائی باقی رہنے دی تو میں اہل نار کے درمیان تیرے حضور فریاد کروں گا آرزومندوں کی طرح۔ "فَإِلَيْكَ يَارَبِّ نَصَبْتُ وَجْهِيْ وَ إِلَيْكَ يَا رَبِّ مَدَدْتُ يَدِيْ فَبِعِزَّتِكَ اسْتَجِبْ لِيْ دُعَائِيْ، وَبَلِّغْنِيْ مُنَايَ، وَلَا تَقْطَعْ مِنْ فَضْلِكَ رَجَائِيْ" اے

پروردگار! میں اپنا رخ تیری طرف کر رہا ہوں اور تیرے آگے ہاتھ پھیلا رہا ہوں تو اپنی عزت کے طفیل میری دعا قبول فرما، میری تمنائیں بر لا اور اپنے فضل سے لگی میری امید کو نہ توڑنا۔

حدیث کساء میں عزت سے متعلق اس طرح آیا ہے: " فَهَبَطَ الْاَمِیْنُ جَبْرَائِیْلُ وَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ الْعَلِیُّ الْاَعْلٰی یُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَیَخُصُّكَ بِالتَّحِیَّةِ وَالْاِکْرَامِ وَیَقُوْلُ لَكَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ اِنِّیْ مَا خَلَقْتُ سَمَاءً مَبْنِیَّةً، وَلَا أَرْضًا مَدْحِیَّةً وَلَا قَمَرًا مُنِیْرًا، وَلَا شَمْسًا مُضِیْئَةً وَلَا فَلَكًا یَدُوْرُ، وَلَا بَحْرًا یَجْرِیْ وَلَا فُلْكًا یَسْرِیْ، اِلَّا لِاَجْلِكُمْ وَمَحَبَّتِكُمْ " جبرئیل امین زمین پر آئے اور عرض کی سلام ہو آپ پر اے خدا کے رسول! خدائے بلند و برتر آپ کو سلام کہتا ہے، آپ کو درود اور بزرگواری سے خاص کرتا ہے اور آپ سے کہتا ہے مجھے عزت و جلال کی قسم کہ بے شک میں نے نہیں پیدا کیا مضبوط آسمان اور نہ پھیلی ہوئی زمین، نہ چمکتا ہوا چاند، نہ روشن تر سورج، نہ گھومتے ہوئے سیارے، نہ تھلکتا ہوا سمندر اور نہ تیرتی ہوئی کشتیاں مگر سب چیزیں تم پانچوں کی محبت میں پیدا کی ہیں۔

دعائے ندبہ میں اس طرح آیا ہے: "وَصَلِّ عَلَیْهِ صَلَاةً لَا غَایَةَ لِعَدَدِهَا وَلَا نِهَایَةَ لِمَدَدِهَا وَلَا نَفَادَ لِاَمَدِهَا" اس پر درود بھیج وہ درود جس کا شمار نہ ہو سکے جس کی مدت ختم نہ ہو اور جو کبھی منقطع نہ ہو۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "مَوْتٌ فِیْ عِزٍّ خَیْرٌ مِنْ حَیَاةٍ فِیْ ذُلٍّ" عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔[1]

❀ ❀ ❀

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۹۲۔

﴿بصیرت اور بصارت آیات میں﴾

بصیرت اور بصارت دو الگ الگ لفظ ہیں، دونوں لفظوں کا مطلب بینائی ہے لیکن تھوڑے سے فرق کے ساتھ، بصارت یعنی ظاہری آنکھوں کی بینائی اور بصیرت یعنی دل والی آنکھوں کی بینائی۔

سورہ جاثیہ آیت ۲۰ میں ارشادِ خداوندی ہورہا ہے: "هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ" یہ (قرآن) یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے بصیرت، ہدایت اور رحمت ہے۔

بَصَائِرُ: بَصِيْرَة کی جمع ہے۔ بَصِيرَة (بصیرت) کے معنی: بصارتِ دل، اندرونی نگاہ، معرفت و شعور، سمجھ بوجھ، دل کی آنکھیں۔ لہٰذا بَصَائِرُ کے معنی قرآن کے لئے ہوں گے بصیرتیں، دلائل و براہان، روشن نشانیاں، ہدایت کے چراغ۔

تعقیبات نمازِ صبح میں ایک جملہ یہی آیا ہے: "وَاجْعَلِ النُّوْرَ فِيْ بَصَرِيْ، وَ الْبَصِيْرَةَ فِيْ دِيْنِيْ" میری آنکھوں میں نور اور میرے دین میں بصیرت عطا فرما۔

سورہ انعام آیت ۱۰۴ میں ارشاد ربّانی ہوتا ہے: "قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ" تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی روشنیاں آگئی ہیں۔ اب جو ان پر نظر کرتے ہوئے بینائی سے کام لے گا، وہ خود اپنے ہی کو فائدہ پہنچائے گا اور جو اندھا بنا رہے گا، وہ خود اپنا نقصان کرے گا۔ میں کوئی تمہارا پہرہ دار تو نہیں ہوں۔

تفسیر آیت: مذکورہ آیت کی تفسیر کچھ انداز سے ہوئی ہے: "عَنۡ أَبِیۡ عَبۡدِ اللّٰهِ عَلَیۡهِ السَّلَامُ: فِیۡ قَوۡلِهٖ عَزَّ وَ جَلَّ- لَا تُدۡرِکُهُ الۡأَبۡصَارُ وَ هُوَ یُدۡرِكُ الۡأَبۡصَارَ قَالَ إِحَاطَةُ الۡوَهۡمِ أَلَا تَرَیٰ إِلَیٰ قَوۡلِهٖ- قَدۡ جَآءَ کُمۡ بَصَائِرُ مِنۡ رَّبِّکُمۡ لَیۡسَ یَعۡنِی بَصَرَ الۡعُیُوۡنِ- فَمَنۡ أَبۡصَرَ فَلِنَفۡسِهٖ لَیۡسَ یَعۡنِی مِنَ الۡبَصَرِ بِعَیۡنِهٖ- وَ مَنۡ عَمِیَ فَعَلَیۡهَا لَمۡ یَعۡنِ عَمَی الۡعُیُوۡنِ إِنَّمَا عَنَیٰ إِحَاطَةَ الۡوَهۡمِ کَمَا یُقَالُ فُلَانٌ بَصِیۡرٌ بِالشِّعۡرِ وَ فُلَانٌ بَصِیۡرٌ بِالۡفِقۡهِ وَ فُلَانٌ بَصِیۡرٌ بِالدَّرَاهِمِ وَ فُلَانٌ بَصِیۡرٌ بِالثِّیَابِ اللّٰهُ أَعۡظَمُ مِنۡ أَنۡ یُرَیٰ بِالۡعَیۡنِ" امام جعفر صادق علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا: ﴿لَا تُدۡرِکُهُ الۡأَبۡصَارُ وَ هُوَ یُدۡرِكُ الۡأَبۡصَارَ﴾ یعنی نگاہیں اسے نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہم وخیال کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ کیا تم نے اللہ کے اس قول پر غور نہیں کیا: ﴿قَدۡ جَآءَ کُمۡ بَصَائِرُ مِنۡ رَّبِّکُمۡ﴾ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرتیں آئی ہیں!۔

یہاں "بصیرت" سے مراد آنکھوں کی بینائی نہیں ہے پس جو شخص "ابصر" (دیکھ لے اور سمجھ لے) تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے ہے، اس سے مراد آنکھ سے دیکھنا نہیں ہے۔ جو شخص "عمی" (اندھا) ہو تو اس کا نقصان اسی کے لئے ہے، اس سے مراد آنکھوں کا اندھا ہونا نہیں بلکہ ادراک وفہم سے محروم ہونا ہے۔

امام علیہ السلام نے مثال دیتے ہوئے سمجھایا: جیسے کہا جاتا ہے: فلاں شخص شعر میں بصیرت رکھتا ہے، فلاں انسان فقہ میں بصیرت رکھتا ہے، فلاں آدمی درہم و دینار (سکّوں) میں بصیرت رکھتا ہے اور فلاں شخص کپڑوں میں بصیرت رکھتا ہے۔

پھر فرمایا: اللہ اس امر سے کہیں زیادہ بلند و برتر اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ اسے ظاہری آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔[۱]

سورہ بقرہ کی آیت ۷ میں ارشاد ہوا: "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ" اللہ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے اور اُن کے لئے بہت ہی سخت و شدید عذاب ہے۔

ایک روایت اس انداز سے منقول ہے: "وَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلدُّنْيَا مُنْتَهَى بَصَرِ الْأَعْمَىٰ لَا يُبْصِرُ بِمَا وَرَاءَهَا بِشَيْءٍ وَ الْبَصِيرُ يَنْفُذُهَا بَصَرُهُ وَيَعْلَمُ أَنَّ الْبَوَارَ وَرَاءَهَا فَالْبَصِيرُ مِنْهَا شَاخِصٌ وَ الْأَعْمَىٰ إِلَيْهَا شَاخِصٌ وَ الْبَصِيرُ مِنْهَا يَتَزَوَّدُ" امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: دنیا اندھے کی بصارت کی آخری حد ہے، وہ اس سے آگے کسی چیز کو نہیں دیکھتا۔

لیکن جو صاحبِ بصیرت ہے، وہ اپنی نگاہ سے دنیا (کے پردہ) کو پھاڑ کر (اس سے آگے) دیکھ لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اس کے پیچھے ہلاکت اور بربادی ہے۔ پس جو بصیرت والا ہے وہ دنیا سے منھ موڑ کر آگے دیکھتا ہے اور اندھا (بصیرت سے محروم) ہے تو بس اسی دنیا کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہتا ہے۔ بصیرت رکھنے والا دنیا ہی سے (آخرت کے لئے) زادِ راہ جمع کرتا ہے۔[۲]

---

[۱]۔ اصول کافی، کلینی، ج ۱، ص ۹۸۔

[۲]۔ غرر الحکم و درر الکلم، ج ۱، ص ۲۵۱۔

اس فرمانِ مولا علی علیہ السلام کو سادہ الفاظ میں یوں سمجھیں: اندھا یعنی وہ انسان جو بصیرت والی بینائی سے محروم ہے، اس کے لئے دنیا ہی سب کچھ ہے، وہ دنیا سے آگے کچھ بھی نہیں دیکھ پاتا۔ وہ تو بس اسی دنیا کا طواف کرتا رہتا ہے، اسی کو دیکھتا رہتا ہے، اسی پر رک جاتا ہے اور اس سے آگے کچھ نہیں سمجھ پاتا کیونکہ اس کے پاس بصیرت کی نعمت نہیں ہے۔

بصیرت والا انسان: دنیا کو راستہ سمجھتا ہے، وہ پردہ کے پیچھے دیکھ لیتا ہے کہ اس کے بعد ہلاکت بھی ہے اور آخرت بھی، اس لئے ایسا انسان صرف دنیا پر نہیں رکتا بلکہ رکنے کے بجائے آگے نکلنے کی فکر کرتا ہے۔

نتیجہ: اندھا یعنی بصیرت سے عاری انسان دنیا ہی میں کھویا رہتا ہے، جبکہ بصیرت والا انسان دنیا سے آخرت کا توشہ جمع کرتا ہے یعنی امام علی علیہ السلام یہ بتا رہے ہیں کہ غافل انسان دنیا پر رک جاتا ہے لیکن اہلِ بصیرت دنیا کو آخرت کا زاد بنانے کا ذریعہ بناتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

﴿بصیرت وبصارت روایات میں﴾

جیسا کہ آیات والے مضمون میں تحریر کیا گیا ہے کہ بصیرت اور بصارت دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں لیکن ظاہر و باطن کا فرق ہے، بصارت کا مطلب ظاہری آنکھوں سے دیکھنا اور بصیرت کا مطلب باطنی آنکھوں سے دیکھنا۔

الخرائج و الجرائح میں روایت اس انداز سے آئی ہے: "رُوِيَ عَنْ أَبِي بَصِيْرٍ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ مَعَ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ النَّاسُ يَدْخُلُوْنَ وَ يَخْرُجُوْنَ فَقَالَ لِيْ سَلِ النَّاسَ هَلْ يَرَوْنَنِيْ فَكُلُّ مَنْ لَقِيتُهُ قُلْتُ لَهُ أَرَأَيْتَ أَبَا جَعْفَرٍ يَقُوْلُ لَا وَ هُوَ وَاقِفٌ حَتَّى دَخَلَ أَبُو هَارُونَ الْمَكْفُوْفُ قَالَ سَلْ هَذَا فَقُلْتُ هَلْ رَأَيْتَ أَبَا جَعْفَرٍ فَقَالَ أَلَيْسَ هُوَ بِقَائِمٍ! قَالَ وَ مَا عِلْمُكَ؟ قَالَ وَ كَيْفَ لاَ أَعْلَمُ وَ هُوَ نُوْرٌ سَاطِعٌ! قَالَ وَ سَمِعْتُ يَقُوْلُ لِرَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْإِفْرِيقِيَةِ مَا حَالُ رَاشِدٍ قَالَ خَلَّفْتُهُ حَيّاً صَالِحاً يُقْرِئُكَ السَّلَامَ قَالَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ مَاتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَتَى؟ قَالَ بَعْدَ خُرُوجِكَ بِيَوْمَيْنِ، قَالَ وَ اللهِ مَا مَرِضَ وَ لَا كَانَ بِهِ عِلَّةٌ، قَالَ وَ إِنَّمَا يَمُوْتُ مَنْ يَمُوْتُ مِنْ مَرَضٍ وَ عِلَّةٍ، قُلْتُ مَنِ الرَّجُلُ؟ قَالَ رَجُلٌ لَنَا مُوَالٍ وَ لَنَا مُحِبٌّ ثُمَّ قَالَ أَ تَرَوْنَ أَنْ لَيْسَ لَنَا مَعَكُمْ أَعْيُنٌ نَاظِرَةٌ وَ أَسْمَاعٌ سَامِعَةٌ بِئْسَ مَا رَأَيْتُمْ وَ اللهِ لَا يَخْفَى عَلَيْنَا شَيْءٌ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَاحْضُرُوْنَا جَمِيْعاً وَ عَوِّدُوْا أَنْفُسَكُمُ الْخَيْرَ وَ كُوْنُوْا مِنْ أَهْلِهِ تُعْرَفُوْا فَإِنِّي بِهَذَا آمُرُ وُلْدِيْ وَ شِيْعَتِيْ "

ابو بصیر کہتے ہیں: میں امام محمد باقرؑ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا، لوگ آرہے تھے اور جارہے تھے۔ امامؑ نے مجھ سے فرمایا: لوگوں سے پوچھو، کیا وہ مجھے اِس وقت دیکھ رہے ہیں؟ میں جس سے بھی ملتا، اس سے کہتا: کیا تم نے ابو جعفرؑ کو دیکھا ہے؟ وہ کہتا: نہیں۔ حالانکہ امامؑ وہیں کھڑے تھے۔ یہاں تک کہ ابو ہارون مکفوف (نابینا) داخل ہوئے۔

امامؑ نے فرمایا: ان سے پوچھو۔ میں نے پوچھا: کیا تم نے ابو جعفرؑ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: کیا وہ سامنے کھڑے ہوئے نہیں ہیں! میں نے کہا: تمہیں کیسے پتہ چلا؟ بولے: مجھے کیسے نہ معلوم ہو جب کہ وہ ایک روشن نور ہیں!۔

ابو بصیر کہتے ہیں: پھر میں نے سنا کہ امامؑ نے ایک شخص سے جو افریقہ کا رہنے والا تھا، پوچھا: راشد کی کیا حالت ہے؟ اس نے کہا: میں نے اسے زندہ، نیک اور صالح چھوڑا ہے، وہ آپ کو سلام کہتا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اللہ اس پر رحم کرے۔ اس نے کہا: وہ تو زندہ ہے! امامؑ نے فرمایا: نہیں، وہ فوت ہو چکا ہے۔ اس نے پوچھا: کیا واقعی؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے پوچھا: کب؟ امامؑ نے فرمایا: تمہارے نکلنے کے دو دن بعد۔

اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! نہ وہ بیمار تھا، نہ اس میں کوئی علت تھی۔ امامؑ نے پوچھا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو مرتا ہے وہ صرف بیماری یا علت ہی سے مرتا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے، وقت آنے پر انسان کو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں جانا رہتا ہے۔

میں نے پوچھا: یہ شخص کون تھا؟ امامؑ نے فرمایا: وہ ایک ایسا شخص تھا جو ہمارا دوست اور ہمارا محب تھا۔

پھر امامؑ نے فرمایا: اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے پاس تمہارے بارے میں دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان نہیں ہیں تو تم غلط سمجھتے ہو!۔

اللہ کی قسم! تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی ہم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ ہمارے سامنے اچھے انداز سے پیش ہوا کرو، اپنے نفسوں کو نیکی کی عادت ڈالو اور نیکوکاروں میں شمار ہو تاکہ تم اسی کے ذریعہ پہچانے جاؤ۔ میں اپنے بیٹوں اور اپنے شیعوں کو اسی بات کی وصیت کرتا ہوں۔[1]

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: "حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبَلَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: حَجَجْتُ مَعَ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا كُنَّا فِي الطَّوَافِ قُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ يَغْفِرُ اللهُ لِهَذَا الْخَلْقِ فَقَالَ يَا أَبَا بَصِيرٍ إِنَّ أَكْثَرَ مَنْ تَرَى قِرَدَةٌ وَ خَنَازِيرُ قَالَ قُلْتُ لَهُ أَرِنِيهِمْ قَالَ فَتَكَلَّمَ بِكَلِمَاتٍ ثُمَّ أَمَرَّ يَدَهُ عَلَى بَصَرِي فَرَأَيْتُهُمْ قِرَدَةً وَ خَنَازِيرَ فَهَالَنِي ذَلِكَ ثُمَّ أَمَرَّ يَدَهُ عَلَى بَصَرِي فَرَأَيْتُهُمْ كَمَا كَانُوا فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَنْتُمْ فِي الْجَنَّةِ تُحْبَرُونَ وَ بَيْنَ أَطْبَاقِ النَّارِ تُطْلَبُونَ فَلَا تُوجَدُونَ وَ اللهِ لَا يَجْتَمِعُ فِي النَّارِ مِنْكُمْ ثَلَاثَةٌ لَا وَ اللهِ وَ لَا اثْنَانِ لَا وَ اللهِ وَ لَا وَاحِدٌ" محمد بن حسین سے مروی ہے، انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے، انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے، اور انہوں نے ابوبصیر سے نقل کیا کہ ابوبصیر کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادقؑ کے ساتھ حج کیا۔ جب ہم طواف میں تھے تو میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ، کیا اللہ ان سب لوگوں کو بخش دے

[1]۔ بحار الانوار، ج۴۶، ص ۲۴۳۔ الخرائج والجرائح، ج۲، ص۵۹۵۔

گا؟امام جعفر صادقؑ علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو بصیر! جنہیں تم دیکھ رہے ہو، ان میں سے اکثر بندر اور خنزیر ہیں۔ میں نے عرض کیا: مولا! مجھے دکھا دیجئے۔

امامؑ نے کچھ کلمات ارشاد فرمائے، پھر اپنا دستِ مبارک میری آنکھوں پر پھیرا تو میں نے دیکھا کہ وہ سب بندر اور خنزیر ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں سخت گھبرا گیا۔ پھر امامؑ نے دوبارہ اپنا دستِ مبارک میری آنکھوں پر پھیرا تو میں نے انہیں ویسا ہی دیکھا جیسا پہلے دیکھ رہا تھا۔

ابو بصیر نے پہلی مرتبہ جو دیکھا تھا وہ ان آنکھوں سے دیکھا تھا جس سے ساری دنیا دیکھتی ہے، دوبارہ امامؑ کے دست مبارک کے بعد دیکھا تھا، وہ کمال دست امامؑ کا تھا اور وہ وہ کمال تھا جو امام کے لئے ہے، امام بصارت سے بھی دیکھتے ہیں، بصیرت سے بھی دیکھتے ہیں یعنی وہ ظاہری کیفیت کو بھی سمجھتے ہیں اور باطنی کیفیت کو بھی سمجھتے ہیں باطنی کیفیت کو سمجھنے کے لئے باطن کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے یعنی باطن کی آنکھیں صاف ہوں تو باطنی کیفیت سمجھ میں آتی ہے۔

پھر امامؑ نے فرمایا: اے ابو محمد! تم سب جنت میں ہو، خوشحال اور عزت و شادمانی سے اور جب جہنم کی تہوں میں تمہاری تلاش ہوگی تو تم وہاں نہیں پائے جاؤ گے۔

اللہ کی قسم! تم میں سے تین افراد بھی آگ میں اکٹھے نہیں ہوں گے، اللہ کی قسم، دو بھی نہیں، اللہ کی قسم، ایک بھی نہیں۔[1]

<u>**نوٹ:**</u> ابو بصیر ساتھ میں ہیں مگر امامؑ آخرت کی باتیں کر رہے ہیں کہ تم سب جنت میں ہمارے ساتھ ہوگے، یہ وہ آنکھیں نہیں ہیں جن سے ہم دیکھتے ہیں بلکہ یہ وہ

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۱۱۸۔

بصیرت والی آنکھیں ہیں جو امامؑ یا پھر امامؑ کے سچے چاہنے والوں کے پاس ہوتی ہیں، جن کے ذریعہ دیکھ کر میثم حبیب کو شہادت کی خبر سنا رہے تھے اور حبیب میثم کو دار پر چڑھائے جانے کی خوشخبری دے رہے تھے جب کہ دوسرے لوگ ان کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اس موقع پر رشید البلایہ نے کہا تھا کہ ان دونوں نے اپنی گفتگو کے درمیان ایک چیز فراموش کردی کہ جو شخص جناب حبیب کا سر لے جائے گا اس کے لئے سو درہم کا اضافہ کیا جائے گا۔

ایک روایت اس انداز سے منقول ہے: " حَدَّثَ إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مَأْمُونِ الرَّقِّيِّ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ سَيِّدِي الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذْ دَخَلَ سَهْلُ بْنُ الْحَسَنِ الْخُرَاسَانِيُّ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ لَهُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ لَكُمُ الرَّأْفَةُ وَ الرَّحْمَةُ وَ أَنْتُمْ أَهْلُ بَيْتِ الْإِمَامَةِ مَا الَّذِي يَمْنَعُكَ أَنْ يَكُونَ لَكَ حَقٌّ تَقْعُدُ عَنْهُ وَ أَنْتَ تَجِدُ مِنْ شِيعَتِكَ مِائَةَ أَلْفٍ يَضْرِبُونَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالسَّيْفِ فَقَالَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِجْلِسْ يَا خُرَاسَانِيُّ! رَعَى اللهُ حَقَّكَ ثُمَّ قَالَ يَا حَنِيفَةُ! اُسْجُرِي التَّنُّورَ فَسَجَرَتْهُ حَتَّى صَارَ كَالْجَمْرَةِ وَ ابْيَضَّ عُلُوُّهُ ثُمَّ قَالَ يَا خُرَاسَانِيُّ! قُمْ فَاجْلِسْ فِي التَّنُّورِ فَقَالَ الْخُرَاسَانِيُّ: يَا سَيِّدِي! يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ! لَا تُعَذِّبْنِي بِالنَّارِ أَقِلْنِي أَقَالَكَ اللهُ. قَالَ قَدْ أَقَلْتُكَ فَبَيْنَمَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ أَقْبَلَ هَارُونُ الْمَكِّيُّ وَ نَعْلُهُ فِي سَبَّابَتِهِ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ فَقَالَ لَهُ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَلْقِ النَّعْلَ مِنْ يَدِكَ وَ اِجْلِسْ فِي التَّنُّورِ قَالَ فَأَلْقَى النَّعْلَ مِنْ سَبَّابَتِهِ ثُمَّ جَلَسَ فِي التَّنُّورِ وَ أَقْبَلَ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُحَدِّثُ الْخُرَاسَانِيَّ حَدِيثَ خُرَاسَانَ حَتَّى كَأَنَّهُ شَاهِدٌ لَهَا ثُمَّ قَالَ قُمْ يَا خُرَاسَانِيُّ! وَ انْظُرْ مَا فِي التَّنُّورِ

قَالَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَرَأَيْتُهُ مُتَرَبِّعاً فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَ سَلَّمَ عَلَيْنَا فَقَالَ لَهُ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمْ تَجِدُ بِخُرَاسَانَ مِثْلَ هَذَا؟ فَقَالَ وَ اللهِ وَ لَا وَاحِداً فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا وَ اللهِ وَ لَا وَاحِداً فَقَالَ أَمَا إِنَّا لَا نَخْرُجُ فِي زَمَانٍ لَا نَجِدُ فِيهِ خَمْسَةً مُعَاضِدِينَ لَنَا نَحْنُ أَعْلَمُ بِالْوَقْتِ" ابراہیم نے ابو حمزہ سے انہوں نے مامون رقی سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: میں اپنے آقا امام صادق علیہ السلام کے پاس تھا، جب سہل بن حسن خراسانی داخل ہوئے اور سلام کیا، پھر بیٹھ گئے۔ امام علیہ السلام سے کہا: اے فرزند رسول!، آپ رحم و کرم کے مالک ہیں اور آپ اہل بیت ہیں۔ آپ کو اس حق سے کیوں روکا ہے یعنی آپ اپنے حق کے لئے کیوں کھڑے نہیں ہوتے جب کہ آپ کے پاس پیرو کار بھی موجود ہیں! آپ کے ساتھ ایک لاکھ تلواریں ہیں!۔ آپؑ نے فرمایا کہ اے خراسانی! بیٹھ جاؤ، اللہ تمہارے حق کی حفاظت فرمائے۔ پھر فرمایا کہ اے حنیفہ! تنور جلا دو۔ چنانچہ اس نے اسے روشن کیا گیا یہاں تک کہ وہ جلتے ہوئے کوئلے کی طرح ہو گیا اور اس کی چوٹی سفید ہو گئی۔ پھر امامؑ نے فرمایا: اے خراسانی! اٹھو اور تنور میں جاکر بیٹھ جاؤ۔ خراسانی نے کہا: اے میرے آقا، اے فرزند رسول!، مجھے آگ کے ذریعہ عذاب نہ دیں، مجھے اس کام سے معاف رکھئے، جیسے کہ اللہ نے آپ کو آگ سے بچا کر رکھا ہے! اسی عالم میں ہارون مکی شہادت کی انگلی میں جوتی لے کر آئے اور کہا: السلام علیک یا ابن رسول اللہ! اے فرزند رسول! آپ پر سلام ہو، امامؑ نے جواب سلام کے بعد فرمایا: اپنے ہاتھ سے نعلین کو زمین پر ڈال دو اور تنور میں جاکر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ ہارونِ مکی نے شہادت کی انگلی سے نعلین زمین ڈالی اور تنور میں جاکر بیٹھ گئے، امام علیہ السلام

تشریف لائے اور خراسانی سے خراسان کی حدیث بیان کی، یہاں تک کہ وہ اس کے گواہ تھے، پھر فرمایا: اے خراسانی اٹھو اور دیکھو کہ تنور میں کیا ہے۔ خراسانی کہتا ہے: میں تنور کے پاس گیا تو تنور میں ہارون مکی کو دو زانوں بیٹھے دیکھا، امامؑ نے اس سے باہر آنے کو کہا، وہ باہر ہمارے پاس آیا اور ہمیں سلام کیا۔ امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تمہیں خراسان میں ہارون مکی جیسے لوگ کتنے نظر آتے ہیں؟ اس نے کہا: خدا کی قسم ایک بھی نہیں۔ امام نے فرمایا: ہمیں سب معلوم ہے، (یاد رکھو) ہم ایسے وقت میں باہر نہیں جائیں گے جس میں ہمیں پانچ بھی ہم مزاج نہ ملیں۔[1]

قارئین کرام! امامؑ نے مرد خراسانی کو یہ سمجھا دیا کہ ہمیں کیسے افراد کی ضرورت ہے! تم جیسے نہیں جو زبان سے محبت کا دم بھرتے ہو اور جب امتحان کا وقت آئے تو پیچھے ہٹ جاتے ہو۔ اس واقعہ میں دو طرح کے چاہنے والے موجود ہیں، ایک تو شیعہ ہے اور ایک محب ہے، محب ٹال مٹول کر رہا تھا، بہانہ تراشی کر رہا تھا، شیعہ حکم کی تعمیل کر رہا تھا، جو تنور کے باہر ہے وہ محب ہے جو تنور میں کود گیا وہ شیعہ ہے۔

دونوں ہی امام کے چاہنے والے ہیں، دونوں ہی چاہت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ایک کے پاس بصارت ہے اور ایک کے پاس بصیرت ہے؛ جس کے پاس بصارت تھی وہ تنور کی آگ کو دیکھ رہا تھا اور جس کے پاس بصیرت تھی وہ امامؑ کے حکم کے بعد کا منظر دیکھ رہا تھا۔

❁❁❁

[1]۔ المناقب، ج۴، ص ۲۳۷۔ بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۱۲۳۔

﴿قرآن میں موت کے بعد حیات﴾

اس معاشرہ میں انسان زندہ رہتا ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ مرجاتا ہے مطلب یہ ہے کہ معاشرہ کی نظر میں پہلے حیات ہے اور بعد میں موت ہے لیکن قرآن کریم نے اس کے برخلاف بیان کیا ہے کہ موت کے بعد حیات ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۹ میں ارشاد خداوندی ہورہا ہے: "أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" اُس شخص کی طرح جو ایک بستی سے گزرا، جو (بستی) اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھی تو اس نے کہا: یہ (آبادی جو) مرچکی ہے اسے اللہ کیسے دوبارہ زندہ کرے گا؟ اس بات پر اللہ نے اُس کو موت دے دی اور وہ سو برس تک (مردہ حالت میں) پڑا رہا۔ پھر اس کو زندہ کر اٹھایا، پھر اُس سے پوچھا: تم کتنی دیر پڑے رہے ہو؟ اُس نے عرض کیا: ایک دن یا ایک دن سے بھی کم، خدا نے فرمایا: (نہیں) بلکہ سو برس گزر چکے ہیں۔ ذرا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو کہ وہ ذرا بھی خراب نہیں ہوا، جبکہ اپنے گدھے کو دیکھو (وہ سڑگل کر خاک ہوچکا ہے) اور یہ سب ہم نے اس لئے کیا ہے تاکہ ہم تم کو لوگوں کے لئے اپنی ایک نشانی بنادیں۔ اچھا اب ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم اُن کو اس طرح اٹھا کر اس پر گوشت (پوست) چڑھاتے ہیں۔ جب یہ (سب کچھ) اُس پر ظاہر ہوگیا تو وہ پکار اٹھا: اب میں پوری طرح جان گیا کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ واقعہ

جناب عزیر علیہ السلام اور حضرت ارمیہ علیہ السلام سے متعلق ہے کہ جب بخت نصر نے یہودیوں کا قتل عام کیا، کچھ عرصہ بعد حضرت عزیر یا ارمیہ کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے دل میں سوچا کہ ایسا اجڑا ہوا شہر بھی بھلا کبھی آباد ہو سکتا ہے! اس پر اللہ نے ان پر موت طاری کر دی اور وہ سو سال تک مرے رہے، جب زندہ ہوئے تو بیت المقدس آباد ہو چکا تھا، گھر آئے تو ان کے پوتے بوڑھے ہو چکے تھے، اس طرح خدا نے ان کو بتایا کہ خدا قیامت کے دن سب کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

ابراہیمؑ نے کہا (تھا) میرے پالنے والے! مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کر دیتا ہے؟ سورہ بقرہ کی آیت ۲۶۰ میں اللہ نے ان کے قول کو اس طرح نقل کیا ہے:

"وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن ۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" (وہ واقعہ یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے کہا پالنے والے! مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کر دیتا ہے؟ خدا نے فرمایا: کیا تم کو اس کا یقین نہیں؟ ابراہیمؑ نے عرض کی: یقین تو ہے مگر اس لئے کہ میرے دل کو پورا اطمینان ہو جائے۔ خدا نے فرمایا: اچھا تو چار پرندے لو، پھر (ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے) ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو۔ اس کے بعد ان کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے (اور (اس طرح) سمجھ لینا کہ خدا بیشک بڑا غالب اقتدار والا اور حکمت و دانائی والا ہے۔

❀❀❀

﴿موت﴾

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو بھی راہِ فرار نہیں؛ انکار کرنے والوں نے خدا اور رسول کا انکار کر دیا لیکن ان جیسے ملحدوں کے سامنے جب موت کا تذکرہ ہوا تو موت سے انہوں نے بھی انکار نہیں کیا۔

سورہ انبیاء کی آیت ۳۵ میں ارشاد ایزدِ منّان ہو رہا ہے: " كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ " ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، ہم اچھے اور بُرے حالات میں ڈال کر تم سب کا امتحان لے رہے ہیں، آخرِ کار تم کو ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔

سورہ عنکبوت کی آیت ۵۷ میں ارشاد ہوتا ہے: " كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ " ہر ذی حیات کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تم سب ہماری طرف پلٹا کر لائے جاؤ گے۔

حقیقت حیات کو اسی سے سمجھ لیجئے کہ جب انسان کی ولادت ہوتی ہے تو کان میں اذان کہی جاتی ہے اور جب مر جاتا ہے تو نماز ہو جاتی ہے۔

موت کے لغوی معنی: لغت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو زندگی کے ختم ہو جانے کو موت کہتے ہیں۔

موت کے اصطلاحی معنی: روح کے بدن سے نکل جانے اور زندگی کے سلب ہو جانے کا نام موت ہے۔

استعمال: عام طور پر سخت اور براہِ راست لفظ ہے۔ جیسے: فلاں شخص کی موت ہوگئی۔

وفات کے لغوی معنی: پورا کر دینا، مکمل کرنا۔ قرآن کریم سورہ زمر آیت ۴۲ میں آیا ہے: " اللّٰہُ یَتَوَفَّی الْأَنفُسَ "اللہ ہی ہے جو جانوں کو وفات دیتا ہے۔

اصطلاحی معنی: روح کا جسم سے لیا جانا۔

استعمال: موت کے لئے زیادہ نرم اور باادب لفظ بولا جاتا ہے جیسے: فلاں بزرگ کی وفات ہوگئی۔

انتقال کے لغوی معنی: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

اصطلاحی معنی: دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہوجانا۔

استعمال: موت کے لئے ایک نرم اور مہذب اشارہ ہے جیسے: فلاں شخصیت کا انتقال ہوگیا۔

خلاصہ: "موت" براہِ راست زندگی کے ختم ہونے کو کہتے ہیں۔ "وفات" موت کو اللہ کی طرف سے روح کے قبض کر لینے کے طور پر بیان کرتا ہے، اس میں ادب کا پہلو زیادہ ہے۔ "انتقال" دنیا سے آخرت کی طرف سفر اور منتقل ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ موت ایک ملاقات ہے موت ایک تبدیلی ہے اس کو انتقال بھی کہتے ہیں یعنی منتقل ہونا؛ یہاں سے وہاں چلے جانا، جس طرح سے ہم شکم مادر میں موجود تھے ہمیں اس دنیا کی خبر نہیں تھی کہ یہاں ہمارے لئے کیا کیا انتظامات ہیں، دنیا میں ہمارے کون کون منتظر ہیں! جس دنیا کو ہم جانتے بھی نہیں، اس دنیا میں ہمارے انتظار میں نانا بھی، نانی بھی، دادا بھی، دادی بھی، پھپو پھپیاں بھی، خالہ بھی اور دیگر عزیز و اقارب بھی

انتظار کر رہے ہیں! جب ہم اِس دنیا میں آگئے اور بڑے ہونے لگے تو ہمارے انتظار کرنے والوں کی عمر ختم ہونے لگی، وہ ہم سے پہلے آگے کی دنیا میں چل بسے، جس طرح ہمارے آنے سے پہلے وہ یہاں موجود تھے اسی طرح سے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ وہاں موجود ہوں گے، جس طرح ہم شکم مادر میں تھے اور اِس دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے اسی طریقہ سے جب ہم اِس دنیا میں آ چکے ہیں تو آگے والی دنیا کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے کہ وہاں ہمارے کون کون منتظر ہیں؟ وہاں ہم سے پہلے دادا منتظر ہیں، دادی منتظر ہیں، نانا منتظر ہیں، نانی منتظر ہیں، خالہ منتظر ہیں، عزیز و اقارب منتظر ہیں، وقت کے امام منتظر ہیں، انبیاء منتظر ہیں۔

لوگ موت سے گھبراتے ہیں، عذاب قبر سے ڈرتے ہیں، وہاں کیڑے مکوڑے ہوں گے، وہاں بچھو ہوں گے، وہاں یہ ہوگا، وہاں وہ ہوگا، جب ہم ماں کے پیٹ میں تھے تو وہاں گرمی بھی تھی، وہاں کیڑے بھی تھے، وہاں بدبو بھی تھی، وہاں اگر دیکھا جائے تو کیا نہیں تھا! مگر ان تمام چیزوں کے درمیان اللہ نے ہمیں بالکل محفوظ رکھا مکمل راحت میں رکھا، گرمی چاہے کتنی ہو ہم گویا بہترین پر ٹکول میں تھے، ہم بہت ہی اچھے انداز سے رہتے تھے، ماں گھبراتی تھی اس کو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ہمارا حال کیا ہے! لیکن مشنری بتا دیتی تھی کہ گھبراؤ نہیں، نور ہمیشہ تسلی دیتا ہے، قارئین کرام! ہمیں سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے جو خدا آنے سے پہلے ہماری ابتدا کے مرحلہ میں ہمارا اتنا خیال رکھتا ہے وہ اس دنیا میں آنے کے بعد کتنا خیال رکھتا ہوگا! اِس دنیا میں آنے کے بعد ہم محمد و آل محمد کی سیرت پہ رہے، ان کا ماتم کیا، ان پہ نوحہ پڑھا، ان کے لئے گریہ کیا، ان کے نام پہ لوگوں کو کھانا کھلایا، جب اتنی ساری خوبیوں کو لے کے چلیں

گے تو ہمارا وہاں کیسا استقبال ہوگا! ہمارے ساتھ وہاں کے لئے جو انتظامات تھے ہم تصور نہیں کرسکتے؛ پھر اس قبر میں جہاں خود امام آنے والے ہوں تو انتظامات ان کے آنے سے پہلے کتنے اچھے قبر میں ہوں گے! او ہو وہ سارے کیڑے مکوڑے! آپ تو اپنی زمین سے سارا کچرا صاف کر دیتے ہیں کیونکہ منسٹر آرہا ہے! جس قبر میں امیر المومنینؑ آرہے ہوں تو وہاں کون سی گندگی رہ جائے گی! کون سے کیڑے مکوڑے رہ جائیں گے! کون سے عذاب کی باتیں وہاں موجود ہوں گی! مایوسی کفر ہے مایوس نہ رہا کیجئے، اپنی زندگی میں خوش رہا کیجئے۔

کیا ہوگا وہاں کا؟ وہ گھبرانے کی جگہ نہیں ہے، وہ ایک پر سکون جگہ ہے، اس کا نام ہی وادی السلام ہے، وہاں جسم نہیں جاتے روحیں جاتی ہیں۔

قرآن کریم کی اس آیت کا خیال رکھیں، خدا کیا کہتا ہے! غور کریں، موت کا مزہ یعنی ذائقہ چکھنا ہے، ذائقہ وہ بتا سکتا ہے جس کی طبیعت اچھی ہو، بیمار آدمی کسی بھی طرح کا ذائقہ نہیں بتا سکتا؛ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جس کی طبیعت خراب ہوتی ہے اس کو نہ پانی کا مزہ محسوس ہوتا ہے نہ کھانے کا مزہ اور نہ پھل کا مزہ؛ اسی طرح اگر انسان کی زندگی میں دین کے کسی بھی عمل کا ذائقہ نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی روح بیمار ہے، روح کی طبیعت کو بحال کرنا پڑے گا، جس کی روح جتنی صحت مند ہوگی موت کا ذائقہ اسے اتنا ہی اچھا لگے گا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور حضور اکرمؐ نے جواب دیا جو کچھ اس انداز سے نقل ہوا ہے: "فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! فَشِيْعَتُنَا؟ قَالَ شِيْعَتُنَا مَعَنَا وَ قُصُورُهُمْ بِحِذَاءِ

قُصُورِنَا وَ مَنَازِلُهُمْ مُقَابِلُ مَنَازِلِنَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ! فَمَا لِشِيْعَتِنَا فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ اَلْأَمْنُ وَ الْعَافِيَةُ. قُلْتُ فَمَا لَهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ يُحَكَّمُ الرَّجُلُ فِي نَفْسِهِ وَ يُؤْمَرُ مَلَكُ الْمَوْتِ بِطَاعَتِهِ قُلْتُ فَمَا لِذَلِكَ حَدٌّ يُعْرَفُ؟ قَالَ بَلَى إِنَّ أَشَدَّ شِيْعَتِنَا لَنَا حُبّاً يَكُوْنُ خُرُوْجُ نَفْسِهِ كَشَرَابِ أَحَدِكُمْ فِي يَوْمِ الصَّيْفِ الْمَاءَ الْبَارِدَ الَّذِي يَنْتَقِعُ بِهِ الْقُلُوبُ وَ إِنَّ سَائِرَهُمْ لَيَمُوتُ كَمَا يُغْبَطُ أَحَدُكُمْ عَلَى فِرَاشِهِ كَأَقَرِّ مَا كَانَتْ عَيْنُهُ بِمَوْتِهِ "حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (ہمارے) شیعہ کا کیا حال ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ ہوں گے۔ان کے محلات ہمارے محلات کے مقابل ہوں گے، ان کے مکانات ہمارے گھروں کے سامنے ہوں گے۔میں نے پوچھا: یارسول اللہ! دنیا میں ہمارے شیعہ کے لئے کیا ہے؟ فرمایا: امن و عافیت۔میں نے پوچھا: اور موت کے وقت ان کے لئے کیا ہے؟ فرمایا: اس شخص کو (شیعہ کو) اپنے نفس (جان) کے بارے میں فیصلہ کا اختیار دیا جائے گا اور ملک الموت کو حکم دیا جائے گا کہ اس کی اطاعت کرے۔میں نے عرض کیا: کیا اس کی کوئی حد ہے جس سے پہچانا جائے؟ فرمایا: جی ہاں! ہمارے جو شیعہ ہم سے شدید ترین محبت کرتے ہیں، ان کی روح کا نکلنا ایسا ہوگا جیسے تم میں سے کوئی شدید گرمی کے دن ٹھنڈا پانی پیتا ہے جو دلوں کو راحت بخشتا ہے اور باقی (عام) شیعہ ایسے دنیا سے رخصت ہوں گے جیسے تم میں سے کوئی نرم بستر پر خوشی سے سوجاتا ہے۔[1]

[1]۔ بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۱۹۴۔

خلاصہ نکات: شیعہ کا مقام آخرت میں؟ ان کے محلات اہل بیتؑ کے محلات کے سامنے ہوں گے۔ دنیا میں شیعوں کے لئے؟ امن وعافیت۔ موت کے وقت؟ فرشتہ اُن کی اطاعت کرے گا، روح نکلنا انتہائی آسان، شدید محبت کرنے والے شیعہ؟ روح ایسے نکلے گی جیسے گرمی میں ٹھنڈا پانی پیا جائے۔ عام شیعہ؟ بستر پر سکون کی نیند سو جائے!۔

❀❀❀

﴾خدا کی عظمت و بزرگی﴿

خداوند عالم عظیم ہے، اس کی ہر چیز عظیم ہے، اگر اس کی عظمت کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کا کیا کیا جائے!۔

رسول گرامیؐ سے خطاب کر کے خداوند عالم سورہ حاقہ کی آیت ۵۲ میں اعشاد فرما رہا ہے: "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ "اپنے عظیم پالنے والے کی تسبیح کریں۔

عرشِ الٰہی کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے سورہ نمل کی آیت ۲۶ میں ارشاد ہوتا ہے: "اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ "اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی جو عرشِ عظیم یعنی پوری کائنات کا رب ہے۔

کتاب الٰہی "قرآن مجید" کی عظمت کے پیش نظر سورہ حجر آیت ۸۷ میں ارشاد ہو رہا ہے: "وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ "اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے آپ کو سورہ حمد کیا (جو بار بار دوہرائی جانے کے لائق ہے) اور آپ کو قرآن عظیم (جیسی بڑی چیز) بھی عطا کی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے سورہ قلم آیت ۴ میں ارشاد ربّانی ہوتا ہے: "وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ "اور بلاشبہ آپؐ اخلاق کے بہت عظیم درجہ پر فائز ہیں۔

عظمتِ ولایت کے پیش نظر سورہ نباء کی پہلی اور دوسری آیت میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا: "عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ، عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ "یہ لوگ آخر کس چیز کے

بارے میں سوال کر رہے ہیں! (کیا) اُس بہت عظیم خبر (ولایت) کے بارے میں (سوال کر رہے ہیں!)۔

خلافت امام علی علیہ السلام کی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے خداوند عالم نے سورہ نساء کی آیت ۵۴ میں ارشاد فرمایا: "أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا" پھر کیا وہ اُن لوگوں سے اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا ہے۔ بیشک ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی ہے اور اُن کو ملک عظیم یعنی بہت بڑی سلطنت بخش دی ہے۔

شہادت امام حسین علیہ السلام کی عظمت بیان کرتے ہوئے سورہ صافات کی آیت ۱۰۷ میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا: "وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ" اور ہم نے اس کو ایک عظیم قربانی (واقعہ کربلا) سے تبدیل کر دیا۔

قیامت کے روز کو عظیم شمار کرتے ہوئے سورہ مطففین کی آیت ۵ اور ۶ میں ارشادِ ربّانی ہو رہا ہے: "لِيَوْمٍ عَظِيمٍ، يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ" جو ایک بہت بڑا دن ہوگا۔ جس دن سب لوگ تمام جہانوں کے پالنے والے کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

یوم عظیم کے عذاب سے ڈراتے ہوئے سورہ شعراء کی آیت ۱۳۵ میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا: "إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ" میں تمہارے سلسلہ میں اس یوم عظیم اور خطرناک دن کی سزا سے ڈرتا ہوں۔

اپنے عذاب کو عظیم بتاتے ہوئے خداوندعالم نے سورہ بقرہ کی آیت ۷ میں ارشاد فرمایا: "خَتَمَ اللهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ " اللہ نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے نیز اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے اور اُن کے لئے عذاب عظیم یعنی بہت سخت سزا ہے۔

اطاعت کرنے والوں کی جزا کو عظیم شمار کرتے ہوئے خداوندعالم نے سورہ حدید کی بارہویں آیت میں ارشاد فرمایا: "يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ "جس دن تم مومن مرد اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے بھی ہوگا اور ان کے دائیں طرف بھی دوڑ رہا ہوگا (کیونکہ روز قیامت مومنین و مومنات کا ایمان اور عمل نور میں تبدیل ہوجائے گا اور ان کی شخصیتیں جگمگا اٹھیں گی، ان سے کہا جائے گا) تمہیں آج یہ جنت کے سرسبز و شاداب گھنے باغات مبارک ہوں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہی عظیم کامیابی ہے۔

اپنے عظیم فضل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے رب العزت نے سورہ جمعہ کی آیت نمبر ۴ میں ارشاد فرمایا: "ذَٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ "یہ (یعنی ایسے عظیم رسول کا بھیجا جانا) اللہ کا فضل و کرم ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے (کیونکہ) وہ بڑے فضل و کرم والا ہے۔

آخر میں کلی نتیجہ اور نکات: خدا، ربّ عظیم۔ آسمان، عرش عظیم۔ کتاب، قرآن عظیم۔ نبی، خلق عظیم۔ ولایت علیؑ، نباء عظیم یعنی عظیم خبر۔ خلافت علیؑ، ملک عظیم۔

شہادت حسینؑ، ذبحِ عظیم۔ یوم آخرت، یوم عظیم۔ نافرمانوں کا نتیجہ، عذاب عظیم۔ مومنین کا نتیجہ، فوزِ عظیم یعنی عظیم کامیابی۔ اللہ کا فضل، فضلِ عظیم۔

اگر خلاصہ کیا جائے تو صرف ایک جملہ کہا جاسکتا ہے کہ خداوندعالم خود عظیم ہے اور اس سے منسوب ہر چیز عظیم ہے۔

﴿عرشِ اعلیٰ﴾

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات سب سے بلند ہے اور اس کا عرش بھی ساری بلندیوں سے بلند ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں متعدّد مقامات پر اس چیز کو واضح کیا گیا ہے۔

سورہ مومنون آیت ۱۱۶ میں ارشاد ہو رہا ہے: "فَتَعَالَى اللهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ" خدا کی ذات بہت بلند و بالا ہے، وہی حقیقی سلطنت کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، وہی عرشِ کریم (عرش عظیم) کا مالک ہے۔

سورہ تکویر کی آیت ۱۹ میں ارشاد ہوا: "إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ" حقیقتاً یہ قرآن ایک صاحب عزت پیغام پہنچانے والے کا قول ہے۔

سورہ واقعہ کی آیت ۷۷ میں خداوند عالم کا ارشاد ہوا: "إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ" یقیناً یہ ایک بلند مرتبہ والا قرآن ہے۔

سورہ حدید کی آیت ۱۸ میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوْا اللهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ أَجْرٌ كَرِيْمٌ" حقیقت یہ ہے کہ اچھے کاموں پر خرچ کرنے والے مرد اور اچھے کاموں پر خرچ کرنے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو اچھا قرضہ دیا ہے، یقیناً اس مال کو ان کے لئے کئی کئی گناہ بڑھا چڑھا کر اضافہ کر دیا جائے گا اور ان کیلئے اس کا بہترین باعزت پسندیدہ معاوضہ بھی ہو گا۔

جب خداوند عالم نے والدین کی عظمت کا تذکرہ کرنا چاہا تو سورہ اسراء کی آیت ۲۳ میں ارشاد فرمایا: "فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا" ان سے اف تک نہ کہو اور نہ ہی انہیں جھڑکو بلکہ ان سے نہایت ادب و احترام کے ساتھ بات کرو (یعنی ان سے ہمیشہ نرم لہجہ میں گفتگو کرو)۔

سورہ حج کی آیت ۵۰ میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا: "فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ" اب جو ابدی حقیقتوں کو دل سے مانیں اور (نتیجتاً) اچھے اچھے کام بھی کریں، اُن کے لئے خدا کی معافیاں ہی معافیاں، رحمتیں ہی رحمتیں ہیں نیز عزت کی روزی ہے۔

سورہ نمل کی آیت ۲۹ و ۳۰ میں ارشاد ربّانی ہوا: "قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ، إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" (جب ملکہ سبا نے سلیمان کا لکھا ہوا خط دیکھا تو) کہا: اے سردارو! میری طرف ایک بہت اہم اور محترم خط ارسال کیا گیا ہے۔ بلاشبہ وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اُس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور بے حد رحم والا ہے۔

سورہ یوسف کی آیت ۳۱ میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا: "فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۖ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ" اس (زلیخا) نے جب ان عورتوں کی مکارانہ اور چال بازی کی باتیں سنیں تو ان عورتوں کو بلوا بھیجا اور ان کیلئے تکیہ دار مسند بچھوادی۔ ان میں سے ہر ایک کے آگے ایک چھری رکھ دی (پھر

اس وقت جب وہ اپنی چھریوں سے پھل کاٹ رہی تھیں) اس نے یوسفؑ سے کہا: ان کے سامنے سے نکلو۔ جب ان سب نے یوسفؑ کو دیکھا تو وہ دنگ رہ گئیں، اور انہوں نے (پھلوں کے ساتھ) اپنے ہاتھ بھی کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں: سبحان اللہ، یہ آدمی نہیں، یہ تو کوئی بزرگ و محترم فرشتہ معلوم ہوتا ہے!۔

نتیجہ: عرش کے لئے، عرش کریم۔ نبی کے لئے، رسول کریم۔ کتاب کے لئے، قرآن کریم۔ اہل بیت کی خدمات کے عوض، اجر کریم۔ والدین سے گفتگو کے لئے، قول کریم۔ نیک اعمال بجالانے والوں کا عوض، رزق کریم۔ سلیمان کا خط، کتاب کریم۔ یوسف کی خوبصورتی، ملک کریم۔

اگر اس کا خلاصہ کیا جائے تو ایک جملہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ذات احدیت خود بھی کریم ہے اور اس سے منسوب ہر چیز باکرامت ہو جاتی ہے۔

❀ ❀ ❀

﴿شیطان کے شکار لوگ﴾

شیطان ہر کسی انسان پر غالب نہیں آپاتا یعنی وہ بہکانے کی کوشش تو مکمل کرتا ہے، وہ ہر کسی شخص کو بہکانا چاہتا ہے لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جن پر اس کا حربہ کامیاب نہیں ہوپاتا حالانکہ اکثر لوگوں پر حاوی ہوجاتا ہے۔

سورہ اعراف کی آیت ۱۶ میں خداوند عالم نے شیطان کے قول کو اس انداز سے نقل کیا ہے: "قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِي لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ "جب خدا نے اپنی بارگاہ سے نکال دیا تو وہ بولا: جس طرح تونے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی تیرے سیدھے راستہ پر ان کی (تیرے بندوں کی) گھات میں ضرور بیٹھا رہوں گا۔

"ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ "پھر ان کو آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے (یعنی ہر طرف سے) ضرور گھیر لوں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

<u>نوٹ:</u> اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ شیطان لڑائی کے وقت نہیں بہکائے گا، شراب پیتے وقت نہیں آئے گا، گالی دیتے وقت نہیں بہکائے گا؛ وہ تو انہیں بہکائے گا جو اچھائی کی راہ پر ہوں!۔

شیطان شراب خانوں میں نہیں ملے گا، جوے خانوں میں نہیں پایا جائے گا، زنا خانوں میں نہیں ملے گا اس لئے کہ یہ تو اس کی درسگاہیں ہی ہیں! یہاں تو اس کے شاگرد پہلے ہی سے موجود ہیں؛ وہ اگر ملے گا تو عزاخانوں میں ملے گا، عبادت خانوں

میں آئے گا، لہذا ہمیں انہی جگہوں پر بہت سوجھ بوجھ کے ساتھ آگے بڑھنا ہے کہ نامعلوم کس شکل میں ہمیں بہکا دے!۔

اس نے تو دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے، چاروں راستوں کو بند کر دیا ہے! اس نے کہا ہے کہ میں تیرے بندوں کو چار راستوں سے بہکاؤں گا لیکن اللہ نے آواز دی اے میرے بندو! گھبراؤ نہیں، شیطان نے دو راستے چھوڑ دیئے ہیں، ایک اوپر کی طرف اور ایک نیچے کی طرف۔

قارئین کرام! اللہ نے ہمارے لئے دو اہم راستے قرار دیئے ہیں، ایک راہِ قنوت ہے اور ایک راہِ سجود ہے۔ اوپر والا راستہ یعنی آسمان کی جانب جانے والا راستہ قنوت کے ذریعہ طے کیا جائے گا اور نیچے والا یعنی زمین کی تہوں میں جانے والا راستہ سجود کے ذریعہ طے ہو گا۔

شیطان نے کہا:: "لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ "بیشک میں تیرے سیدھے راستہ پر بیٹھوں گا۔ راہِ مستقیم پہ چلتے ہوئے ہوشیار رہنا پڑے گا کہ کہیں قدم پھسل نہ جائیں! کہیں وہ ہمیں گمراہی کی جانب کھینچ کر نہ لے جائے! کیونکہ اس نے قسم کھائی ہے!۔

سورہ ص کی آیت ۸۳ و ۸۴ میں شیطان کا قول اس طرح نقل ہوا: "قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ، اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ" اس نے کہا: مجھے تیری عزت کی قسم! میں تیرے سارے بندوں کو بہکا دوں گا، سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔

یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سب بہک جائیں گے مگر وہ نہ بہکیں گے جو مخلص ہوں گے، کیا مطلب؟ یعنی جن کی عبادت خالص اور سچی ہوتی ہے، جو اپنی زندگی میں سچے ہوتے ہیں، جن کا ہر کام اللہ کی رضا کے لئے ہوتا ہے، جو کام بھی کرتے ہیں خدا کی رضا کے لئے کرتے ہیں، وہ کبھی نہیں بہکیں گے۔

مگر جو لوگ ہر چیز میں لوگوں کی رضا دیکھتے ہیں، لوگوں کی خوشنودی ڈھونڈتے ہیں، جو لوگوں کے چاپلوسی کرتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے! وہ سب کے سب اس کے جال میں پھنس جائیں گے۔

اب رہا سوال یہ کہ شیطان بہکاتا کیسے ہے؟ شیطان کس طرح سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے؟ کس طرح سے شکار کرتا ہے؟ آپ نے دیکھا ہوگا، اس کے بارے میں علم ہوگا، میں نے بچپن میں بہت دیکھا ہے اور یہ عام سی بات ہے کہ شکاری کئی طرح کے ہوتے ہیں، پرندوں کو شکار کرنے والے، جانوروں کو شکار کرنے والے، پرندوں کا شکار کیسے ہوتا ہے؟ جانوروں کا شکار کیسے ہوتا ہے؟ مثلاً اگر شیر کا شکار کرنا ہو تو اس کے لئے پنجرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کے اندر ایک گائے یا بکرے جیسے جانور کو بند کر دیا جاتا ہے جو شیر کی مرغوب غذا ہو۔ وہ جانور بند پنجرہ میں گھبرا کر آواز بلند کرتے ہیں تو شیر آواز سن کر چل پڑتا ہے، اس کو غذا دکھائی دیتی ہے پنجرہ نہیں دکھائی دیتا اور پھر اس غذا کے چکر میں اسیر ہو جاتا ہے۔

ہم مجلس میں جا رہے ہیں مگر نیت میں رضائے الٰہی نہیں بلکہ بانی مجلس کی خوشی ہے، دل میں جو یہ ارادہ آیا ہے یہ شیطان کی دین ہے۔ یا وہ اس طرح کے ارادے بنوائے گا کہ چلو آج کی مجلس میں حلیم ہے، آج کی مجلس میں بریانی ہے، آج تو قورمہ ملے

گا، آج تونان گوشت تقسیم ہوگا، آج توبہت قیمتی شیرمال تقسیم کئے جائیں گے، آج تو فلاں مجلس میں پلیٹ بھی ملے گی اور اس میں شیرمال بھی رکھا ہوگا۔ یہ شیطان کے جال ہیں جن کو ہم لوگ نہیں دیکھ پاتے۔

پرندوں کا شکار کیسے ہوتا ہے؟ پرندوں کا شکار اس طرح سے ہوتا ہے مثلاً تیتر بٹیر کے بچوں کو شکاری پالتا ہے، ان کو اپنا مونس بناتا ہے اور اور پھر جب آواز دیتا ہے تو بولنے لگتا ہے، اس کی سیٹی پر وہ بولنے لگتا ہے، جب اسے اپنی آواز پر بولنے کا عادی بنا دیتا ہے تو جنگل لے جاتا ہے اور پنجرہ میں قید کر کے رکھ دیتا ہے، پنجرہ کی چاروں سمت جال بچھا دیتا ہے اور کچھ دانے ڈال دیتا ہے اور جب دور بیٹھ کر اسے پکارتا ہے تو وہ پرندہ آواز لگانے لگتا ہے، اطراف کے پرندے اس کی زبان کو سمجھتے ہیں اور فوری طور پہ اس ارادہ سے کہ ہمارے جنگل میں نیا مسافر کون ہے خیریت کے لئے چلتے ہیں، چلتے تو ہیں خیریت کے لئے، اچھی فکر لے کر مدد کا ارادہ لے کر چلے، مگر جب پہنچ کر دانوں کو دیکھتے ہیں تو پھر خیریت بھول کر دانے چننے لگتے ہیں؛ اسی درمیان شکاری جال کو کھینچتا ہے اور وہ اسیر ہو جاتے ہیں، یاد رکھیں سب مجلس کے لئے ہی گھر سے نکلتے ہیں، درس کے لئے چلتے ہیں، مہمان نوازی ہی کے ارادہ سے آگے بڑھتے ہیں مگر شیطان انہیں اس راہ پر لالچ دلاتا ہے، غلط ارادوں میں مبتلا کر دیتا ہے پھر انسان ریاکاری، زناکاری اور بہت ساری برائیوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔

مگر پھر بھی یہ بات رہ گئی کہ شیطان اسیر کیسے کرتا ہے؟ قارئین کرام! جانور کا شکار جانور کے ذریعہ کیا، پرندہ کا شکار پرندہ کے ذریعہ کیا؛ شیطان کا بھی یہی طریقہ ہے، وہ بھی انسان کا شکار انسان کے ذریعہ ہی کرتا ہے، کیا مطلب؟ مخلص انسان کا شکار ریا

کار انسان کے ذریعہ کرتا ہے، سچے انسان کا شکار جھوٹے انسان کے ذریعہ کرتا ہے، عالم کا شکار جاہل کے ذریعہ کرتا ہے؛ شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ پہلے ایک اچھے انسان کو ریاکار بناتا ہے، اسے گنہگار بناتا ہے، پھر گنہگار کے ذریعہ جو گناہوں سے بچا ہے اس کو اسیر کرلیتا ہے یعنی انسان کا شکار انسان کے ذریعہ کرتا ہے؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ عالم کو جاہل سے بچنا چاہئے، سچے کو جھوٹے سے بچنا چاہئے، مخلص انسان کو ریاکار شخص سے بچنا چاہئے۔

سورہ یٰس کی آیت ۶۰ میں ارشادِ خداوندی ہورہا ہے: "اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَیۡكُمۡ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ" اے اولادِ آدم! کیا ہم نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پرستش نہ کرنا؟ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے!۔

یہاں پہنچنے کے بعد یہ تو طے ہوگیا کہ جس طرح خدا کی عبادت ہوتی ہے اسی طرح شیطان کی بھی عبادت ہوتی ہے۔ لیکن پتہ کیسے چلے کہ انسانوں کے درمیان کون خدا کا بندہ ہے اور کون شیطان کا بندہ ہے؟ اگر یہ معلوم کرنا ہو تو اذان کے وقت دیکھ لو، اگر اللہ کے بلانے پہ چلا جائے تو اللہ کا بندہ ہے، اگر ٹس سے مس نہ ہو تو سمجھ لو کہ شیطان کا بندہ ہے؛ اسی طرح اگر عبادت خانہ میں نظر آئے تو خدا کا بندہ ہے اور اگر شراب خانہ میں نظر آئے تو سمجھ لینا کہ یہ شیطان کا بندہ ہے؛ صلح اور اتحاد کی راہ پر نظر آئے تو اللہ کا بندہ ہے اور اگر لڑائی جھگڑے، قطع رحمی وغیرہ میں نظر آئے تو سمجھ لینا کہ وہ شیطان کا بندہ ہے؛ پردہ میں نظر آئے تو شہزادی کی کنیز ہے اور اگر بغیر پردہ کے نظر آئے تو سمجھ لینا شیطان کی لونڈی ہے۔

❀❀❀

﴿شیطان کے شر سے پناہ مانگنا﴾

قرآن کریم میں متعدّد مقامات پر خداوند عالم نے شیطان سے پناہ مانگنے کی دعوت دی ہے کہ شیطان سے خود کو بھی بچاؤ، اپنے اہل و عیال کو بھی بچاؤ، اپنے عزیز اور رشتہ داروں کو بھی بچاؤ نیز ہر وقت اس کے شر سے پناہ مانگتے رہو۔

خداوند کریم سورہ نحل کی آیت ۹۸ سے آیت ۱۰۰ تک ارشاد فرماتا ہے: " فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ، اِنَّمَا سُلْطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَہٗ وَ الَّذِیْنَ ھُمْ بِہٖ مُشْرِکُوْنَ" جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو راندہ درگاہِ الٰہی یعنی شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ شیطان کو یقیناً ان لوگوں پر کوئی بالادستی حاصل نہ ہوگی جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ شیطان کی بالادستی تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اسے اپنا سرپرست بناتے ہیں اور اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

تفسیر آیات

"عَنْ أَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ أَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ: قُلْتُ لَہُ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، إِنَّہُ لَیْسَ لَہُ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ فَقَالَ یَا أَبَا مُحَمَّدٍ! یُسَلَّطُ وَ اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِ عَلٰی بَدَنِہِ وَ لَا یُسَلَّطُ عَلٰی دِیْنِہِ قَدْ سُلِّطَ عَلٰی أَیُّوْبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَشَوَّہَ خَلْقَہُ وَلَمْ یُسَلَّطْ عَلٰی دِیْنِہِ وَ قَدْ یُسَلَّطُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی أَبْدَانِہِمْ

وَلَا یُسَلَّطُ عَلَیٰ دِیْنِهِمْ قُلْتُ لَهُ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ: إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُوْنَ قَالَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاللهِ مُشْرِكُوْنَ يُسَلَّطُ عَلَىٰ أَبْدَانِهِمْ وَ عَلَىٰ أَدْيَانِهِمْ " ابوبصیر کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: جب ہم قرآن پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے، بے شک اس کا کوئی زور ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو محمد! اللہ کی قسم! شیطان مومن کے جسم پر مسلط ہو سکتا ہے، لیکن اس کے دین پر مسلط نہیں ہو سکتا۔ ایوب علیہ السلام پر بھی مسلط ہوا تو ان کے جسم کو بگاڑ دیا لیکن ان کے دین پر قابو نہ پاسکا۔ اسی طرح کچھ مؤمنین پر ان کے بدن کے اعتبار سے مسلط کیا جاتا ہے، مگر ان کے دین پر نہیں۔

میں نے عرض کیا: اللہ عزوجل کا فرمان ہے: اس کا تسلط صرف ان پر ہے جو اس کو اپنا دوست بناتے ہیں اور جو اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، شیطان ان کے جسموں پر بھی قابو پالیتا ہے اور ان کے دین پر بھی۔[1]

◄ اس روایت سے امام علیہ السلام یہ بتا رہے ہیں کہ مؤمن کا دین شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے، اگرچہ شیطان اس کو جسمانی اذیت دیتا ہے!۔ جبکہ مشرکین اور اللہ سے منھ موڑنے والے شیطان کے مکمل اختیار میں آجاتے ہیں، ان کے جسم اور دین دونوں پر اس کا تسلط ہو جاتا ہے۔

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج۶۰، ص۲۶۴۔

ایک روایت میں اس انداز سے نقل ہوا ہے: "عَنْ سَمَاعَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي قَوْلِ اللهِ: فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، قُلْتُ كَيْفَ أَقُولُ؟ قَالَ تَقُولُ أَسْتَعِيذُ بِالسَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، قَالَ إِنَّ الرَّجِيمَ أَخْبَثُ الشَّيَاطِينِ قُلْتُ لِمَ يُسَمَّى الرَّجِيمَ قَالَ لِأَنَّهُ يُرْجَمُ قُلْتُ فَمَا يَنْفَلِتُ مِنْهَا شَيْءٌ قَالَ لَا قُلْتُ فَكَيْفَ سُمِّيَ الرَّجِيمَ وَ لَمْ يُرْجَمْ بَعْدُ قَالَ يَكُونُ فِي الْعِلْمِ أَنَّهُ رَجِيمٌ" سماعة کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا: ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے۔

میں نے عرض کیا: مولا! میں کس طرح کہوں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: یوں کہو: "أَسْتَعِيذُ بِالسَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی جو سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے، اس شیطان مردود سے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا "رجیم" سب شیاطین میں سب سے خبیث ہے۔ میں نے عرض کیا: اسے رجیم کیوں کہا گیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کیونکہ وہ رجم کیا (مارا) جاتا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا وہ اس (رجم) سے بچ نکلتا ہے؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: پھر اسے "رجیم" کیوں کہا گیا جبکہ ابھی وہ رجم میں واقع نہیں ہوا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ اللہ کے علم میں تھا کہ وہ رجیم ہے (یعنی لازماً رجم ہوگا، اسی لئے یہ نام دیا گیا)۔[1]

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۶۰، ص ۲۵۵۔

◄ اس روایت سے واضح ہوا کہ قرآن کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے "أَعُوذُ" کہنا واجب یا مستحب مؤکد ہے۔ مستحب الفاظ امام صادقؑ نے یوں تعلیم فرمائے: أَسْتَعِيذُ بِالسَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ رجیم: شیطان کا خاص لقب ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ کے عذاب اور رجم کا نشانہ ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت کا آغاز کرو تو شیطان کے شر سے پناہ مانگو، آخر شیطان کو تلاوت کی ابتدا ہی میں کیوں یاد کیا جا رہا ہے؟ اس کی پناہ سے بچنے کے لئے کیوں کہا جا رہا ہے؟ اس لئے کہ جب ہمیں یہ یاد رہے گا کہ پروردگار کی نافرمانی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے تو ہم احکام کی تلاوت کرتے ہوئے، اس کی باتوں کو پڑھتے ہوئے، اپنے آپ کو بھی اس کی نافرمانی سے بچا لے جائیں گے۔

شیطان سے پناہ طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں یہ یاد رہنا چاہئے کہ اس کی نافرمانی کرنے سے اس کی بارگاہ سے نکال دیئے جاتے ہیں؛ آج اگر کچھ لوگ مساجد میں نظر نہیں آ رہے ہیں، کسی نیک کام میں نظر نہیں آ رہے ہیں تو وہ یہ سوچ لیں کہ کہیں انہیں پروردگار نے اپنی بارگاہ سے تو نہیں نکال دیا!!۔

شیطان سب سے زیادہ جس چیز سے خوفزدہ ہے وہ قرآن ہے کہ انسان اس سے ہدایت حاصل نہ کرنے پائے۔ لہٰذا قرآن پڑھتے وقت توجہ رہنی چاہئے کہ قرآنی معانی و مطالب کے بارے میں شیطان انسان کو شکوک و شبہات اور وسوسوں کے ذریعہ چشمہ ہدایت سے محروم نہ کر دے!۔ اگر انسان قرآن سے ہدایت حاصل نہ کر سکا تو ہدایت حاصل کرنے کا کوئی اور موقع میسر نہیں آئے گا۔ صرف اعوذ باللہ کہہ دینا کافی نہیں بلکہ دل و جان سے اللہ کی پناہ میں جانا چاہئے۔ پھر قرآن کے مطالب و مباحث کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

❀ ❀ ❀

﴿گھر میں تلاوت قرآن کا محشر میں اثر﴾

تلاوت قرآن کریم کے بہت زیادہ فوائد ہیں، مثلاً جس گھر میں تلاوت قرآن ہو اس میں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے، اچھی روحیں آتی ہیں، خیر و برکت نازل ہوتی ہے اور اس کے فوائد صرف دنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ محشر میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے فائدے نظر آئیں گے۔

ایک روایت میں اس انداز سے منقول ہے: "عَنِ ابْنِ الْقَدَّاحِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ، قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ الْبَيْتُ الَّذِي يُقْرَأُ فِيهِ الْقُرْآنُ وَ يُذْكَرُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ تَكْثُرُ بَرَكَتُهُ وَ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ وَ تَهْجُرُهُ الشَّيَاطِينُ وَ يُضِيءُ لِأَهْلِ السَّمَاءِ كَمَا تُضِيءُ الْكَوَاكِبُ لِأَهْلِ الْأَرْضِ وَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي لَا يُقْرَأُ فِيهِ الْقُرْآنُ وَ لَا يُذْكَرُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِيهِ تَقِلُّ بَرَكَتُهُ وَ تَهْجُرُهُ الْمَلَائِكَةُ وَ تَحْضُرُهُ الشَّيَاطِينُ" ابن قداح نے حضرت ابو عبداللہؑ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: جس گھر میں قرآن پڑھا جائے گا اور ذکر خدا کیا جائے گا، اس میں برکت زیادہ ہوگی، ملائکہ موجود ہوں گے، شیاطین دور رہیں گے، وہ گھر اہل آسمان کے لئے اس طرح چمکے گا جیسے اہل زمیں کے لئے ستارے اور جس گھر میں قرآن نہ پڑھا جائے گا اس کی برکت کم ہو جائے گی، ملائکہ اس گھر کو چھوڑ دیں گے اور شیاطین گھس جائیں گے۔[1]

---

[1]۔ الکافی، کلینی، ج۲، ص ۶۱۰۔

ایک روایت اس انداز سے نقل ہوئی ہے: "عَنِ ابْنِ مَحْبُوْبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ علیہ السلام قَالَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ قَائِماً فِيْ صَلَاتِهِ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ مِائَةَ حَسَنَةٍ وَ مَنْ قَرَأَهُ فِيْ صَلَاتِهِ جَالِساً كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ خَمْسِيْنَ حَسَنَةً وَمَنْ قَرَأَهُ فِيْ غَيْرِ صَلَاتِهِ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرَ حَسَنَاتٍ"

ابن محبوب سے منقول ہے کہ عبد اللہ ابن سنان نے معاذ ابن مسلم سے روایت کی، انہوں عبد اللہ ابن سلیمان سے نقل کیا کہ ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے جو فرمایا: جو کوئی نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھے ہر حرف کے بدلہ اس کو سو حسنات ملیں گے، جو اپنی نماز میں بیٹھ کر قرآن پڑھے گا تو ہر حرف کے بدلہ پچاس نیکیاں ملیں گی اور جو نماز کے علاوہ پڑھے گا تو ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔

ایک روایت اس انداز سے آئی ہے: "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْكَانَ عَنْ يَعْقُوْبَ الْأَحْمَرِ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِيْ عَبْدِ اللهِ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنَّهُ أَصَابَتْنِيْ هُمُوْمٌ وَ أَشْيَاءُ لَمْ يَبْقَ شَيْءٌ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا وَ قَدْ تَفَلَّتَ مِنِّيْ مِنْهُ طَائِفَةٌ حَتَّى الْقُرْآنُ لَقَدْ تَفَلَّتَ مِنِّيْ طَائِفَةٌ مِنْهُ قَالَ فَفَزِعَ عِنْدَ ذٰلِكَ حِيْنَ ذَكَرْتُ الْقُرْآنَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْسَى السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ فَتَأْتِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى تُشْرِفَ عَلَيْهِ مِنْ دَرَجَةٍ مِنْ بَعْضِ الدَّرَجَاتِ فَتَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ فَيَقُوْلُ وَ عَلَيْكِ السَّلَامُ مَنْ أَنْتِ فَتَقُوْلُ أَنَا سُوْرَةُ كَذَا وَ كَذَا ضَيَّعْتَنِيْ وَ تَرَكْتَنِيْ أَمَا لَوْ تَمَسَّكْتَ بِيْ بَلَغْتُ بِكَ هٰذِهِ الدَّرَجَةَ ثُمَّ أَشَارَ بِإِصْبَعِهِ ثُمَّ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ فَتَعَلَّمُوْهُ فَإِنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَعَلَّمُ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ فُلَانٌ قَارِئٌ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَتَعَلَّمُهُ فَيَطْلُبُ بِهِ الصَّوْتَ فَيُقَالُ فُلَانٌ حَسَنُ

الصَّوْتِ وَ لَيْسَ فِي ذَلِكَ خَيْرٌ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَتَعَلَّمُهُ فَيَقُومُ بِهِ فِي لَيْلِهِ وَ نَهَارِهِ لَا يُبَالِي مَنْ عَلِمَ ذَلِكَ وَ مَنْ لَمْ يَعْلَمْهُ" راوی کہتا ہے میں نے حضرت ابو عبد اللہؑ سے کہا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں، رنج و غم سے دوچار ہوں اور قرض کی پریشانی نے یہ حال کر دیا ہے کہ مستحباب کا بڑا جز ترک ہو گیا ہے یہاں تک کہ قرآن بھی پوری طرح نہیں پڑھا جاتا؛ یہ سن کر امام پر اضطراب لاحق ہوا پھر فرمایا: ایک شخص جس نے قرآن یاد کر کے بھلا دیا ہے روز قیامت اس کے پاس ایک سورہ آئے گا اور کسی بلند درجہ پر سے کہے گا: سلام ہو تم پر، وہ جواب میں کہے گا تجھ پر بھی سلام ہو، تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں فلاں سورہ، تو نے پڑھ کر مجھے چھوڑ دیا؛ اگر تو مجھے برابر پڑھتا رہتا اور ترک نہ کرتا تو میں تجھے اس بلند درجہ تک پہنچا دیتا، پھر حضرتؑ نے اپنی انگلی سے بلند درجہ کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا: لوگ قرآن کو مختلف نیتوں سے پڑھتے ہیں بعض اس لئے کہ قاری صاحب کہلائے جائیں، بعض اس لئے کہ خوش آواز بنیں اور محفلوں میں پڑھ کر روپیہ حاصل کریں لیکن ان صورتوں میں کوئی نیکی نہیں اور کچھ لوگ اس لئے یاد کرتے ہیں کہ رات دن اس کی تلاوت کریں اور اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ کسی نے جانا یا نہ جانا۔[1]

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: " عَنِ ابْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ يَقُولُ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا كَانَ يَعْلَمُ السُّورَةَ ثُمَّ نَسِيَهَا أَوْ تَرَكَهَا وَ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَشْرَفَتْ عَلَيْهِ مِنْ فَوْقٍ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَتَقُولُ تَعْرِفُنِي فَيَقُولُ لَا فَتَقُولُ أَنَا سُورَةُ كَذَا وَ كَذَا لَمْ تَعْمَلْ بِي وَ تَرَكْتَنِي أَمَا وَ اللهِ لَوْ

---

[1]۔ الکافی، کلینی، ج ۲، ص ۶۰۸۔

عَمِلْتَ بِیْ لَبَلَغْتُ بِكَ هٰذِهِ الدَّرَجَةَ وَ أَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَىٰ فَوْقِهَا" میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے سنا کہ اگر کوئی شخص قرآن کی ایک آیت یاد کر کے اسے بھول جاتا ہے یا ترک کر دیتا ہے تو جس وقت وہ داخل جنت ہوگا اس کے سر پر ایک خوبصورت پیکر یہ کہتا ہوا نظر آئے گا کہ تو نے مجھے پہچانا نہیں؟ وہ کہے گا نہیں، تو وہ جواب دے گا کہ میں فلاں سورہ ہوں، تو نے مجھے جاری نہ رکھا اور پڑھنا ترک کر دیا۔ خدا کی قسم! اگر تو عمل کرتا تو میرے ساتھ آج اس مقام پر ہوتا اور اپنے ہاتھ کے اشارہ سے اوپر کی منزل کو بتائے گا۔[1]

❀ ❀ ❀

[1]۔ الکافی، کلینی، ج۲، ص۶۰۸۔

﴿ہر حال میں تلاوتِ قرآن﴾

قرآن کریم کی تلاوت ہر حال میں کرنا چاہئے کیونکہ قرآن شفا ہے، شفا کی چیزیں رکھنے کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ استعمال کرنے کے لئے ہوتی ہیں؛ اگر ڈاکٹر کے پاس جائیں، اس سے دوا لیکر لائیں اور طاق پر رکھ دیں، اسے استعمال کریں تو کیا شفا کی امید کی جاسکتی ہے؟ کیا ہمارا مرض دور ہو سکتا ہے؟ مثال کے طور پر ہمارا بچہ بیمار ہو، اس کے لئے ڈاکٹر سے دوائی لیکر آئیں اور بچہ کی پہنچ سے دور بلندی پر رکھ دیں، وقت پر اسے دوائی نہ دے پائیں، دوبارہ ڈاکٹر کے پاس جائیں کہ ڈاکٹر صاحب بچہ کو کچھ فائدہ نہیں ہوا! ڈاکٹر پوچھے گا کہ دوائی وقت پر پلائی تھی؟ ہم جواب دیں گے: نہیں ڈاکٹر صاحب بچہ سے بچا کر بلندی پہ رکھی تھی، وہیں رکھ کر بھول گئے، بچہ کو دوائی وقت پر نہیں پلا پائے! ڈاکٹر جواب دے گا: وہ دوائی میں نے رکھنے کے لئے نہیں دی تھی بلکہ استعمال کرنے کے لئے دی تھی؛ جب آپ نے بچہ کو وقت پر دوائی نہیں پلائی تو شفا کی امید کیسے کر رہے ہیں!۔

مولا علی علیہ السلام نے دعائے کمیل میں فرمایا: "يَا مَنِ اسْمُهُ دَوَاءٌ، وَذِكْرُهُ شِفَاءٌ، وَطَاعَتُهُ غِنًى" اے وہ جس کا نام دوا، جس کا ذکر شفا اور اطاعت تونگری ہے۔ دوا کی مانند دعا بھی دعا رکھنے کے لئے نہیں بلکہ تلاوت کے لئے ہوتی ہے؛ قرآن بھی شفا ہے لہٰذا رکھنے کے لئے نہیں بلکہ تلاوت کرکے شفا حاصل کرنے کے لئے ہے۔

ایک بوڑھی عورت مسجد کے سامنے بھیک مانگتی تھی۔ ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ کا کوئی بیٹا کمانے کے قابل نہیں ہے ؟ اس بوڑھی عورت نے کہا کہ ہے؛ یہ سن کر اس شخص نے کہا: پھر آپ یہاں کیوں بھیک مانگ رہی ہیں ؟

بوڑھی عورت نے کہا: میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے۔ میرا بیٹا نوکری کے لئے بیرون ملک گیا ہے۔ جاتے ہوئے اخراجات کے لئے مجھے کچھ رقم دے کر گیا تھا، وہ خرچ ہو گئی ہے، اسی وجہ سے میں بھیک مانگ رہی ہوں۔

اس شخص نے پوچھا: کیا آپ کا بیٹا آپ کو کچھ نہیں بھیجتا ؟ بوڑھی عورت نے کہا: میرا بیٹا ہر ماہ رنگارنگ کاغذ بھیجتا ہے، جسے میں گھر میں دیوار پر چپکا کر رکھتی ہوں۔

وہ شخص اس کے گھر گیا اور دیکھا کہ دیوار پر بینک کے ۶۰ ڈرافٹ چسپاں کر دیئے گئے ہیں۔ ہر ڈرافٹ ۵۰،۰۰۰ روپے کا تھا۔ تعلیم یافتہ نہ ہونے کی وجہ سے، وہ عورت نہیں جانتی تھی کہ اس کے پاس کتنی دولت ہے۔

اس شخص نے اسے ڈرافٹ کی اہمیت سمجھا دی تو وہ عورت بہت خوش بھی ہوئی، حیران بھی ہوئی اور پریشان بھی ہوئی کہ دولت ہوتے ہوئے بھی وہ بھیک مانگتی رہی ہے! ہماری حالت بھی اس بوڑھی عورت کی طرح ہے: ہمارے پاس قرآن ہے اور ہم اسے اپنے منھ سے چومتے ہیں، ماتھے سے لگا کر اپنے گھر میں رکھتے ہیں لیکن ہم اس کا فائدہ صرف اس صورت میں اٹھا سکیں گے جب ہم اسے پڑھیں گے۔ اس کے معنی اور تفسیر کو سمجھیں گے اور اس کو اپنی عملی زندگی میں لے آئیں گے۔

اگر ہم ایسا کریں گے تو ان شاء اللہ ہماری دنیا اور اس کے بعد کی زندگی دونوں بہتر ہو جائیں گی۔ ہمارے پاس بہت بڑا خزانہ موجود ہے لیکن ہماری جہالت کی وجہ سے

اس میں چھپے انعامات سے ہم آج تک محروم ہیں، اللہ پاک ہم سب کو قرآن پاک کی عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿عظمتِ قرآنِ کریم﴾

انقلاب آج جو لانا ہے تو قرآن پڑھو
سوئی قوموں کو جگانا ہے تو قرآن پڑھو
طاق پر رکھنے سے آتی نہیں گھر میں روزی
رزق اللہ سے پانا ہے تو قرآن پڑھو
دلنشیں ہوتی ہے اسلام کی سچی تعلیم
دوست دشمن کو بنانا ہے تو قرآن پڑھو
عزت نفس ہوا کرتی ہے اس سے محفوظ
اپنا معیار بڑھانا ہے تو قرآن پڑھو
آج بیداری اسلامی کی تحریکوں میں
زندہ کردار نبھانا ہے تو قرآن پڑھو
صرف تقریروں سے وحدت نہیں ہوگی قائم
حق کا پیغام سنانا ہے تو قرآن پڑھو
حق پرستوں کو ہے نیزہ سے یہ پیغامِ حسین
مائلِ ظلم زمانہ ہے تو قرآن پڑھو
اے شفیعؔ، اہل زمانہ کے دلوں پر اپنا
سکہ علم بٹھانا ہے تو قرآن پڑھو

❁❁❁

جب کبھی نوک نیزہ پر امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر سے تلاوت قرآن کریم کی آواز آنے کی بات ہوتی ہے تو بہت سے کم عقیدت لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ آئیے ایسے لوگوں کو قران مجید کی آیات کے ذریعہ مطمئن کیا جائے، سورہ یٰسٓ کی آیت ۶۵ میں ارشاد ہوا: "اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "آج (وہ دن ہے کہ) ہم ان کے منہ پر مہر لگا رہے ہیں (آج وہ منہ سے نہیں بولیں گے بلکہ) ان کے ہاتھ بولیں گے، ان کے پاؤں گواہی دیں گے اس بارے میں جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔

جب ایک گنہگار انسان کے ہاتھ بول سکتے ہیں، اس کے پیر گواہی دے سکتے ہیں تو وہ سراپا ہدایت، وہ فاطمہ زہرا کا فرزند ارجمند، وہ نبی کا نواسہ، اگر نوک نیزہ پہ تلاوت کرنے لگے تعجب کی کون سی بات ہے! جس کے بابا نے دنیا میں آتے ہی قرآن کریم کی تلاوت کی تھی، اس نے دنیا سے جاتے ہوئے قرآن کریم سنا کر بتا دیا کہ میرے نانا نے کہا تھا کہ میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں قرآن واہل بیت، یہ حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے، تم تلوار اور نیزوں سے کاٹ کر یہ سمجھتے ہو کہ جدا ہو جائیں گے!۔

مولاؑ نے کٹے ہوئے سر سے تلاوت کر کے پیغام دیا کہ ہم شہادت کے بعد بھی قرآن کریم کو فراموش نہیں کرتے لیکن تم اپنی زندگی میں ہی فراموش کر رہے ہو!۔

﴾تلاوتِ قرآن کی فضیلت﴿

نبی قرآن پڑھتے ہیں علی قرآن پڑھتے ہیں
خدا کے جتنے عاشق ہیں سبھی قرآن پڑھتے ہیں
خدا جانے کلام پاک سے کتنی محبت ہے
کٹے سر سے حسین ابن علی قرآن پڑھتے ہیں

یا ایک شاعر نے اس طرح کہا:

لاکھوں یزیدی ہاتھ میں لے کر اپنے خنجر ہار گئے
لے نہ سکے شبیر سے بیعت آخر تھک کر ہار گئے
کرب و بلا میں دشمن دیں شبیر سے لڑ کر ہار گئے
جیت گئے تھے کاٹ کے سر نیزے پہ چڑھا کر ہار گئے

❀❀❀

﴿قرآن کے سوروں کے فوائد﴾

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت کے ثواب سے متعلق متعدّد روایات موجود ہیں کہ تلاوت کرنے کے کتنے فوائد ہیں! مزید برآن قرآن کریم کے الگ الگ سوروں کی الگ الگ فضیلت بھی بیان ہوئی ہے جن میں سے کچھ سوروں کی عظمت اور اس کے فوائد کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

سورہ نور کی فضیلت میں ایک روایت اس طرح نقل ہوئی ہے: "بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْمُؤْمِنِ عَنِ ابْنِ مُسْكَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: حَصِّنُوْا أَمْوَالَكُمْ وَ فُرُوْجَكُمْ بِتِلَاوَةِ سُورَةِ النُّوْرِ وَ حَصِّنُوا بِهَا نِسَاءَكُمْ، قَالَ مَنْ أَدْمَنَ قِرَاءَتَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ أَوْ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ يَزْنِ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ أَبَداً حَتَّى يَمُوْتَ فَإِذَا هُوَ مَاتَ شَيَّعَهُ إِلَى قَبْرِهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يَدْعُوْنَ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ اللهَ لَهُ حَتَّى يُدْخَلَ فِيْ قَبْرِهِ" حسن سے روایت ہے کہ ابو عبد اللہ مومن نے ابن مسکان سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپؑ نے فرمایا: "اپنے اموال، اپنی شرمگاہوں اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تلاوت کے ذریعہ محفوظ کرو۔ جو شخص ہر روز یا ہر شب میں سورۂ نور کی تلاوت کو اپنا معمول بنالے تو اس کے گھرانے میں کوئی بھی فرد کبھی زنا نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ شخص وفات پاجائے اور جب وہ مرے گا تو ستر ہزار فرشتے اس کے جنازہ کے ساتھ اس کی قبر تک جائیں گے، سب کے سب اس کے لئے دعا و استغفار کریں گے یہاں تک کہ وہ اپنی قبر میں داخل ہوجائے۔[1]

[1]۔ ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ج۱، ص۱۰۹۔

سورہ فجر کی فضیلت میں ایک روایت اس انداز سے آئی ہے: "بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ صَنْدَلٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ فَرْقَدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: اِقْرَءُوْا سُورَةَ الْفَجْرِ فِيْ فَرَائِضِكُمْ وَ نَوَافِلِكُمْ فَإِنَّهَا سُورَةٌ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ قَرَأَهَا كَانَ مَعَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ دَرَجَتِهِ مِنَ الْجَنَّةِ ؛ إِنَّ اللهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ "حسن نے صندل سے انہوں نے داؤد بن فرقد سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اپنی واجب اور مستحب نمازوں میں سورۂ فجر کی تلاوت کیا کرو، کیونکہ یہ سورہ حسین بن علی علیہما السلام کے لئے ہے۔ جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا وہ قیامت کے دن امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ان کے درجہ میں جنت میں رہے گا، بے شک اللہ عزت والا اور حکمت والا ہے۔[1]

سورہ رحمٰن کی فضیلت میں اس طرح روایت آئی ہے: " بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: لَا تَدَعُوْا قِرَاءَةَ سُورَةِ الرَّحْمٰنِ وَ الْقِيَامَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَقِرُّ فِيْ قُلُوْبِ الْمُنَافِقِيْنَ وَ يَأْتِي بِهَا رَبُّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ صُوْرَةِ آدَمِيٍّ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ وَ أَطْيَبِ رِيْحٍ حَتَّى يَقِفَ مِنَ اللهِ مَوْقِفاً لَا يَكُوْنُ أَحَدٌ أَقْرَبَ إِلَى اللهِ مِنْهَا فَيَقُوْلُ لَهَا مَنِ الَّذِيْ كَانَ يَقُوْمُ بِكِ فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا يُدْمِنُ قِرَاءَتَكِ فَتَقُوْلُ يَا رَبِّ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ فَتَبْيَضُّ وُجُوهُهُمْ فَيَقُوْلُ لَهُمْ اِشْفَعُوْا فِيمَنْ أَحْبَبْتُمْ فَيَشْفَعُوْنَ حَتَّى لَا يَبْقَى لَهُمْ غَايَةٌ وَ لَا أَحَدٌ يَشْفَعُوْنَ لَهُ

[1]۔ ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ج۱، ص ۱۲۳۔

فَيَقُوْلُ لَهُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ اسْكُنُوا فِيهَا حَيْثُ شِئْتُمْ "حسن نے اپنے والد سے انہوں نے ابو بصیر سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سورۂ رحمٰن کی تلاوت اور اس پر قائم رہنے کو کبھی ترک نہ کرو کیونکہ یہ سورہ منافقین کے دلوں میں قرار نہیں پاتا اور قیامت کے دن یہ اپنے رب کے پاس ایک انسانی شکل میں، سب سے خوبصورت صورت اور سب سے خوشبودار خوشبو کے ساتھ آئے گا، یہاں تک کہ اللہ کے قریب ایک ایسے مقام پر کھڑا ہوگا جہاں کوئی اور اس سے زیادہ قریب نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: کون تھا جو دنیا کی زندگی میں تیرے ساتھ قیام کرتا تھا اور تیری تلاوت کو ہمیشہ اپنے معمول میں رکھتا تھا؟ وہ سورہ جواب دے گا: پروردگار! فلاں اور فلاں۔ چنانچہ ان کے چہرے سفید اور روشن ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: تم جس کی چاہو شفاعت کرو۔ وہ شفاعت کریں گے یہاں تک کہ ان کی شفاعت کی کوئی حد باقی نہ رہے اور نہ کوئی باقی بچے جس کے لئے وہ شفاعت کرنا چاہیں۔ پھر اللہ ان سے فرمائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ اور جہاں چاہو وہاں سکونت اختیار کرو۔[1]

سورہ یٰس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ایک روایت اس انداز سے منقول ہے:

"بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي نَصْرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْباً وَ إِنَّ قَلْبَ الْقُرْآنِ يس وَ مَنْ قَرَأَهَا قَبْلَ أَنْ يَنَامَ أَوْ فِي نَهَارِهِ قَبْلَ أَنْ يَمْشِيَ كَانَ فِي نَهَارِهِ مِنَ الْمَحْفُوظِينَ وَ الْمَرْزُوقِينَ حَتَّى يُمْسِيَ وَ مَنْ قَرَأَهَا فِي لَيْلِهِ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ

[1] ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ج۱، ص۱۱۶۔

وَكَّلَ اللهُ بِهِ أَلْفَ مَلَكٍ يَحْفَظُونَهُ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ وَ مِنْ كُلِّ آفَةٍ وَ إِنْ مَاتَ فِي يَوْمِهِ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ وَ حَضَرَ غُسْلَهُ ثَلاَثُونَ أَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ وَ يُشَيِّعُونَهُ إِلَى قَبْرِهِ بِالاِسْتِغْفَارِ لَهُ فَإِذَا دَخَلَ فِي لَحْدِهِ كَانُوا فِي جَوْفِ قَبْرِهِ يَعْبُدُونَ اللهَ وَ ثَوَابُ عِبَادَتِهِمْ لَهُ وَ فُسِحَ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ وَ أُومِنَ مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ وَ لَمْ يَزَلْ لَهُ فِي قَبْرِهِ نُورٌ سَاطِعٌ إِلَى عَنَانِ السَّمَاءِ إِلَى أَنْ يُخْرِجَهُ اللهُ مِنْ قَبْرِهِ فَإِذَا أَخْرَجَهُ لَمْ تَزَلْ مَلاَئِكَةُ اللهِ يُشَيِّعُونَهُ وَ يُحَدِّثُونَهُ وَ يَضْحَكُونَ فِي وَجْهِهِ وَ يُبَشِّرُونَهُ بِكُلِّ خَيْرٍ حَتَّى يُجَوِّزُونَهُ عَلَى الصِّرَاطِ وَ الْمِيزَانِ وَ يُوقِفُونَهُ مِنَ اللهِ مَوْقِفاً لاَ يَكُونُ عِنْدَ اللهِ خَلْقاً أَقْرَبَ مِنْهُ إِلَّا مَلاَئِكَةُ اللهِ الْمُقَرَّبُونَ وَ أَنْبِيَاؤُهُ الْمُرْسَلُونَ وَ هُوَ مَعَ النَّبِيِّينَ وَاقِفٌ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ لاَ يَحْزَنُ مَعَ مَنْ يَحْزَنُ وَ لاَ يَهُمُّ مَعَ مَنْ يَهُمُّ وَ لاَ يَجْزَعُ مَعَ مَنْ يَجْزَعُ، ثُمَّ يَقُولُ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى اِشْفَعْ عَبْدِي أُشَفِّعْكَ فِي جَمِيعِ مَا تَشْفَعُ وَ سَلْنِي أُعْطِكَ عَبْدِي جَمِيعَ مَا تَسْأَلُ فَيَسْأَلُ فَيُعْطَى وَ يَشْفَعُ وَ لاَ يُحَاسَبُ فِيمَنْ يُحَاسَبُ وَ لاَ يُوقَفُ مَعَ مَنْ يُوقَفُ وَ لاَ يَذِلُّ مَعَ مَنْ يَذِلُّ وَ لاَ يُكْتَبُ بِخَطِيئَةٍ وَ لاَ بِشَيْءٍ مِنْ سُوءِ عَمَلِهِ وَ يُعْطَى كِتَاباً مَنْشُوراً حَتَّى يَهْبِطَ مِنْ عِنْدِ اللهِ فَيَقُولُ النَّاسُ بِأَجْمَعِهِمْ سُبْحَانَ اللهِ مَا كَانَ لِهَذَا الْعَبْدِ مِنْ خَطِيئَةٍ وَاحِدَةٍ وَ يَكُونُ مِنْ رُفَقَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ "حسن نے حسین بن ابی العلاء سے انہوں نے ابونصر سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی کہ آپؑ نے فرمایا: بیشک ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰس ہے۔ جو شخص اسے سونے سے پہلے یا دن میں چلنے پھرنے سے پہلے (یعنی نمازِ صبح کے فوراً بعد، مصلّٰی

سے اٹھنے سے پہلے) پڑھ لے، وہ دن بھر اللہ کی حفاظت میں اور روزی پانے والوں میں سے ہوگا یہاں تک کہ شام ہوجائے۔ جو رات کو سونے سے پہلے اسے پڑھے، اللہ اس پر ایک ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے جو اسے ہر شیطانِ رجیم اور ہر آفت سے بچاتے ہیں۔ اگر وہ اس دن فوت ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرماتا ہے۔ اس کے مردار کو غسل دیتے وقت تیس ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں، سب اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور قبر تک استغفار کرتے ہوئے اس کی تشییع جنازہ کرتے ہیں۔ جب وہ قبر میں داخل ہوتا ہے تو یہ فرشتے اس کی قبر کے اندر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی عبادت کا ثواب اس میت کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اس کی قبر کو آنکھوں کی حد تک کشادہ کر دیا جاتا ہے، قبر کے دباؤ سے امن وامان دیا جاتا ہے اور قبر میں ایک نور روشن ہوتا ہے جو آسمان تک بلند رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قبر سے اٹھایا جائے۔ جب وہ قبر سے نکالا جاتا ہے تو اللہ کے فرشتے برابر اس کے ساتھ رہتے ہیں، اس سے بات کرتے ہیں، اس کے چہرہ کو دیکھ کر مسکراتے ہیں اور ہر طرح کی بشارت دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ پل صراط اور میزان عدل کو بھی کامیابی سے طے کر لیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور اس کو اس مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے جہاں اس کے قریب کوئی مخلوق نہیں ہوتی سوائے مقرب ملائکہ اور انبیاء و مرسلین کے؛ وہ اللہ کے حضور انبیاء کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے، نہ ان کے ساتھ رنجیدہ ہوتا ہے جو رنجیدہ ہیں، نہ پریشان ہوتا ہے، نہ گھبراتا ہے، نہ ذلیل ہوتا ہے۔

پھر رب تبارک و تعالیٰ اس سے فرماتا ہے: میرے بندہ! شفاعت کر، تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔ سوال کر، تجھے دیا جائے گا۔ وہ سوال کرتا ہے تو اسے عطا

کیا جاتا ہے، وہ شفاعت کرتا ہے تو اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ اسے حساب و کتاب کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، نہ ہی اس کو مجرموں کے ساتھ روکا جاتا ہے، نہ ذلیل ہوتا ہے، نہ ہی اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ یا برائی لکھی جاتی ہے بلکہ اسے کھلا ہوا صحیفہ دیا جاتا ہے۔ جب وہ اللہ کے پاس سے نیچے اترتا ہے تو سب لوگ تعجب سے کہتے ہیں: سبحان اللہ! اس بندہ نے تو ایک گناہ بھی نہیں کیا۔ وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیقوں میں شامل ہو جاتا ہے۔[1]

❀ ❀ ❀

[1]۔ ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، ج۱، ص۱۱۰۔

﴾بلعم باعور کا قصّہ﴿

قرآنِ کریم میں متعدّد مقامات پر بلکہ زیادہ تر خداوندعالم نے واقعات بیان کئے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ بندگانِ خدا عبرت حاصل کریں انہی واقعات میں سے ایک واقعہ بلعم باعور کا بھی ہے۔

سورہ اعراف آیت ۱۷۵ سے ۱۷۷ تک اس طرح ارشاد ہوتا ہے: "وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ؛ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ؛ سَآءَ مَثَلَا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ" اور انہیں اس شخص کا حال سنا دیجئے جسے ہم نے اپنی آیات دیں مگر وہ انہیں چھوڑ نکلا پھر شیطان نے اس کا پیچھا کیا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اگر ہم چاہتے تو ان (آیات) کے طفیل اس کا رتبہ بلند کرتے لیکن اس نے تو اپنے آپ کو زمین بوس کر دیا اور اپنی نفسانی خواہش کا تابعدار بن گیا!، لہٰذا اس کی مثال اس کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تم اس پر حملہ کرو تو بھی زبان لٹکائے رہے اور چھوڑ دو تو بھی زبان لٹکائے رکھے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں، پس آپ انہیں یہ حکایتیں سنا دیجئے کہ شاید وہ فکر کریں۔ بدترین مثال ان لوگوں کی ہے جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں اور خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں۔

تفسیر آیات

شان نزول: تفسیر قمی میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: بلعم باعور کو اسم اعظم کا علم دیا گیا تھا، جس سے اس کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ وہ فرعون کی طرف مائل ہونا شروع ہو گیا۔ جب فرعون موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کی طلب میں نکلا تو فرعون نے بلعم سے کہا: موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کے خلاف یہ دعا کرو کہ ان کا راستہ بند کر دیا جائے۔ چنانچہ بلعم موسیٰؑ کا پیچھا کرنے کے لئے اپنے گدھے پر سوار ہوا لیکن گدھا نہیں چل پایا اور اسم اعظم اس کے ذہن سے خارج ہو گیا۔

"اٰتَيۡنٰهُ اٰيٰتِنَا": یہاں آیات سے مراد، عرفان کا وہ مقام ہو سکتا ہے جس پر فائز ہونے والے پر بہت سے راز منکشف ہو جاتے ہیں۔

"فَانۡسَلَخَ مِنۡهَا": مگر یہ شخص اس مقام پر فائز ہونے اور عرفان کا جامہ زیب تن کرنے کے بعد اس سے ایسے نکل گیا جس طرح سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے۔ یعنی یہ آیات اس شخص کے ساتھ اس طرح مربوط ہو گئی تھیں جس طرح انسان کے ساتھ اس کی جلد۔ پھر بھی یہ شخص اپنی بداعمالی کے سبب الگ ہو گیا۔

" فَاَتۡبَعَهُ الشَّيۡطٰنُ": اس عمل سے اس شخص میں شیطان کو ایک ہموار فضا میسر ہو گئی چنانچہ وہ شیطان کے دامِ فریبی میں پھنس گیا۔

"وَلَوۡ شِئۡنَا": اگر ہم چاہتے۔ اللہ کی مشیت کسی اتفاق کا نام نہیں ہے بلکہ اس کی مشیت حکمت و مصلحت کے تحت ہوتی ہے۔ اس شخص نے اگر اپنے علم پر عمل کیا ہوتا تو اس کا رتبہ بلند ہونا تھا مگر اس نے بدعمل ہو کر اپنے آپ کو گرا دیا اور زمین بوس ہو گیا۔ جب علم رکھنے والا خواہش پرست اور دنیادار ہو جاتا ہے تو اس کی مثال کتے کی سی ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے مزاج اور طبیعت میں لچک نہیں رکھتا۔ اس کو نصیحت کرو

یا اسے اپنی حالت پر چھوڑ دو، کسی بھی صورت میں وہ قابل ہدایت نہیں ہوتا۔ اس کی حرص و ہوس کی آتش بجھنے والی نہیں ہے۔[۱]

ایک روایت میں اس انداز سے منقول ہے: "قَالَ: إِنَّ شُعَيْباً وَ أَيُّوبَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ وَ بَلْعَمَ بْنَ بَاعُورَاءَ كَانُوا مِنْ وُلْدِ رَهْطٍ آمَنُوا لِإِبْرَاهِيمَ يَوْمَ أُحْرِقَ فَنَجَا وَ هَاجَرُوا مَعَهُ إِلَى الشَّامِ فَزَوَّجَهُمْ بَنَاتِ لُوطٍ فَكُلُّ نَبِيٍّ كَانَ قَبْلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَ بَعْدَ إِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ مِنْ نَسْلِ أُولَئِكَ الرَّهْطِ فَبَعَثَ اللهُ " امامؑ نے فرمایا: بیشک شعیب، ایوب (علیہما السلام) اور بلعم ابن باعوراء، ان لوگوں کی اولاد میں سے تھے جو اس دن ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے جب انہیں آگ میں ڈالا گیا تھا۔ پس وہ (ایمان لانے والے) نجات پا گئے اور ابراہیمؑ کے ساتھ شام (بلادِ شام) کی طرف ہجرت کر گئے۔ ابراہیمؑ نے ان کا لوطؑ کی بیٹیوں سے نکاح کرا دیا۔ چنانچہ جو بھی نبی بنی اسرائیل سے پہلے اور ابراہیمؑ کے بعد مبعوث بہ رسالت ہوا، وہ انہی ایمان لانے والے لوگوں کی نسل میں سے تھا۔[۲]

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "ثُمَّ قَالَ عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: وَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا (عَلَيْهِ السَّلاَمُ): أَنَّهُ أُعْطِيَ بَلْعَمُ بْنُ بَاعُورَاءَ الِاسْمَ الْأَعْظَمَ وَ كَانَ يَدْعُو بِهِ فَيُسْتَجَابُ لَهُ، فَمَالَ إِلَى فِرْعَوْنَ فَلَمَّا مَرَّ فِرْعَوْنُ فِي طَلَبِ مُوسَى (عَلَيْهِ السَّلاَمُ) وَ أَصْحَابِهِ: قَالَ فِرْعَوْنُ لِبَلْعَمَ: أُدْعُ اللهَ عَلَى مُوسَى وَ أَصْحَابِهِ لِيَحْبِسَهُ عَلَيْنَا، فَرَكِبَ حِمَارَتَهُ لِيَمُرَّ فِي طَلَبِ مُوسَى وَ أَصْحَابِهِ، فَامْتَنَعَتْ عَلَيْهِ حِمَارَتُهُ، فَأَقْبَلَ يَضْرِبُهَا، فَأَنْطَقَهَا اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ، فَقَالَتْ: وَيْلَكَ، عَلَى مَاذَا

[۱]۔ الکوثر فی تفسیر القرآن: ج۳، ص۳۲۵۔

[۲]۔ بحار الانوار، ج۱۲، ص۳۸۴۔

تَضْرِبُنِي، أَتُرِيدُ أَنْ أَجِيءَ مَعَكَ لِتَدْعُوَ عَلَىٰ مُوسَىٰ نَبِيِّ اللّٰهِ وَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ؟! وَ لَمْ يَزَلْ يَضْرِبُهَا حَتَّىٰ قَتَلَهَا. فَانْسَلَخَ الإِسْمُ مِنْ لِسَانِهِ، وَ هُوَ قَوْلُهُ: فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ وَ هُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ فَقَالَ الرِّضَا (عَلَيْهِ السَّلَامُ): فَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنَ الْبَهَائِمِ إِلَّا ثَلَاثٌ: حِمَارَةُ بَلْعَمَ وَ كَلْبُ أَصْحَابِ الْكَهْفِ وَ الذِّئْبُ، وَ كَانَ سَبَبُ الذِّئْبِ أَنَّهُ بَعَثَ مَلِكٌ ظَالِمٌ رَجُلاً شُرْطِيّاً لِيَحْشُرَ قَوْماً مُؤْمِنِينَ وَ يُعَذِّبَهُمْ، وَ كَانَ لِلشُّرْطِيِّ ابْنٌ يُحِبُّهُ، فَجَاءَ الذِّئْبُ فَأَكَلَ ابْنَهُ، فَحَزِنَ الشُّرْطِيُّ عَلَيْهِ، فَأَدْخَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الذِّئْبَ الْجَنَّةَ لِمَا أَحْزَنَ الشُّرْطِيَّ" پھر علی بن ابراہیم نے کہا: میرے والد نے مجھے بتایا، حسین بن خالد سے روایت کرتے ہوئے، انہوں نے امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے روایت کی کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: بلعم بن باعوراء کو اسمِ اعظم عطا کیا گیا تھا، اور وہ جب بھی اس کے ذریعہ دعا کرتا تو اس کی دعا قبول ہوتی تھی لیکن وہ فرعون کی طرف مائل ہوگیا۔

جب فرعون، موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا پیچھا کرنے کے لئے نکلا، تو اس نے بلعم سے کہا: اللہ سے دعا کرو کہ موسیٰ اور ان کے ساتھی ہمارے لئے رُک جائیں (تاکہ ہم انہیں پکڑ لیں)۔

بلعم اپنی گدھی پر سوار ہو کر چلا تاکہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے راستے پر پہنچے، مگر گدھی نے چلنے سے انکار کر دیا۔ بلعم اسے مارتا رہا تو اللہ عزّوجل نے گدھی کو بولنے کی طاقت دی۔

گدھی نے کہا: تو ہلاک ہو جائے! تو مجھے کیوں مار رہا ہے؟ کیا تُو چاہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ چلوں تاکہ تُو اللہ کے نبی موسیٰؑ اور مومنوں کے لئے بددعا کرے! بلعم اس کو

مارتا رہا یہاں تک کہ اس کی گدھی جان سے گزر گئی۔ اس کے بعد بلعم کی زبان سے اسمِ اعظم کی تاثیر چھن گئی اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

" فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ " پس وہ (بلعم) اس (آیت و علم) سے الگ ہو گیا، تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔

"وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ "اگر ہم چاہتے تو اسے (اس علم کے ذریعہ) بلند کر دیتے، مگر وہ دنیا کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہش کی پیروی کی، اس کی مثال اس کتے جیسی ہے، جس پر اگر تم چڑھ دوڑو تو ہانپتا ہے اور اگر اسے چھوڑ دو تب بھی ہانپتا ہے۔ یہی مثَل اللہ نے (بلعم بن باعور) کے لئے بیان فرمائی۔ پھر امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جنت میں جانوروں میں سے صرف تین داخل ہوں گے: ❶ بلعم کی گدھی، ❷ اصحابِ کہف کا کتا، ❸ ایک بھیڑیا۔

اور اس بھیڑیئے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک ظالم بادشاہ نے ایک سپاہی کو بھیجا کہ وہ مؤمن لوگوں کو جمع کرے اور ان پر عذاب کرے۔ اس سپاہی کا ایک بیٹا تھا جس سے وہ بہت محبت کرتا تھا۔ اللہ کے حکم سے ایک بھیڑیا آیا اور اس لڑکے کو کھا گیا۔ سپاہی اس پر بہت غمگین ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس بھیڑیئے کو جنت میں داخل کر دیا، کیونکہ اس نے ایک ظالم سپاہی کو غمگین کیا تھا۔[1]

❀ ❀ ❀

[1]۔ بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۳۷۷۔ تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۴۸۔

﴿اللہ کی جانب رخ کرو﴾

قرآنِ کریم میں خداوند عالم نے کئی مقامات پر یہ دعوت دی ہے کہ اپنا رخ خدا کی جانب کرو، کہیں قبلہ کی جانب رخ کرنا مراد ہے اور کہیں نیک امور انجام دینا مراد ہے جس سے اللہ کی جانب رخ کرنا محقق ہوتا ہے۔

سورہ ذاریات کی آیت ۵۰ میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے: "فَفِرُّوٓا إِلَى اللّٰهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ "اس آیت میں رسول گرامیؐ کی زبانی ارشاد ہو رہا ہے کہ تم لوگ اللہ کی جانب دوڑو (بیشک) میں تمہارے لئے خدا کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

دوڑو کا لفظ کہاں آتا ہے؟ جہاں خطرہ ہو وہاں دوڑنے کا حکم دیا جاتا ہے مثلاً شیر آگیا دوڑو، یہاں سے فوراً ہٹ جاؤ؛ سانپ آگیا دوڑ پڑو؛ زلزلہ آگیا اپنی جان بچانے کے لئے دوڑو، یہ جگہ فوراً چھوڑ دو؛ شرک کو چھوڑو ایمان کی طرف دوڑو؛ برائی کو چھوڑو اچھائی کی طرف دوڑو؛ ریاکاری کو چھوڑو اخلاص کی جانب دوڑو؛ جہالت کے اندھیروں سے نجات پانے کے لئے علم کی روشنی کی طرف دوڑو؛ خلافتوں سے نکلو اور اماموں کی طرف دوڑو؛ جھوٹوں کو چھوڑ کر سچوں کا دامن تھامنے کے لئے دوڑو؛ جھوٹ سے بچو اور سچائی کی جانب دوڑو۔

سورہ جمعہ کی آیت ۹ میں ارشاد ہوتا ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ "اے لوگو! جو خدا اور رسولؐ کو دل سے مانتے ہو، جب

تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو، ایک کنارہ کر دو، اگر تم جان لو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

قارئینِ کرام! میں آپ لوگوں کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھاتا ہوں، آپ لوگوں نے ٹرین کا سفر کیا ہوگا، کبھی کبھی اسٹیشن پہ جب گاڑی رکتی ہے تو انسان پانی بسکٹ وغیرہ یا کوئی اور چیز لینے کے لئے دکان پہ جاتا ہے، جیسے ہی سگنل کی آواز آتی ہے تو فوراً بچے آواز دیتے ہیں کہ جلدی کیجئے ٹرین چلنے والی ہے، جلدی کیجئے یعنی جلدی دوڑ کر آئیے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ خرید و فروخت میں لگے رہے تو ٹرین آپ کے لئے نہیں رکے گی، اسے چلنا ہے تو چل ہی جائے گی۔

ہم اطمینان سے گھر پر بیٹھے ہوئے تھے جیسے ہی گھڑی کی جانب دیکھا فوراً خیال آیا کہ ٹرین کا ٹائم ہونے والا ہے، فوراً گھر سے جلدی جلدی نکلیں گے اور ٹرین تک وقت سے پہلے پہنچنے کی کوشش کریں گے؛ اگر فلائٹ کا سفر ہے تو اس کے لئے اور بھی زیادہ جلدی کا اظہار کریں گے کہ کہیں فلائٹ چھوٹ نہ جائے! اس مثال سے کچھ سمجھ میں آیا ناں کہ جو چیزیں اہم ہوتی ہے اس کے لئے آدمی تیزی سے چلتا ہے، اس کام کے لئے جلدی کرتا ہے؛ فرش عزا کے لئے جلدی، نماز کے لئے جلدی، ماں باپ کی خدمت کے لئے جلدی، صلہ رحم میں جلدی، یہ وہ چیزیں ہیں کہ اگر ہاتھ سے نکل گئیں تو پھر ملنے والی نہیں ہیں۔

"فَفِرُّوٓا إِلَى اللهِ" اللہ کی طرف دوڑو، دوڑ کی بات وہاں ہوتی ہے جہاں ہمیں جلدی بلایا جارہا ہو، خداوند سبحانہ و تعالیٰ نے حج کے لئے بلایا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ" یہ ہے حج کی طرف دوڑنا، لبیک لبیک کہتے ہوئے جانا،

قارئینِ کرام! ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں، یہ تو سمجھ میں آگیا مگر ایک انصاف طلب بات ہے کہ اگر ہم حج کے لئے بھی جائیں تو کیا اپنے گھر سے دوڑتے ہوئے ہی چلے جاتے ہیں! نہیں، یہاں سے ہم ہنستے کھیلتے جاتے ہیں، بیچ میں سواری کا استعمال کرتے ہیں، آج کے دور میں فلائٹ کی سواری ہے، اب سمجھ میں آیا ناں! حج تک پہنچنے وسیلہ فلائٹ ہے، یہ ہے جسم کو مکہ تک پہنچانے کا وسیلہ، لیکن روح کے لئے کیا وسیلہ ہے؟ روح تو فلائٹ کے ذریعہ مکہ تک نہیں پہنچے گی! تو آیئے اس کا وسیلہ بھی تلاش کیا جائے کہ روح کو مکہ تک کیسے پہنچائیں! رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ جیسی ہے، کشتی کہا ہے حضورؐ نے یا نہیں؟ جی ہاں! بالکل کشتی کا لفظ ہے، خشکی کی سواری اونٹ گدھا گھوڑا ہوتے ہیں لیکن حضورؐ نے ایسا کچھ نہیں کہا بلکہ تری والی سواری کا ذکر کیا، اس لئے کہ خشکی میں چلتے ہوئے آدمی کبھی بھی سواری سے اتر سکتا ہے لیکن اگر تری کی سواری میں سفر کر رہا ہو تو وہ اس سے اتر نہیں سکتا اور اگر وہ اترنا بھی چاہے تو بچنا محال ہے!۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوحؑ جیسی ہے، یہ کہہ کے بتانا چاہتے ہیں کہ سوار ہو جانا تو پھر اترنے کی کوشش نہ کرنا، اگر اترنے کی کوشش کروگے تو غرق ہو جاؤ گے؛ یقیناً جنھوں نے اہل بیؑت کو چھوڑا، جو اس کشتی سے اتر گئے، وہ لعنت کی وادیوں میں ایسے اترے ہیں کہ اترتے لعنت، چڑھتے لعنت، اٹھتے لعنت، بیٹھتے لعنت۔

اللہ کی جانب لے جانے والی چیزیں: نماز قربۃً الی اللہ، روزہ قربۃً الی اللہ، حج قربۃً الی اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تولی، تبرا، سب کے سب قربۃً الی اللہ؛ وضو،

غسل، صدقہ، مہمان نوازی، صلہ رحم، سب کا سب قربۃً الی اللہ ہے؛ قربۃً الی اللہ کے معنی کیا ہوئے؟ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ ان تمام کاموں کے ذریعہ اللہ سے قریب ہونا چاہتے ہیں! روزہ کے ذریعہ اللہ کی قربت، زکوٰۃ کے ذریعہ اللہ کی قربت، خمس کے ذریعہ اللہ کی قربت، نیکیوں کے ذریعہ اللہ کی قربت، مہمان نوازی کے ذریعہ اللہ کی قربت یعنی ہم اپنا ہر کام اللہ کی قربت کے لئے انجام دینا چاہتے ہیں۔

قارئینِ کرام! دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس ڈاکٹر سے آدمی کو فائدہ پہنچتا ہے تو وہ اپنے لوگوں کو کھلانے کے بجائے ڈاکٹر کو دعوت پر بلائے گا، اسے کچھ تحفے تحائف بھی دے گا، کسی بچے کا برتھ ڈے ہے تو اس کے گھر کیک بھی پہنچائے گا؛ باغات میں پھل لگ گئے تو اس کے گھر پھل بھی پہنچائے گا؛ بڑے لوگوں سے ایسے ہی رابطے رکھے جاتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ وہ وقت ضرورت کام آجائے، یہ نیکیاں کیوں کرتے ہیں؟ تاکہ اس کا قرب حاصل ہو جائے!۔ اس کی قربت حاصل کرنے کے لئے اس پر مہربانی کا اظہار کرتے ہیں۔ مجھے آپ یہ بتائیں اتنا سب کرنے کے بعد کتنی قربت ہے؟ ہم کتنے اس کے نزدیک ہیں؟ یہ تو ہمیں نہیں پتہ مگر وہ بتاتا ہے کہ وہ ہم سے کتنے نزدیک ہیں!۔

سورہ ق کی آیت ۱۶ میں ارشاد ہوتا ہے: "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ" ہم نے ہی تو آدمی کو پیدا کیا ہے اور ہم اس کے دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو بھی خوب جانتے ہیں۔ ہم تو اس کی شہ رگِ گردن سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں!۔

آپ اپنی زندگی میں تجربہ کرکے دیکھیں، ہوسکتا ہے بہت سے لوگوں نے تجربہ کیا بھی ہو، کوئی بھی چیز جس کو آپ دیکھ رہے ہیں وہ آپ کی آنکھوں سے کچھ فاصلہ پر ہونی چاہئے، جس کتاب کو آپ پڑھ رہے ہیں وہ آپ کی آنکھوں سے ایک فٹ یا آدھا فٹ کے فاصلہ پر ہونی چاہئے کیونکہ اگر آپ کتاب کو بالکل آنکھوں کے پاس لے آئیں گے تو کتاب میں کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اللہ نور ہے، نور کو بھی ایک فاصلہ سے ہی دیکھا جاسکتا ہے، اگر اس کو قریب لاکر دیکھنے کی کوشش کریں گے تو کچھ نظر نہیں آئے گا؛ ٹارچ کو ہی لے لیجئے، اگر آپ اپنی آنکھوں کے پاس لے آئیں تو کچھ بھی نظر نہیں آئے گا؛ اللہ اپنے بندہ سے اتنا ہی قریب ہے تبھی تو جیسے ہی گرتے ہوئے کو فوراً سنبھال لیتا ہے، فاصلہ ہوتا تو کیسے سنبھالتا! ویسے بھی یہاں انا کا لفظ نہیں ہے کہ میں تمہارے قریب ہوں، اس نے کہا: "نَحْنُ" ہم تمہارے قریب ہیں، یہ وجہ ہے کہ جب ہم امداد کے لئے بلاتے ہیں تو کبھی مولا علیؑ مدد کردیتے ہیں، کبھی حسنؑ مولا مدد کر دیتے ہیں، کبھی مولا عباسؑ مدد کردیتے ہیں، اس لئے کہ وہاں اللہ نے "میں" نہیں کہا ہے بلکہ "ہم" کہا ہے۔

اذان و اقامت میں آپ کہتے ہیں "حَيَّ عَلىٰ خَيْرِ الْعَمَلِ" عملِ خیر کی طرف دوڑو یعنی نیک کام کی جانب دوڑو۔

"حَيَّ" کے معنی ہیں دوڑو جلدی کرو، الحمدللہ ہم چل رہے ہیں، روزہ ذریعہ ہے، نماز ذریعہ ہے، حج ذریعہ ہے، ان ذریعوں کے ذریعہ سے ہم آگے بڑھ رہے ہیں لیکن چلتے چلتے کہیں تھک کر بیٹھتے ہیں، آگے جانے کے بجائے ہم پلٹ جاتے ہیں یعنی یہ بالکل ایسے ہوا کہ ۱۰ کلومیٹر چلنا تھا صرف سات کلومیٹر تک چلے اس کے بعد

تین کلو میٹر آگے بڑھنے کے بجائے واپس ہو گئے، یہ انسان کی ناکامی ہے۔ ہم لوگ رمضان المبارک اور ایام عزا میں آگے بڑھتے بڑھتے ربیع الاوّل کی نو تاریخ کے بعد پھر چند مہینے پیچھے کی جانب پلٹ جاتے ہیں، جس سے ایک فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے، اگر ہم اس سلسلہ کو مسلسل مصلے کے ذریعہ اور نیکیوں کے ذریعہ جاری رکھیں تو ہم اپنی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔

خلاصہ:فَفِرُّوۡا اِلَی اللّٰہِ: اللہ کی طرف بھاگو (گناہوں سے نجات پانے کے لئے)۔فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ: اللہ کے ذکر، خصوصاً نماز جمعہ کی طرف اہتمام کے ساتھ بڑھو۔حَیَّ عَلٰی خَیۡرِ الۡعَمَلِ: نیک عمل اور عبادت کی طرف آؤ۔

جی بالکل درست فرمایا: "فَاسۡعَوۡا" اور "سَعۡی" دونوں کا مادہ ایک ہی ہے، اور وہ ہے: مادہ "س ع ی" عربی لغت میں "سَعۡی" کے معنی ہیں: چلنا دوڑنا/جلدی کرنا کوشش کرنا/محنت کرنا، مقصد کی طرف حرکت کرنا۔

۱. فَاسۡعَوۡا (سورہ جمعہ/۹) یہ فعل امر ہے "کوشش کرو" یا "جلدی کرو"۔آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے ذکر (نمازِ جمعہ) کی طرف سعی کرو یعنی کوشش اور اہتمام کے ساتھ جاؤ۔

۲. سَعۡی (صفا و مروہ کی سعی) اسم مصدر ہے، مطلب: کوشش/چلنا/دوڑنا۔حج و عمرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان چلنے کو سعی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ حضرت ہاجرہؑ کی محنت اور دوڑنے کی یادگار ہے۔اس طرح "فَاسۡعَوۡا" اور "سَعۡی" دونوں کا تعلق ایک ہی اصل (کوشش اور حرکت) سے ہے لیکن ایک فرق ہے وہ یہ ہے کہ ایک فعل امر ہے اور دوسرا اسم مصدر ہے۔

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے: "اَلسَّعْیُ بَیْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ شُعْبَةٌ مِنْ عَذَابِ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ وَ لَكِنَّ اللهَ جَعَلَهُ لِعِبَادِهِ رَحْمَةً" صفا اور مروہ کے درمیان سعی، اللہ کی طرف سے بندوں کے لئے اصل میں ایک سخت امتحان تھا لیکن اللہ نے اسے اپنے بندوں کے لئے رحمت قرار دے دیا۔[1]

یعنی: سعی بظاہر تھکا دینے والا عمل ہے لیکن حقیقت میں یہ اللہ کی رحمت اور برکت کا ذریعہ ہے۔ "سَعْیٌ" کا مطلب ہے مقصد کے لئے محنت کرنا۔

صفا و مروہ کی سعی دراصل حضرت ہاجرہؑ کی محنت کی یادگار ہے کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے لئے پانی ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

یہ عمل مؤمن کو یہ سکھاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں محنت کرنا ہی برکت اور رحمت کا ذریعہ ہے۔ "فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللهِ" (جمعہ/۹) میں "سعی" کے معنی دوڑنے کے نہیں بلکہ اہتمام اور سنجیدگی سے کوشش کرنے کے ہیں۔

جب کہ صفا و مروہ کی "سعی" میں چلنا اور دوڑنا دونوں شامل ہیں (خاص کر سبز چراغوں کے درمیان دوڑنا سنت ہے)۔

خلاصہ: "سعی" کا لغوی مطلب ہے: کوشش اور حرکت۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: یہ اللہ کی رحمت اور ذکرِ الٰہی ہے۔

مفسرین کے مطابق: "فَاسْعَوْا" (نمازِ جمعہ) میں سعی کوشش، اہتمام؛ سعی صفا و مروہ میں چلنا اور دوڑنا (حضرت ہاجرہؑ کی جدوجہد کی یادگار)۔

❀ ❀ ❀

[1] ۔ وسائل الشیعۃ، ج ۱۳، ص ۴۹۷۔

﴿رشتوں کی ذمہ داریاں، قرآن کی روشنی میں﴾

قرآن مجید کی آیات اور تفاسیر میں رشتوں کی ذمہ داریاں بیان ہوئی ہیں، بہت سے مقامات پر ایسی آیات آئی ہیں جن میں رشتے شمار کرا کے ان کی ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے۔

ارشادِ ربّانی ہو رہا ہے: " اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ" جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا (اور کہا) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور (اپنے) والدین، قریب ترین رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں پر احسان کرو اور لوگوں سے حسن گفتار سے پیش آؤ، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پھر چند افراد کے سوا تم سب برگشتہ ہو گئے اور تم لوگ روگردانی کرنے والے ہو۔

اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے: "وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ" اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ اپنوں کا خون نہ بہاؤ گے اور اپنے ہی لوگوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالو گے، پھر تم نے اس کا اقرار کر لیا جس کے تم خود گواہ ہو۔

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: " قَالَ الْإِمَامُ الْعَسْكَرِيُّ (عَلَيْهِ السَّلَامُ): قَالَ اللهُ تَعَالَى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ اُذْكُرُوا إِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي

إِسْرَائِيْلَ عَهْدَهُمُ الْمُؤَكَّدَ عَلَيْهِمْ لَا تَعْبُدُوْنَ إِلَّا اللهَ أَيْ لَا تُشَبِّهُوْهُ بِخَلْقِهِ وَلَا تُجَوِّرُوْهُ فِيْ حُكْمِهِ وَلَا تَعْمَلُوا مَا يُرَادُ بِهِ وَجْهُهُ تُرِيْدُوْنَ بِهِ وَجْهَ غَيْرِهِ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَ أَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ بِأَنْ يَعْمَلُوا بِوَالِدَيْهِمْ إِحْسَاناً مُكَافَاةً عَنْ إِنْعَامِهِمَا عَلَيْهِمْ وَ إِحْسَانِهِمَا إِلَيْهِمْ وَ اِحْتِمَالِ الْمَكْرُوْهِ الْغَلِيْظِ لِتَرْفِيْهِهِمَا وَ تَوْدِيعِهِمَا وَ ذِي الْقُرْبٰى قَرَابَاتِ الْوَالِدَيْنِ بِأَنْ يُحْسِنُوْا إِلَيْهِمْ لِكَرَامَةِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْيَتَامٰى وَ أَنْ يُحْسِنُوْا إِلَى الْيَتَامٰى الَّذِيْنَ فَقَدُوْا آبَاءَهُمُ الْكَافِلِيْنَ لَهُمْ أُمُورَهُمُ السَّائِقِيْنَ لَهُمْ غِذَاءَهُمْ وَ قُوْتَهُمُ الْمُصْلِحِيْنَ لَهُمْ مَعَاشَهُمْ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ الَّذِيْنَ لَا مَئُوْنَةَ لَكُمْ عَلَيْهِمْ حُسْناً عَامِلُوهُمْ بِخُلُقٍ جَمِيْلٍ وَ أَقِيْمُوا الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَ أَقِيْمُوا أَيْضاً اَلصَّلَاةَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ عِنْدَ أَحْوَالِ غَضَبِكُمْ وَ رِضَاكُمْ وَ شِدَّتِكُمْ وَ رَخَاكُمْ وَ هُمُومِكُمُ الْمُعَلَّقَةِ لِقُلُوبِكُمْ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ أَيُّهَا الْيَهُوْدُ عَنِ الْوَفَاءِ بِمَا نُقِلَ إِلَيْكُمْ مِنَ الْعَهْدِ الَّذِيْ أَدَّاهُ أَسْلَافُكُمْ إِلَيْكُمْ وَ أَنْتُمْ مُعْرِضُوْنَ عَنْ ذٰلِكَ الْعَهْدِ تَارِكِيْنَ لَهُ غَافِلِيْنَ عَنْهُ قَالَ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَّا قَوْلُهُ تَعَالٰى: لَا تَعْبُدُوْنَ إِلَّا اللهَ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ مَنْ شَغَلَتْهُ عِبَادَةُ اللهِ عَنْ مَسْأَلَتِهِ أَعْطَاهُ اللهُ أَفْضَلَ مَا يُعْطِي السَّائِلِيْنَ" امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا: "اُذْكُرُوْا إِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ "یعنی یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا۔

"لَا تَعْبُدُوْنَ إِلَّا اللّٰهَ" صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے مخلوق کے مشابہ نہ ٹھہراؤ، اس کے حکم میں ظلم و جور نہ کرو اور جو عمل صرف اس کی رضا کے لئے ہو، اسے کسی اور کے لئے انجام نہ دو۔

"وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً" اور والدین کے ساتھ نیکی کرو یعنی ان کے انعامات اور احسانات کے بدلہ میں ان کے ساتھ احسان سے پیش آؤ، ان کے دکھوں اور تکلیفوں کا احساس کرو جو انہوں نے تمہاری آسائش کے لئے جھیلے ہیں، ان کی عزت اور خدمت بجالاؤ۔

"وَذِي الْقُرْبَىٰ" اور والدین کے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھی احسان کرو کیونکہ ان کا احترام والدین کی عزت کی وجہ سے واجب ہے۔

"وَالْيَتَامَىٰ" اور یتیموں کے ساتھ بھی نیکی کرو یعنی ان بچوں کے ساتھ جنھوں نے اپنے باپ کھودیئے ہیں اور اب کوئی ان کا کفیل نہیں ہے، ان کی روزی، پرورش اور زندگی کی اصلاح کے لئے کوشش کرو۔

"وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا" اور ان لوگوں کے ساتھ بھی خوش اخلاقی سے پیش آؤ جن پر تمہارا کوئی حق یا ذمہ داری نہیں ہے یعنی عام انسانوں کے ساتھ بھی نرم گفتار اور اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

"وَأَقِيْمُوْا الصَّلَاةَ" نماز قائم کرو یعنی پانچ وقت کی نمازیں پابندی سے ادا کرو۔ اور (امام علیہ السلام فرماتے ہیں:) اس کے ساتھ ساتھ محمدؐ اور ان کی پاک آلؑ پر صلوات بھی بھیجو، خواہ تم غصے میں ہو یا راضی، تنگی میں ہو یا آسانی میں، غم میں ہو یا خوشی میں یعنی ہر حال میں درود اور صلوات کا اہتمام کرو۔

"ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ أَيُّهَا الۡيَهُوۡدُ" پھر تم، اے یہود! اس عہد کی وفا سے منھ موڑ بیٹھے جو تمہارے آباؤ اجداد نے اللہ سے کیا تھا اور تم نے اس کو چھوڑ کر غفلت اختیار کر لی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس قول "لَا تَعۡبُدُوۡنَ إِلَّا اللّٰهَ" کے بارے میں رسولِ خداؐ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی عبادت میں اس قدر مشغول ہو جائے کہ دعا کرنے کا وقت نہ ملے، اللہ تعالیٰ اسے ان لوگوں سے زیادہ عطا فرماتا ہے جو صرف سوال کرتے رہتے ہیں۔[1]

عہد و پیمان مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل تھا: (۱) خدائے واحد و یکتا کی عبادت (۲) والدین سے حسن سلوک اور نیکی (۳) قریب ترین رشتہ داروں سے نیکی و احسان (۴) یتیموں کے ساتھ شفقت و نیکی (۵) مسکینوں اور ناداروں سے حسن سلوک (۶) لوگوں سے خوش کلامی (۷) نماز قائم کرنا (۸) زکات ادا کرنا (۹) ناحق خونریزی سے پرہیز کرنا (۱۰) اپنی قوم کے افراد کو جلاوطن نہ کرنا۔

البتہ یہ تمام عہد و پیمان صرف بنی اسرائیل سے ہی مخصوص نہیں بلکہ اسلامی تعلیم و تربیت کے ہمہ گیر اصولوں کا حصہ بھی ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں خدائے واحد کی عبادت کے بعد والدین پر احسان کرنے کا عہد لیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی عبادت کے بعد جس چیز کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، وہ والدین پر احسان ہے۔ ناشکرے انسانوں کو اس تاکید کی زیادہ ضرورت تھی۔ احسان ایک جامع ترین لفظ ہے، جس میں والدین کے تمام فطری، اخلاقی اور اجتماعی حقوق شامل

---

[1] تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام: بحار الانوار، ج ۶۸، ص ۱۸۳۔

ہیں۔ والدین کے بعد قریب ترین رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں سے نیکی اور احسان کا مرحلہ آتا ہے۔

اس کے بعد خدا فرماتا ہے: "وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا" اور لوگوں سے حسن گفتار سے پیش آؤ۔ قرآنی آداب اور اسلامی اصول، تربیت میں حسن گفتار کی خصوصی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ گفتار سے ہی انسان کے مافی الضمیر کا اظہار ہوتا ہے، یہ باہمی تفاہم اور افہام و تفہیم کا اہم ترین ذریعہ ہے؛ حسن گفتار میں جادو کا اثر ہے اور بدکلامی سے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ خدائی دعوت و ارشادات میں گفتار کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں متعدّد مقامات پر مختلف تعبیرات کے ذریعہ حسن گفتار کی تاکید فرمائی گئی ہے جیساکہ سورہ نساء کی آیت ۵ میں ارشاد ہوتا ہے: "وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا" اور ان سے اچھے پیرائے میں گفتگو کرو۔

اسی طرح سورہ نساء کی آیت ۹ میں ارشاد ہوا: "وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا" انہیں چاہیے کہ سنجیدہ باتیں کریں۔ سورہ اسراء کی آیت ۲۸ میں ارشاد ہوا: "فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا" ان سے نرمی کے ساتھ بات کریں۔

❀ ❀ ❀

﴿مسجد ذو قبلتین کی حقیقت﴾

مسجد ذو قبلتین: وہ مسجد جس کے دو قبلے ہوں یعنی وہ مسجد جہاں بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی جانب رخ پھیرا گیا تھا کہ آج سے تمہارا قبلہ بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ ہے لہٰذا آج کے بعد تمام مسلمان خانہ کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھیں۔

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَ ذٰلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ لَمَّا كَانَ بِمَكَّةَ أَمَرَهُ اللهُ تَعَالَىٰ أَنْ يَتَوَجَّهَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فِيْ صَلَاتِهِ، وَ يَجْعَلَ الْكَعْبَةَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا إِذَا أَمْكَنَ، وَ إِذَا لَمْ يَتَمَكَّنْ اِسْتَقْبَلَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ كَيْفَ كَانَ. وَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَفْعَلُ ذٰلِكَ طُوْلَ مُقَامِهِ بِهَا ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً، فَلَمَّا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ، وَ كَانَ مُتَعَبِّداً بِاسْتِقْبَالِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ اِسْتَقْبَلَهُ وَ انْحَرَفَ عَنِ الْكَعْبَةِ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْراً، وَ جَعَلَ قَوْمٌ مِنْ مَرَدَةِ الْيَهُوْدِ يَقُوْلُوْنَ: وَ اللهِ مَا دَرَىٰ مُحَمَّدٌ كَيْفَ صَلَّى حَتَّىٰ صَارَ يَتَوَجَّهُ إِلَىٰ قِبْلَتِنَا، وَ يَأْخُذُ فِيْ صَلَاتِهِ بِهُدٰيْنَا وَ نُسُكِنَا، فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَىٰ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمَّا اتَّصَلَ بِهِ عَنْهُمْ، وَ كَرِهَ قِبْلَتَهُمْ وَ أَحَبَّ الْكَعْبَةَ فَجَاءَهُ جَبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: يَا جَبْرَئِيْلُ لَوَدِدْتُ لَوْ صَرَفَنِيَ اللهُ عَنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَقَدْ تَأَذَّيْتُ بِمَا يَتَّصِلُ بِيْ مِنْ قِبَلِ الْيَهُوْدِ مِنْ قِبْلَتِهِمْ. فَقَالَ جَبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَاسْأَلْ رَبَّكَ أَنْ يُحَوِّلَكَ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ لَا يَرُدُّكَ عَنْ طَلِبَتِكَ، وَ لَا يُخَيِّبُكَ عَنْ بُغْيَتِكَ، فَلَمَّا اسْتَتَمَّ دُعَاءَهُ

صَعِدَ جَبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ عَادَ مِنْ سَاعَتِهِ فَقَالَ: اِقْرَأْ يَا مُحَمَّدُ: قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ اَلْآيَاتِ، فَقَالَتِ الْيَهُودُ عِنْدَ ذٰلِكَ: مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا فَأَجَابَهُمُ اللهُ أَحْسَنَ جَوَابٍ فَقَالَ: قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ وَ هُوَ يَمْلِكُهُمَا وَ تَكْلِيفُهُ التَّحَوُّلَ إِلَىٰ جَانِبٍ كَتَحْوِيلِهِ لَكُمْ إِلَىٰ جَانِبٍ آخَرَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَ هُوَ مَصْلَحَتُهُمْ، وَ تُؤَدِّيهِمْ طَاعَتُهُمْ إِلَىٰ جَنَّاتِ النَّعِيمِ، قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَّامُ: وَ جَاءَ قَوْمٌ مِنَ الْيَهُودِ إِلَىٰ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ بَيْتُ الْمَقْدِسِ قَدْ صَلَّيْتَ إِلَيْهَا أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً ثُمَّ تَرَكْتَهَا اَلْآنَ أَفَحَقّاً كَانَ مَا كُنْتَ عَلَيْهِ فَقَدْ تَرَكْتَهُ إِلَىٰ بَاطِلٍ، فَإِنَّ مَا يُخَالِفُ الْحَقَّ فَهُوَ بَاطِلٌ، أَوْ بَاطِلاً كَانَ ذٰلِكَ فَقَدْ كُنْتَ عَلَيْهِ طُولَ هٰذِهِ الْمُدَّةِ، فَمَا يُؤْمِنُنَا أَنْ تَكُونَ اَلْآنَ عَلَىٰ بَاطِلٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: بَلْ ذٰلِكَ كَانَ حَقّاً، وَ هٰذَا حَقٌّ، يَقُولُ اللهُ: قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ؛ إِذَا عَرَفَ صَلَاحَكُمْ يَا أَيُّهَا الْعِبَادُ فِي اِسْتِقْبَالِ الْمَشْرِقِ أَمَرَكُمْ بِهِ، وَ إِذَا عَرَفَ صَلَاحَكُمْ فِي اِسْتِقْبَالِ الْمَغْرِبِ أَمَرَكُمْ بِهِ، وَ إِنْ عَرَفَ صَلَاحَكُمْ فِي غَيْرِهِمَا أَمَرَكُمْ بِهِ فَلَا تُنْكِرُوا تَدْبِيرَ اللهِ تَعَالَىٰ فِي عِبَادِهِ وَ قَصْدَهُ إِلَىٰ مَصَالِحِكُمْ. ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لَقَدْ تَرَكْتُمُ الْعَمَلَ يَوْمَ السَّبْتِ، ثُمَّ عَمِلْتُمْ بَعْدَهُ مِنْ سَائِرِ الْأَيَّامِ، ثُمَّ تَرَكْتُمُوهُ فِي السَّبْتِ، ثُمَّ عَمِلْتُمْ بَعْدَهُ، أَفَتَرَكْتُمُ الْحَقَّ إِلَىٰ

الْبَاطِلِ أَوِ الْبَاطِلَ إِلَىٰ حَقٍّ أَوِ الْبَاطِلَ إِلَىٰ بَاطِلٍ أَوِ الْحَقَّ إِلَىٰ حَقٍّ قُوْلُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ فَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَ جَوَابُهُ لَكُمْ، قَالُوْا: بَلْ تَرْكُ الْعَمَلِ فِيْ السَّبْتِ حَقٌّ وَ الْعَمَلُ بَعْدَهُ حَقٌّ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: فَكَذٰلِكَ قِبْلَةُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فِيْ وَقْتِهِ حَقٌّ، ثُمَّ قِبْلَةُ الْكَعْبَةِ فِيْ وَقْتِهِ حَقٌّ، فَقَالُوْا لَهُ: يَا مُحَمَّدُ أَفَبَدَا لِرَبِّكَ فِيْمَا كَانَ أَمَرَكَ بِهِ بِزَعْمِكَ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَىٰ بَيْتِ الْمَقْدِسِ حِيْنَ نَقَلَكَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَا بَدَا لَهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَإِنَّهُ الْعَالِمُ بِالْعَوَاقِبِ، وَ الْقَادِرُ عَلَى الْمَصَالِحِ، لَا يَسْتَدْرِكُ عَلَىٰ نَفْسِهِ غَلَطاً، وَ لَا يَسْتَحْدِثُ رَأْياً بِخِلَافِ الْمُتَقَدِّمِ جَلَّ عَنْ ذٰلِكَ، وَ لَا يَقَعُ أَيْضاً عَلَيْهِ مَانِعٌ يَمْنَعُهُ مِنْ مُرَادِهِ، وَ لَيْسَ يَبْدُوْ إِلَّا لِمَنْ كَانَ هٰذَا وَصْفُهُ وَ هُوَ عَزَّ وَ جَلَّ يَتَعَالَىٰ عَنْ هٰذِهِ الصِّفَاتِ عُلُوّاً كَبِيْراً، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَيُّهَا الْيَهُوْدُ أَخْبِرُوْنِيْ عَنِ اللهِ، أَلَيْسَ يُمْرِضُ ثُمَّ يُصِحُّ، وَ يُصِحُّ ثُمَّ يُمْرِضُ أَبَدَا لَهُ فِيْ ذٰلِكَ أَلَيْسَ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ أَبَدَا لَهُ أَلَيْسَ يَأْتِيْ بِاللَّيْلِ فِيْ أَثَرِ النَّهَارِ، وَ النَّهَارِ فِيْ أَثَرِ اللَّيْلِ أَبَدَا لَهُ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوا: لَا، قَالَ: فَكَذٰلِكَ اللهُ تَعَالَىٰ تَعَبَّدَ نَبِيَّهُ مُحَمَّداً بِالصَّلَاةِ إِلَى الْكَعْبَةِ بَعْدَ أَنْ [كَانَ] تَعَبَّدَهُ بِالصَّلَاةِ إِلَىٰ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، وَ مَا بَدَا لَهُ فِي الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ: أَلَيْسَ اللهُ يَأْتِيْ بِالشِّتَاءِ فِيْ أَثَرِ الصَّيْفِ، وَ الصَّيْفِ فِيْ أَثَرِ الشِّتَاءِ أَبَدَا لَهُ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ ذٰلِكَ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَكَذٰلِكَ لَمْ يَبْدُ لَهُ فِي الْقِبْلَةِ، قَالَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَيْسَ قَدْ أَلْزَمَكُمْ فِيْ الشِّتَاءِ أَنْ تَحْتَرِزُوْا مِنَ الْبَرْدِ بِالثِّيَابِ الْغَلِيْظَةِ وَ أَلْزَمَكُمْ فِي الصَّيْفِ أَنْ تَحْتَرِزُوْا مِنَ الْحَرِّ أَفَبَدَا لَهُ فِي الصَّيْفِ حَتَّىٰ أَمَرَكُمْ بِخِلَافِ مَا كَانَ أَمَرَكُمْ

بِهِ فِي الشِّتَاءِ قَالُوا: لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: فَكَذٰلِكُمُ اللهُ تَعَالَى تَعَبَّدَكُمْ فِي وَقْتٍ لِصَلَاحٍ يَعْلَمُهُ بِشَيْءٍ ثُمَّ بَعْدَهُ فِي وَقْتٍ آخَرَ لِصَلَاحٍ آخَرَ يَعْلَمُهُ بِشَيْءٍ آخَرَ، فَإِذَا أَطَعْتُمُ اللهَ فِي الْحَالَيْنِ اِسْتَحْقَقْتُمْ ثَوَابَهُ. وَ أَنْزَلَ اللهُ: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ، أَيْ إِذَا تَوَجَّهْتُمْ بِأَمْرِهِ، فَثَمَّ الْوَجْهُ الَّذِيْ تَقْصِدُوْنَ مِنْهُ اللهَ وَ تَأْمُلُوْنَ ثَوَابَهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: يَا عِبَادَ اللهِ أَنْتُمْ كَالْمَرِيْضِ وَاللهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ كَالطَّبِيْبِ فَصَلَاحُ الْمَرِيْضِ فِيْمَا يَعْلَمُهُ الطَّبِيْبُ وَ يُدَبِّرُهُ بِهِ، لَا فِيْمَا يَشْتَهِيْهِ الْمَرِيْضُ وَ يَقْتَرِحُهُ أَلَا فَسَلِّمُوا لِلّٰهِ أَمْرَهُ تَكُونُوا مِنَ الْفَائِزِيْنَ. فَقِيْلَ: يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، فَلِمَ أَمَرَ بِالْقِبْلَةِ الْأُوْلَى فَقَالَ: لَمَّا قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ: وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا، وَ هِيَ بَيْتُ الْمَقْدِسِ، إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ، إِلَّا لِنَعْلَمَ ذٰلِكَ [مِنْهُ] مَوْجُوْداً بَعْدَ أَنْ عَلِمْنَاهُ سَيُوجَدُ، وَ ذٰلِكَ أَنَّ هَوٰى أَهْلِ مَكَّةَ كَانَ فِي الْكَعْبَةِ، فَأَرَادَ اللهُ أَنْ يُبَيِّنَ مُتَّبِعَ مُحَمَّدٍ مِنْ مُخَالِفِهِ بِاتِّبَاعِ الْقِبْلَةِ الَّتِيْ كَرِهَهَا، وَ مُحَمَّدٌ يَأْمُرُ بِهَا، وَ لَمَّا كَانَ هَوٰى أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، أَمَرَهُمْ بِمُخَالَفَتِهَا وَ التَّوَجُّهِ إِلَى الْكَعْبَةِ لِيَتَبَيَّنَ مَنْ يُوَافِقُ مُحَمَّداً فِيْمَا يَكْرَهُهُ، فَهُوَ مُصَدِّقُهُ وَ مُوَافِقُهُ، ثُمَّ قَالَ: وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللهُ أَيْ كَانَ التَّوَجُّهُ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ كَبِيْرَةً إِلَّا عَلَى مَنْ يَهْدِي اللهُ، فَعَرَفَ أَنَّ اللهَ يَتَعَبَّدُ بِخِلَافِ مَا يُرِيْدُهُ الْمَرْءُ لِيَبْتَلِيَ طَاعَتَهُ فِي مُخَالَفَةِ هَوَاهُ " امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: جب رسولِ خداؐ مکّہ میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں

حکم دیا کہ نماز میں بیت المقدس کی طرف رخ کریں اور اگر ممکن ہو تو کعبہ کو اپنے اور بیت المقدس کے درمیان رکھیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں۔ رسولِ خداؐ نے تیرہ سال تک مکہ میں اسی طرح نماز ادا کی۔

جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو وہاں بھی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے عبادت کرتے رہے اور اس دوران کعبہ سے رخ ہٹا ہوا رہتا تھا؛ یہ سلسلہ سترہ مہینے تک جاری رہا۔

اس پر یہود کے سرکش لوگ کہنے لگے اللہ کی قسم! محمد کو تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز کیسے پڑھنی ہے، یہی وجہ ہے کہ اب وہ ہماری قبلہ گاہ (بیت المقدس) کی طرف رخ کرتا ہے اور ہمارے طریقہ سے نماز پڑھتا ہے! یہ بات رسولِ خداؐ کو بہت ناگوار گزری چنانچہ آپؐ نے ان کا قبلہ ناپسند کیا اور کعبہ کو محبوب رکھا۔

پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: اے جبرئیل! میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیت المقدس سے پھیر دے اور کعبہ کی طرف قبلہ مقرر فرما دے، کیونکہ میں یہود کی طعن و تشنیع سے دل گیر ہو گیا ہوں۔

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: آپؐ اپنے ربّ سے درخواست کیجئے کہ وہ آپ کا قبلہ بدل دے!، اللہ آپ کی دعا کو ردّ نہیں کرے گا اور آپ کی خواہش پوری کرے گا۔ جب رسولِ خداؐ نے دعا مکمل کی تو جبرئیل علیہ السلام فوراً آسمان کی طرف گئے اور تھوڑی دیر بعد لوٹ کر آئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! اپنے ربّ کا یہ حکم پڑھئے:

سورہ بقرہ کی آیت ۱۴۴ میں ارشاد ہوتا ہے "قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ

حَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ" "ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہارا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اٹھتا ہے، پس ہم ضرور تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ تم اپنا رخ مسجدِ حرام (کعبہ) کی طرف کرلو اور تم جہاں کہیں بھی ہو، اسی کی طرف رخ کرو۔ یہ سن کر یہود نے کہا: انہیں (مسلمانوں کو) ان کے اس قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا جس پر وہ پہلے تھے؟ تو اللہ تعالیٰ نے بہترین جواب دیا: "قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ" یعنی کہہ دو کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے ہیں؛ وہی دونوں کا مالک ہے اور بندوں کو جس طرف رخ کرنے کا حکم دیتا ہے وہ بھی اسی کی مشیت اور حکمت کے تحت ہوتا ہے، اللہ جسے چاہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے اور اس کے احکام بندوں کی مصلحت کے مطابق ہوتے ہیں، جو آخر کار انہیں نعمتوں والی جنتوں تک پہنچاتے ہیں۔

امام ابو محمد علیہ السلام (یعنی امام حسن عسکریؑ) نے فرمایا: ایک گروہ یہود کا رسولِ خداؐ کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! تم نے چودہ سال بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی، اور اب تم نے وہ قبلہ چھوڑ دیا ہے!۔ تو کیا پہلا قبلہ حق تھا اور اب تم باطل پر ہو؟ کیونکہ جو چیز حق کے خلاف ہو وہ باطل ہوتی ہے۔ یا پہلا باطل تھا اور اب حق پر ہو؟ پھر کیا ضمانت ہے کہ تم اب بھی باطل پر نہ ہو؟۔

رسولِ خداؐ نے فرمایا: نہ پہلا باطل تھا، نہ اب والا باطل ہے، وہ بھی حق تھا اور یہ بھی حق ہے۔ اللہ فرماتا ہے: "قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ، يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ" جب مصلحت مشرق کی طرف رخ کرنے میں تھی تو اللہ نے اسی کا حکم دیا اور جب مصلحت مغرب (یعنی کعبہ) کی طرف تھی تو اسی کی طرف رخ کا

حکم دے دیا۔ اللہ اپنے بندوں کے بارے میں ان کی بھلائی اور اصلاح کے مطابق حکم دیتا ہے۔ تم اللہ کے فیصلوں اور تدبیر پر اعتراض نہ کرو، وہی تمہاری مصلحتوں کو سب سے بہتر جانتا ہے۔

پھر رسولِ خداؐ نے ان سے فرمایا: تم نے سنیچر (ہفتہ کے دن) کو کام چھوڑ دیا، پھر باقی دنوں میں کام کیا، پھر سنیچر کے دن دوبارہ کام ترک کیا تو بتاؤ کیا تم نے حق کو باطل میں بدلا، یا باطل کو حق میں؟ حق ہمیشہ اپنے وقت میں حق ہوتا ہے۔ یہود نے کہا: نہیں، ہفتہ کے دن کام چھوڑنا حق ہے اور دوسرے دنوں میں کام کرنا بھی حق ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: اسی طرح بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا اپنے وقت میں حق تھا اور اب کعبہ کی طرف رخ کرنا بھی اپنے وقت میں حق ہے۔

پھر انہوں نے گستاخی سے کہا: اے محمد! کیا تمہارے خیال میں تمہارے رب کو (معاذ اللہ) نیا خیال آیا؟ یعنی کیا اللہ کو اپنے پچھلے حکم پر ندامت ہوئی کہ اس نے قبلہ بدل دیا؟ رسولِ خداؐ نے فرمایا: نہیں، اللہ کو کوئی "بداء" نہیں ہوا، کیونکہ وہ آغاز سے ہی تمام انجاموں کا علم رکھنے والا ہے اور ہر مصلحت پر قدرت رکھنے والا ہے وہ کبھی اپنی ذات پر کوئی غلطی نہیں پاتا کہ اسے درست کرے، نہ ہی وہ نیا ارادہ کرتا ہے جو پچھلے سے مختلف ہو۔ اللہ ان تمام صفات سے پاک و منزّہ ہے۔

"بداء" صرف ان پر ہوتا ہے جو غلطی یا لاعلمی میں ہوں اور اللہ عزّوجلّ ان سے بلند و برتر ہے پھر رسولِ خداؐ نے ان سے فرمایا: اے یہودیو! مجھے بتاؤ، کیا اللہ بیمار کرتا ہے اور پھر شفا دیتا ہے!، صحت دیتا ہے اور پھر بیمار کرتا ہے؟ کیا اس میں اللہ کے لئے (معاذ اللہ) "بدل جانے" کا مفہوم پایا جاتا ہے؟۔

کیا وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے! کیا اس میں کوئی "تغیر" ہے؟ کیا وہ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن لاتا ہے! کیا اس میں بھی اس کے لئے بداء (یعنی سوچ بدلنا) ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، رسول اللہؐ نے فرمایا: اسی طرح اللہ نے اپنے نبی محمدؐ کو پہلے بیت المقدس کی طرف نماز کا حکم دیا، پھر کعبہ کی طرف رخ کرنے کا، اس میں بھی اللہ کے لئے کسی طرح کا "بداء" نہیں کیونکہ وہ ہر چیز کے انجام کو جانتا ہے۔ پھر فرمایا: کیا اللہ سردی کے بعد گرمی اور گرمی کے بعد سردی لاتا ہے؟ کیا اس میں بھی بداء ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: اسی طرح قبلہ کی تبدیلی میں بھی بداء نہیں۔ پھر فرمایا: کیا اللہ نے تمہیں سردی میں حکم دیا کہ موٹے کپڑے پہن کر سردی سے بچو اور گرمی میں ہلکے کپڑے پہن کر گرمی سے بچو؟ تو کیا یہ اللہ کے لئے کسی سوچ کی تبدیلی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: بالکل اسی طرح، اللہ اپنے بندوں کو ہر وقت مصلحت کے مطابق عبادت کا حکم دیتا ہے، ایک وقت میں کسی چیز کا اور دوسرے وقت میں کسی اور چیز کا۔ جب تم دونوں حالتوں میں اللہ کی اطاعت کرتے ہو تو تم اس کے ثواب کے مستحق بنتے ہو۔ پھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کے لئے ہیں، تم جدھر بھی رخ کرو، وہاں اللہ کا چہرہ ہے۔

یعنی: جب تم اللہ کے حکم پر کسی سمت کا رخ کرو تو وہی رخ دراصل اللہ کی طرف ہے، جہاں سے تم اس کی رضا چاہتے ہو۔

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا: اے بندگانِ خدا! تم بیمار کی مانند ہو اور اللہ ربّ العالمین طبیب کی مانند۔

مریض کی اصلاح اسی میں ہے جو طبیب جانتا اور تجویز کرتا ہے نہ کہ جو مریض خود چاہے یا پسند کرے۔ لہٰذا اللہ کے حکم کو تسلیم کرو، تاکہ فلاح پاؤ۔

تبدیلیِ قبلہ کی حکمت: پھر امامؑ سے پوچھا گیا: اللہ نے پہلے بیت المقدس کی طرف نماز کا حکم کیوں دیا؟ تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ "ہم نے وہ قبلہ صرف اس لئے مقرر کیا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون منہ موڑ لیتا ہے۔ یعنی: اہلِ مکہ کا میلان کعبہ کی طرف تھا، تو اللہ نے نبیؐ کو بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا تاکہ معلوم ہو کہ کون اللہ کے حکم پر اپنے میلان کے خلاف چلتا ہے۔ پھر اہلِ مدینہ کا میلان بیت المقدس کی طرف تھا تو اللہ نے کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا تاکہ معلوم ہو کہ کون نبیؐ کی پیروی کرتا ہے خواہ وہ اس کے نفس کی خواہش کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔[1]

بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم:

من لایحضرہ الفقیہ میں ایک روایت اس انداز سے مرقوم ہے: " صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِلَى الْبَيْتِ الْمُقَدَّسِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً بِمَكَّةَ وَتِسْعَةَ عَشَرَ شَهْراً بِالْمَدِينَةِ ثُمَّ عَيَّرَتْهُ الْيَهُودُ فَقَالُوا لَهُ إِنَّكَ تَابِعٌ لِقِبْلَتِنَا فَاغْتَمَّ لِذَلِكَ غَمّاً شَدِيداً فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ خَرَجَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يُقَلِّبُ وَجْهَهُ فِي آفَاقِ السَّمَاءِ فَلَمَّا أَصْبَحَ صَلَّى الْغَدَاةَ فَلَمَّا صَلَّى مِنَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ جَاءَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ لَهُ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ

---

[1] ۔ تفسیر امام عسکری علیہ السلام ج۱، ص ۴۹۲۔

وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا اَلْآيَةَ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ وَ حَوَّلَ مَنْ خَلْفَهُ وُجُوهَهُمْ حَتَّى قَامَ الرِّجَالُ مَقَامَ النِّسَاءِ وَ النِّسَاءُ مَقَامَ الرِّجَالِ فَكَانَ أَوَّلُ صَلَاتِهِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَ آخِرُهَا إِلَى الْكَعْبَةِ فَبَلَغَ الْخَبَرُ مَسْجِداً بِالْمَدِينَةِ وَ قَدْ صَلَّى أَهْلُهُ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ فَحَوَّلُوا نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَكَانَ أَوَّلُ صَلَاتِهِمْ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَ آخِرُهَا إِلَى الْكَعْبَةِ فَسُمِّيَ ذَلِكَ الْمَسْجِدُ مَسْجِدَ الْقِبْلَتَيْنِ فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ صَلَاتُنَا إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ تَضِيعُ يَا رَسُولَ اللهِ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ: وَ مَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ يَعْنِي صَلَاتَكُمْ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ" رسولِ خداؐ نے نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ میں اور انیس مہینے مدینہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ پھر یہود نے آپؐ کو طعنہ دیا اور کہا: آپ تو ہمارے ہی قبلہ کی پیروی کرتے ہیں! یہ سن کر نبیؐ کو سخت رنج ہوا۔ چنانچہ ایک رات آپؐ باہر تشریف لائے اور آسمان کے کناروں کی طرف چہرہ اٹھا کر دیکھنے لگے۔

جب صبح ہوئی اور آپ نے نمازِ ظہر کی دو رکعتیں پڑھ لیں تو جبرئیل علیہ السلام آپؐ کے پاس آئے اور کہا: ہم دیکھتے ہیں کہ آپ آسمان کی طرف اپنا چہرہ بار بار پھیرتے ہیں تو ہم آپؐ کو ضرور اُس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے آپ راضی ہوں۔ یعنی آیت: "قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا" پھر جبرئیل نے نبیؐ کا ہاتھ پکڑا اور آپؐ کا چہرہ کعبہ کی طرف پھیر دیا، اور جو لوگ آپؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے بھی اپنے چہرے کعبہ کی طرف پھیر لئے۔ اس طرح مردوں نے عورتوں کی جگہ اور عورتوں نے مردوں کی جگہ لے لی۔

یوں رسولِ خداؐ کی نماز کا پہلا حصہ بیت المقدس کی طرف اور آخری حصہ کعبہ کی طرف ہوا۔ یہ خبر مدینہ کی ایک اور مسجد تک پہنچی اُس وقت وہاں کے لوگ نمازِ عصر میں دو رکعتیں پڑھ چکے تھے؛ انہوں نے بھی فوراً اپنا رخ کعبہ کی طرف موڑ لیا۔ اس طرح ان کی نماز کا پہلا حصہ بیت المقدس کی طرف اور آخری حصہ کعبہ کی طرف ہوا۔ اسی وجہ سے اُس مسجد کو مسجدُ القِبلَتَین (دو قبلوں والی مسجد) کہا گیا۔

مسلمانوں نے عرض کیا: یا رسولَ اللہ! ہماری جو نمازیں بیت المقدس کی طرف پڑھی گئی تھیں، کیا وہ ضائع ہو جائیں گی؟ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ" اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔ یعنی تمہاری وہ نمازیں جو تم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کی تھیں، وہ ضائع نہیں ہوں گی۔[1]

❀ ❀ ❀

[1]۔ بحار الانوار، ج۱۹، ص۲۰۱۔

﴿مکہ سے ہجرت، علیؑ کی زبانی﴾

مکہ سے مدینہ کی جانب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہجرت اور غار ثور میں قیام کو مولائے کائنات علی علیہ السلام کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

شب ہجرت سے متعلق سورہ بقرہ کی آیت ۲۰۷ میں ارشاد ربّ العزت ہو رہا ہے: "وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ" اور انسانوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کی رضا کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں (یعنی اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتے ہیں) اور اللہ اپنے (ایسے) بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔

غارِ ثور میں حضورِ اکرمؐ کے قیام کو سورہ توبہ کی آیت ۴۰ میں بیان کیا جا رہا ہے: "إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" اگر تم نے اس (نبیؐ) کی مدد نہ کی (تو کیا ہوا) اللہ نے خود اُن کی مدد کی، اُس وقت جب کافروں نے اُن کو نکال دیا تھا۔ جب وہ صرف دو میں کے ایک تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے اور جب وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کر، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس اللہ نے اس پر اپنا سکون و اطمینان نازل فرمایا اور اُس (نبیؐ) کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر بھی نہ آتے تھے اور کافروں کی بات کو نیچا کر دکھایا۔ اور اللہ کی بات تو سب سے اونچی ہی رہتی ہے کیونکہ

اللہ بڑا ہی زبردست، طاقتور اور بڑی گہری حکمتوں اور دانائیوں کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے۔

شب ہجرت کا واقعہ ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "أَنَّهُ لَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِيْ خَرَجَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِلَى الْغَارِ كَانَتْ قُرَيْشٌ اِخْتَارَتْ مِنْ كُلِّ بَطْنٍ مِنْهُمْ رَجُلاً لِيَقْتُلُوا مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَاخْتَارَتْ خَمْسَةَ عَشَرَ رَجُلاً مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَ بَطْناً كَانَ فِيْهِمْ أَبُو لَهَبٍ مِنْ بَطْنِ بَنِيْ هَاشِمٍ لِيَتَفَرَّقَ دَمُهُ فِيْ بُطُوْنِ قُرَيْشٍ فَلَا يُمْكِنَ بَنِيْ هَاشِمٍ أَنْ يَأْخُذُوا بَطْناً وَاحِداً فَيَرْضَوْنَ عِنْدَ ذٰلِكَ بِالدِّيَةِ فَيُعْطَوْنَ عَشَرَ دِيَاتٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لِأَصْحَابِهِ لَا يَخْرُجُ اللَّيْلَةَ مِنْكُمْ أَحَدٌ مِنْ دَارِهِ فَلَمَّا نَامَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَصَدُوْا بَابَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُمْ أَبُو لَهَبٍ يَا قَوْمِ! إِنَّ فِيْ هٰذِهِ الدَّارِ نِسَاءَ بَنِيْ هَاشِمٍ وَ بَنَاتِهِمْ وَ لَا نَأْمَنُ أَنْ تَقَعَ يَدٌ خَاطِئَةٌ إِذَا وَقَعَتِ الصَّيْحَةُ عَلَيْهِنَّ فَيَبْقَى ذٰلِكَ عَلَيْنَا مَسَبَّةً وَ عَاراً إِلَى آخِرِ الدَّهْرِ فِي الْعَرَبِ وَ لٰكِنِ اُقْعُدُوْا بِنَا جَمِيْعاً عَلَى الْبَابِ نَحْرُسُ مُحَمَّداً فِيْ مَرْقَدِهِ فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ تَوَاثَبْنَا إِلَى الدَّارِ فَضَرَبْنَاهُ ضَرْبَةَ رَجُلٍ وَاحِدٍ وَ خَرَجْنَا فَإِلَى أَنْ تَجْتَمِعَ النَّاسُ قَدْ أَضَاءَ الصُّبْحُ فَيَزُوْلُ عَنَّا الْعَارُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَقَعَدُوا بِالْبَابِ يَحْرُسُوْنَهُ، قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَعَانِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ" جب وہ رات آئی جس میں رسولِ خداؐ نے غارِ ثور کی طرف ہجرت فرمائی تھی تو قریش نے رسولِ خداؐ کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص منتخب کیا، یوں پندرہ قبیلوں سے پندرہ آدمی منتخب ہوئے تاکہ اگر محمدؐ قتل ہو جائیں تو ان کا خون تمام قریش

میں تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کسی ایک قبیلہ سے بدلہ نہ لے سکیں۔ ان پندرہ افراد میں ابولہب بھی موجود تھا، جو خود بنی ہاشم سے تھا۔ انہوں نے کہا: جب ہم سب مل کر محمدؐ پر حملہ کریں گے تو ان کا خون سب میں تقسیم ہو جائے گا اور بنی ہاشم کو مجبوری سے خون بہا (دیت) لے کر صلح کرنی پڑے گی۔ رسولِ خداؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: آج رات تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔ جب نبیؐ آرام فرمانے لگے تو قریش کے وہ پندرہ لوگ عبدالمطلبؑ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔

ابولہب کا مشورہ: ابولہب نے قریش سے کہا: اے قوم! اس گھر میں بنی ہاشم کی عورتیں اور ان کی بیٹیاں موجود ہیں۔ اگر ہم اچانک حملہ کر دیں اور شور مچ جائے تو ممکن ہے کوئی ہاتھ غلطی سے عورتوں کی طرف بڑھ جائے اور یہ کام ہمیشہ کے لئے عربوں میں ہماری بدنامی کا سبب بن جائے! لہٰذا بہتر ہے کہ ہم سب دروازہ پر بیٹھ کر پہرہ دیں، جیسے ہی صبح ہو، ہم ایک ساتھ اندر جا کر محمدؐ پر حملہ کریں تا کہ وہ ہم سب کے ہاتھوں ایک ہی وار میں قتل ہو جائیں اور صبح تک بات پھیل جائے، لوگ اسے قصاص یا ذاتی دشمنی نہ سمجھیں۔ چنانچہ وہ سب دروازہ پر بیٹھ کر پہرہ دینے لگے۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا ایثار: امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں پھر رسولِ خداؐ نے مجھے بلایا اور فرمایا: اے علی! قریش نے میرے قتل کی سازش کر رکھی ہے تم آج رات میرے بستر پر سو جاؤ تا کہ میں اللہ کے حکم سے مکہ سے نکل جاؤں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا حکم، سر آنکھوں پر۔ پھر میں رسولِ خداؐ کے بستر پر سو گیا اور رسول اللہؐ دروازہ کھول کر باہر نکل گئے، قریش کے لوگ دروازہ پر بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔

رسولِ خداؐ یہ آیت پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے: "وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدّاً وَ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدّاً فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ" ہم نے ان کے آگے اور پیچھے دیوار کھڑی کردی اور ان پر پردہ ڈال دیا، پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ نبیؐ ان کے سامنے سے گزر گئے لیکن وہ دیکھ نہ سکے، اللہ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔

"قَالَ إِنَّ قُرَيْشاً دَبَّرَتْ كَيْتَ وَ كَيْتَ فِيْ قَتْلِي فَنَمْ عَلَىٰ فِرَاشِي حَتَّى أَخْرُجَ أَنَا مِنْ مَكَّةَ فَقَدْ أَمَرَنِيَ اللهُ تَعَالَىٰ بِذَلِكَ فَقُلْتُ لَهُ السَّمْعَ وَ الطَّاعَةَ فَنِمْتُ عَلَى فِرَاشِهِ وَ فَتَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ الْبَابَ وَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ وَ هُمْ جَمِيعاً جُلُوسٌ يَنْتَظِرُونَ الْفَجْرَ وَ هُوَ يَقُولُ وَ جَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ وَ مَضَى وَ هُمْ لَا يَرَوْنَهُ فَرَأَى أَبَا بَكْرٍ قَدْ خَرَجَ فِي اللَّيْلِ يَتَجَسَّسُ عَنْ خَبَرِهِ وَ قَدْ كَانَ وَقَفَ عَلَىٰ تَدْبِيرِ قُرَيْشٍ مِنْ جِهَتِهِمْ فَأَخْرَجَهُ مَعَهُ إِلَى الْغَارِ فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ تَوَاثَبُوا إِلَى الدَّارِ وَ هُمْ يَظُنُّونَ أَنِّي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَوَثَبْتُ فِيْ وُجُوهِهِمْ وَ صِحْتُ بِهِمْ فَقَالُوا عَلِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالُوا" آپ نے فرمایا: جب قریش نے میرے قتل کے لئے سازش کی تو رسولِ خداؐ نے مجھ سے فرمایا: اے علی! قریش نے میرے قتل کی تدبیر کی ہے۔ تم میرے بستر پر سو جاؤ تاکہ میں اللہ کے حکم سے مکہ سے نکل جاؤں۔ میں نے عرض کیا: آپ کا حکم سر آنکھوں پر! چنانچہ میں رسولِ خداؐ کے بستر پر سو گیا اور رسول اللہؐ نے دروازہ کھولا اور نکل گئے، اس حال میں کہ قریش کے تمام لوگ دروازہ کے باہر بیٹھے صبح کا انتظار کر رہے تھے۔

رسول اللہؐ تلاوت فرما رہے تھے: "وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدّاً وَ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدّاً فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ "ہم نے ان کے آگے اور پیچھے دیوار کھڑی کر دی، پس ہم نے انہیں ڈھانپ دیا، تو وہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔

نبیؐ گزر گئے اور ان لوگوں کو کچھ نظر نہ آیا۔ پھر آپؐ نے ابوبکر کو دیکھا جو رات میں باہر نکلے ہوئے تھے تاکہ نبیؐ کی خبر لیں کیونکہ انہیں بھی قریش کی سازش کا علم ہو گیا تھا، آپؐ نے انہیں بھی اپنے ساتھ لیا اور غارِ ثور کی طرف چل دیئے۔

صبح ہوئی تو قریش کے لوگ نبیؐ کے گھر میں در آئے، انہیں یقین تھا کہ میں (علی) محمدؐ ہوں۔ میں ان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور زور سے پکارا۔ انہوں نے کہا: علی! تم ہو؟ میں نے کہا: "ہاں"۔

غار ثور کی جانب جانے کے منظر کو روایت نے اس طرح نقل کیا ہے: "وَ أَيْنَ مُحَمَّدٌ قُلْتُ خَرَجَ مِنْ بَلَدِكُمْ قَالُوا وَ إِلَى أَيْنَ خَرَجَ قُلْتُ اللهُ أَعْلَمُ فَتَرَكُونِي وَ خَرَجُوا فَاسْتَقْبَلَهُمْ أَبُو كُرْزٍ الْخُزَاعِيُّ وَ كَانَ عَالِماً بِقَصَصِ الْآثَارِ فَقَالُوا: يَا أَبَا كُرْزٍ الْيَوْمَ نُحِبُّ أَنْ تُسَاعِدَنَا فِي قَصَصِ أَثَرِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْبَلَدِ فَوَقَفَ عَلَى بَابِ الدَّارِ فَنَظَرَ إِلَى أَثَرِ رِجْلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ هَذِهِ أَثَرُ قَدَمِ مُحَمَّدٍ وَ هِيَ وَ اللهِ أُخْتُ الْقَدَمِ الَّتِي فِي الْمَقَامِ وَ مَضَى بِهِ عَلَى أَثَرِهِ حَتَّى إِذَا صَارَ إِلَى الْمَوْضِعِ الَّذِي لَقِيَهُ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ هُنَا قَدْ صَارَ مَعَ مُحَمَّدٍ آخَرُ وَ هَذِهِ قَدَمُهُ إِمَّا أَنْ تَكُونَ قَدَمَ أَبِي قُحَافَةَ أَوْ قَدَمَ ابْنِهِ فَمَضَى عَلَى ذَلِكَ إِلَى بَابِ الْغَارِ فَانْقَطَعَ عَنْهُ الْأَثَرُ وَ قَدْ بَعَثَ اللهُ إِلَيْهِ الْعَنْكَبُوتَ فَنَسَجَتْ عَلَى بَابِ الْغَارِ كُلِّهِ وَ بَعَثَ اللهُ قَبْجَةً فَبَاضَتْ عَلَى بَابِ الْغَارِ فَقَالَ مَا جَازَ مُحَمَّدٌ هَذَا الْمَوْضِعَ وَ لَا مَنْ مَعَهُ إِمَّا

أَنْ يَكُونَا صَعِدَا إِلَى السَّمَاءِ أَوْ نَزَلَا فِي الْأَرْضِ فَإِنَّ بَابَ هَذَا الْغَارِ كَمَا تَرَوْنَ عَلَيْهِ نَسجُ الْعَنْكَبُوتِ وَ الْقَبْجَةُ حَاضِنَةٌ عَلَى بَيْضِهَا عَلَى بَابِ الْغَارِ فَلَمْ يَدْخُلُوا الْغَارَ وَ تَفَرَّقُوا فِي الْجَبَلِ يَطْلُبُونَهُ" کفار قریش نے پوچھا: محمد کہاں ہیں؟ میں نے کہا: "وہ تمہارے شہر سے نکل گئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: کہاں گئے؟ میں نے کہا: اللہ بہتر جانتا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے مجھے چھوڑا اور باہر نکل گئے۔ راستہ میں ابوکریز خزاعی ان سے ملا جو نشاناتِ قدم پہچاننے میں ماہر تھا۔

انہوں نے کہا: اے ابوکریز! آج تمہیں محمدؐ کے نشانِ قدم پہچاننے میں ہماری مدد کرنی ہوگی۔ چنانچہ وہ نبیؐ کے گھر کے دروازہ پر گیا اور قدموں کے نشان دیکھ کر بولا: یہ محمدؐ کے قدم ہیں، خدا کی قسم! یہی وہ قدم ہے جو مقامِ ابراہیم میں ہے۔ پھر وہ نشاناتِ قدم پر چلتا گیا، یہاں تک کہ جہاں نبیؐ کو ابوبکر ملے، وہاں پہنچا۔

کہنے لگا: یہاں ایک دوسرا شخص محمدؐ کے ساتھ شامل ہوا ہے۔ یہ یا تو ابوقحافہ ہے یا اس کا بیٹا (ابوبکر)۔ پھر وہ غار کے دروازہ تک پہنچا، لیکن وہاں قدموں کے نشان ختم ہو چکے تھے اور اللہ نے مکڑی بھیجی جس نے پوری غار کے دہانے پر جالا تن دیا اور ایک کبوتری بھیجی جس نے غار کے دروازہ پر انڈے دے دیئے۔ یہ ماحول دیکھ کر ابو کریز نے کہا: محمدؐ اور ان کا ساتھی یہاں سے آگے نہیں گئے یا تو انہیں آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی!۔ کیونکہ تم خود دیکھ رہے ہو کہ غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا ہے اور کبوتری اپنے انڈوں پر بیٹھی ہے!۔ لہٰذا وہ لوگ غار میں داخل نہ ہوئے، بلکہ پہاڑ میں مختلف سمتوں میں بکھر گئے اور تلاش کرنے لگے۔[1]

[1]۔ الخرائج والجرائح، ج۱، ص ۱۴۳۔

اللہ کی نصرت: کمزور مکڑی اور نرم دل کبوتر کے ذریعہ اللہ نے اپنے نبیؐ کی حفاظت فرمائی۔ ظاہری طور پر معمولی چیزیں (جالا، انڈے) بھی اللہ کے حکم سے حفاظتی قلعہ بن جاتی ہیں۔

۶۲۲عیسوی بمطابق ۱۴بعثت میں حکم رسول کے مطابق مسلمان چھپے چھپے مدینہ کی طرف جانے لگے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اچھی منزلت حاصل کی، قریش کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ میں اسلام زور پکڑ رہا ہے تو دارالندوہ میں جمع ہو کر یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہئے! کسی نے کہا: محمد کو یہیں قتل کر دیا جائے تاکہ ان کا دین ہی ختم ہو جائے۔ کسی نے کہا جلاوطن کر دیا جائے، ابوجہل نے رائے دی کہ مختلف قبائل کے لوگ جمع ہو کر ایک ساتھ ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں تاکہ قریش خون بہا نہ لے سکیں۔ اسی رائے پر بات ٹھہر گئی، سب نے مل کر آنحضرتؐ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ آپؐ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور یکم ربیع الاوّل ۱۴بعثت یوم پنجشنبہ رات کے وقت ایک مٹھی دھول لے کر گھر سے باہر نکلے اور اُن کی آنکھوں میں جھونکتے ہوئے اس طرح نکل گئے جیسے کفر سے ایمان نکل جائے۔

مختصر یہ کہ یکم ربیع الاوّل پنجشنبہ شب بوقت شب غار کی طرف روانہ ہوئے اور صبح سے کچھ پہلے یعنی دو ربیع الاوّل یوم جمعہ کو غار ثور میں پہنچے اور چار ربیع الاوّل تک غار میں رہے۔ حضرت علیؑ اپ لوگوں کے لئے رات میں کھانا پہنچاتے رہے، کفار مکہ نے انعام مقرر کر دیا تھا کہ جو شخص آپ کو زندہ پکڑ کر لائے گا یا آپ کا سر کاٹ کر لائے گا تو اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے، اس پر سراقہ ابن مالک آپ کی کھوج لگاتا ہوا غار تک جا پہنچا، اسے دیکھ کر حضرت ابوبکر رونے لگے تو آنحضرتؐ نے فرمایا

روتے کیوں ہو خدا ہمارے ساتھ ہے، سراقہ قریب پہنچا ہی تھا کہ اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا، اس وقت حضرتؐ روانگی کے لئے برآمد ہو چکے تھے، اس نے معافی مانگی، حضرت نے اسے معاف کر دیا، گھوڑا زمین سے نکل آیا وہ جان بچا کر بھاگا اور کافروں سے کہہ دیا کہ میں نے بہت تلاش کیا مگر محمد کا سراغ نہیں ملتا اب دو ہی صورتیں ہیں یا زمین میں سما گئے یا آسمان پر اڑ گئے۔[۱]

۞۞۞

[۱]۔ چودہ ستارے، نجم الحسن کراروی، ص ۶۲۔

﴿مکہ سے ہجرت، امام سجادؑ کی زبانی﴾

رسول مکرم اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے سے متعلق امام زین العابدین سید سجاد علی ابن الحسین علیہما السلام کی زبانی دیکھنا چاہیں تو آپؑ نے بھی ہجرت کا واقعہ بیان کیا ہے۔

شب ہجرت کے متعلق ایک روایت کا انداز کچھ ایسا ہے: "وَ رَوَى الْحُسَيْنُ بْنُ حَمْدَانَ الْخَصِيبِيُّ، بِإِسْنَادِهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: لَمَّا لَقَّنَهُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ رِسَالَةَ جَدِّهِ رَسُولِ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) إِلَى ابْنِهِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا جَابِرُ!، أَ كُنْتَ شَاهِداً حَدِيثَ جَدِّي رَسُولِ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَوْمَ الْغَارِ؟ قَالَ جَابِرٌ: لَا، يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ! قَالَ: إِذَنْ أُحَدِّثُكَ، يَا جَابِرُ!؟ قَالَ: حَدِّثْنِي، جُعِلْتُ فِدَاكَ. فَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ جَدِّكَ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمَّا هَرَبَ إِلَى الْغَارِ مِنْ مُشْرِكِي قُرَيْشٍ حَيْثُ كَبَسُوا دَارَهُ لِقَتْلِهِ، وَ قَالُوا: اِقْصِدُوا فِرَاشَهُ حَتَّى نَقْتُلَهُ فِيهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ: يَا أَخِي!، إِنَّ مُشْرِكِي قُرَيْشٍ يَكْبِسُونِي فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ، وَ يَقْصِدُونَ فِرَاشِي، فَمَا أَنْتَ صَانِعٌ يَا عَلِيُّ؟ قَالَ لَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَضْطَجِعُ فِي فِرَاشِكَ، وَ تَكُونُ

خَدِيجَةُ فِيْ مَوْضِعٍ مِنَ الدَّارِ، وَ أُخْرُجْ وَ اِسْتَصْحِبِ اللهَ حَيْثُ تَأْمَنُ عَلَى نَفْسِكَ؛ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: فَدَيْتُكَ - يَا أَبَا الْحَسَنِ! أَخْرِجْ لِيْ نَاقَتِيَ الْعَضْبَاءَ حَتَّى أَرْكَبَهَا، وَ أَخْرُجَ إِلَى اللهِ هَارِباً مِنْ مُشْرِكِيْ قُرَيْشٍ، وَ اِفْعَلْ بِنَفْسِكَ مَا تَشَاءُ، وَ اللهُ خَلِيْفَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلَى خَدِيجَةَ؛ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ" جعفر بن محمد الصادقؑ سے اُن کے باپ محمد بن علی الباقرؑ سے، اُن کے والد علی ابن الحسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: جب جابر بن عبد اللہ انصاریؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا پیغام امام باقر علیہ السلام کو سنایا تو علی ابن الحسین علیہ السلام نے جابر سے فرمایا: اے جابر! کیا تم نے میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وہ واقعہ (یومِ غار) براہِ راست بحیثیتِ حاضر و ناظر سُنا تھا؟ جابر نے عرض کیا: نہیں، یا ابن رسولِ اللہ!۔

علی ابن الحسین علیہما السلام نے عرض کی: تو پھر کیا میں تمہیں وہ واقعہ سناؤں؟ جابر نے کہا: بیان کیجیے، آپ پر میری جان فدا، آپؑ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مشرکینِ قُریش کے ہاتھوں سے بچ کر غار کی طرف گئے کیونکہ انہوں نے اُن کے گھر کو گھیر رکھا تھا تاکہ انہیں مار ڈالیں اور کہا گیا تھا: اُن کے بستر پر جا کر انہیں اسی میں مار ڈالو۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امیر المؤمنین علیہ السلام (یعنی علیؑ) سے کہا: اے بھائی! مشرکینِ قریش اس رات مجھے محاصرہ میں لئے ہوئے ہیں اور میرے بستر کی طرف جانے کی نیت رکھتے ہیں؛ اے علی کیا تم اس امر میں میری مدد کرو گے؟ امیر المؤمنین نے عرض کیا: جی رسول اللہ! میں آپ کے بستر پر لیٹ جاؤں گا اور جناب خدیجہ گھر کے کسی مقام پر ہوں گی، اور آپ (اپنا سامان لے

کر) باہر نکل جائیں اور اللہ کو اپنا سہارا بناتے ہوئے جہاں خود کو محفوظ پائیں وہاں چلے جائیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہا: میں تم پر فدا ہوں اے ابو الحسن! میری اونٹنی «العضباء» نکال دو تاکہ میں اس پر سوار ہوکر مشرکینِ قُریش سے اللہ کے حضور میں چلا جاؤں اور جو چاہو اپنے لئے کرو، اللہ میری طرف سے تم اور خدیجہ کا محافظ و سرپرست ہے۔ یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ سے روانہ ہوگئے۔

غار ثور کی جانب: "وَ رَكِبَ النَّاقَةَ وَ سَارَ وَ تَلَقَّاهُ جَبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! ، إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَصْحَبَكَ فِي مَسِيرِكَ وَ فِي الْغَارِ الَّذِي تَدْخُلُهُ وَ أَرْجِعُ مَعَكَ إِلَى الْمَدِينَةِ إِلَى أَنْ تُنِيخَ نَاقَتَكَ بِبَابِ أَبِي أَيُّوبِ الْأَنْصَارِيِّ؛ فَسَارَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَتَلَقَّاهُ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ! ، أَصْحَبُكَ؟ فَقَالَ وَيْحَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا أُرِيدُ أَنْ يَشْعُرَ بِي أَحَدٌ، فَقَالَ: فَأَخْشَى يَا رَسُولَ اللهِ! أَنْ يَسْتَخْلِفَنِيَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى لِقَائِي إِيَّاكَ، وَ لَا أَجِدُ بُدّاً مِنْ صِدْقِهِمْ؛ فَقَالَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَيْحَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ! أَ وَ كُنْتَ فَاعِلاً ذَلِكَ؟ فَقَالَ: إِيْ وَ اللهِ، لِئَلَّا أُقْتَلَ أَوْ أَحْلِفَ فَأَحْنِثَ؛ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: وَيْحَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ! فَمَا صُحْبَتُكَ إِيَّايَ بِنَافِعَتِكَ؛ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: وَ لَكِنَّكَ تَسْتَغِشُّنِي وَ تَخْشَى أَنْ أُنْذِرَ بِكَ الْمُشْرِكِينَ؛ فَقَالَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: سِرْ إِذَا شِئْتَ. فَتَلَقَّاهُ الْغَارَ، فَنَزَلَ عَنْ نَاقَتِهِ الْعَضْبَاءِ وَ أَبْرَكَهَا بِبَابِ الْغَارِ، وَ دَخَلَ وَ مَعَهُ جَبْرَئِيلُ وَ أَبُو بَكْرٍ؛ وَ قَامَتْ خَدِيجَةُ فِي جَانِبِ الدَّارِ بَاكِيَةً عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ" پھر رسولِ خداؐ اونٹنی پر سوار ہوئے اور روانہ ہوگئے۔ راستہ میں جبرئیل علیہ السلام آپؐ سے ملے اور عرض کیا:

یارسول اللہ! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپؐ کے اس سفر میں آپؐ کے ساتھ رہوں، اُس غار (ثور) میں بھی جس میں آپ داخل ہوں گے اور پھر مدینہ تک بھی آپؐ کے ساتھ رہوں یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے دروازہ پر بیٹھ جائے۔ چنانچہ نبی اکرمؐ سفر جاری رکھتے ہیں۔ راستہ میں ابوبکر آپؐ سے ملے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے ساتھ چلوں؟ آپؐ نے فرمایا: افسوس ہے ابوبکر! میں نہیں چاہتا کہ کوئی میرے بارے میں واقف ہو۔ ابوبکر نے کہا: مجھے خوف ہے رسولِ خدا! کہ اگر مشرکین کو میرے آپ کے ساتھ ہونے کا پتہ چل گیا تو وہ مجھ سے اس ملاقات کے بارے میں پوچھیں گے اور میں جھوٹ نہیں بول سکوں گا۔ آپؐ نے فرمایا: افسوس ہے تم پر اے ابوبکر! کیا تم ایسا کروگے؟ اس نے کہا: ہاں، خدا کی قسم! میں ایسا ہی کروں گا تاکہ میں قتل نہ کیا جاؤں یا جھوٹی قسم نہ کھاؤں!۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: افسوس ہے اے ابوبکر! تم میری رفاقت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کروگے!۔ ابوبکر نے کہا: لیکن آپ مجھ سے بدگمان ہیں، آپ کو ڈر ہے کہ میں مشرکین کو آپ کی خبر دے دوں گا!۔

آپؐ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو ساتھ چلو۔ پھر وہ دونوں غار (ثور) تک پہنچے رسول اللہؐ نے اپنی اونٹنی عضباء کو دروازہ پر بیٹھایا، پھر غار میں داخل ہوئے اور جبرئیل نیز ابوبکر بھی آپ کے ساتھ داخل ہوئے۔

اس وقت حضرت خدیجہؑ رسولِ خداؐ کے فراق میں گھر کے ایک گوشہ میں کھڑی رو رہی تھیں۔

"وَ اضْطَجَعَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَىٰ فِرَاشِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لِيَفْدِيَهُ بِنَفْسِهِ، وَ وَافَى الْمُشْرِكُوْنَ الدَّارَ لَيْلاً فَتَسَوَّرُوْا عَلَيْهَا وَ دَخَلُوْا، وَ قَصَدُوْا إِلَىٰ فِرَاشِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، فَوَجَدُوْا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُضْطَجِعاً فِيْهِ، فَضَرَبُوْا بِأَيْدِيْهِمْ إِلَيْهِ، وَ قَالُوْا: يَا ابْنَ أَبِيْ كَبْشَةَ، لَمْ يَنْفَعْكَ سِحْرُكَ وَ لَا كِهَانَتُكَ وَ لَا خِدْمَةُ الْجَانِّ لَكَ، اَلْيَوْمَ نَسْقِيْ أَسْلِحَتَنَا مِنْ دَمِكَ، فَنَفَضَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَيْدِيَهُمْ عَنْهُ، فَكَأَنَّهُمْ لَمْ يَصِلُوْا إِلَيْهِ، وَ جَلَسَ فِي الْفِرَاشِ، وَ قَالَ: مَا بَالُكُمْ يَا مُشْرِكِيْ قُرَيْشٍ! أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، قَالُوْا لَهُ: وَ أَيْنَ مُحَمَّدٌ يَا عَلِيُّ!؟ قَالَ: حَيْثُ يَشَاءُ اللّٰهُ، قَالُوْا: وَ مَنْ فِي الدَّارِ؟ قَالَ: خَدِيْجَةُ، قَالُوْا: الْحَبِيْبَةُ الْكَرِيْمَةُ لَوْلَا تَبَعُّلُهَا بِمُحَمَّدٍ، يَا عَلِيُّ!، وَ حَقِّ اللَّاتِ وَ الْعُزَّىٰ لَوْلَا حُرْمَةُ أَبِيْكَ أَبِيْ طَالِبٍ وَ عِظَمُ مَحَلِّهِ فِيْ قُرَيْشٍ لَأَعْمَلْنَا أَسْيَافَنَا فِيْكَ، فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا مُشْرِكِيْ قُرَيْشٍ، أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ، وَ فَالِقِ الْحَبِّ، وَ بَارِءِ النَّسَمَةِ، مَا يَكُوْنُ إِلَّا مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ وَ لَوْ شِئْتُ أَنْ أُفْنِيَ جَمْعَكُمْ، كُنْتُمْ أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ فَرَاشِ السِّرَاجِ، فَلَا شَيْءَ أَضْعَفُ مِنْهُ، فَتَضَاحَكَ الْقَوْمُ الْمُشْرِكُوْنَ" جب امیر المومنین علی علیہ السلام نے رسولِ خداؐ کے بستر پر لیٹنے کا ارادہ کیا تاکہ اپنی جان سے اُن کی حفاظت کریں تو مشرکینِ قریش رات کے وقت رسولِ خداؐ کے گھر پر پہنچ گئے۔ وہ دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوئے اور سیدھے اُس بستر کی طرف بڑھے جس پر وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہؐ سوئے ہوئے ہیں۔ جب وہ قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ بستر پر امیر المومنین علیؑ لیٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر پکڑنے کی کوشش کی اور

تمسخر وغیظ سے کہا: اے ابنِ ابی کبشہ! آج تیرا جادو، تیری کہانت اور تیرے جن سب بیکار ہو گئے! آج ہم اپنی تلواروں کو تیرے خون سے سیراب کریں گے! اس پر امیر المؤمنین علیؑ نے ان کے ہاتھ جھٹک دیئے، گویا وہ ان تک پہنچ ہی نہ سکے۔

پھر علیؑ بستر پر بیٹھ گئے اور فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے اے قریش کے مشرکو! میں علی بن ابی طالبؑ ہوں! وہ بولے: اے علی! محمد کہاں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: جہاں اللہ چاہا وہیں چلے گئے!۔ انہوں نے پوچھا: گھر میں کون ہے؟ فرمایا: جناب خدیجہ ہیں۔ وہ بولے: ہاں، وہی محبوبہ اور معزز عورت، اگر وہ محمد کے نکاح میں نہ ہوتیں!۔

پھر کہنے لگے: اے علی! لات و عُزّیٰ کی قسم! اگر تیرے باپ ابو طالب کی حرمت اور اُس کا قریش میں مقام نہ ہوتا تو ہم اپنی تلواریں تجھ پر چلا دیتے! اس پر امیر المؤمنینؑ نے نہایت جلال سے فرمایا: اے قریش کے مشرکو! تم اپنی کثرت پر اتراتے ہو؟ قسم ہے اُس خدا کی جو دانہ چیرنے والا اور روح پیدا کرنے والا ہے! دنیا میں صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

اگر میں چاہوں تو تم سب کو فنا کر دوں، تم میرے نزدیک چراغ کے گرد اڑنے والے پروانوں سے بھی زیادہ حقیر ہو، اس سے کمزور کوئی چیز نہیں۔ یہ سن کر مشرکین ہنسنے لگے (اور عاجزی و بے بسی کے ساتھ وہاں سے ہٹ گئے)۔

" وَ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: خَلُّوْا عَلِيّاً لِحُرْمَةِ أَبِيْهِ وَ اِقْصِدُوْا الطَّلَبَ لِمُحَمَّدٍ، وَ رَسُوْلُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي الْغَارِ، وَ جَبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ أَبُوْبَكْرٍ مَعَهُ، فَحَزِنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ خَدِيْجَةَ فَقَالَ جَبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا،

ثُمَّ كَشَفَ لَهُ فَرَأَىٰ عَلِيّاً وَ خَدِيجَةَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَ رَأَىٰ سَفِينَةَ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ مَنْ مَعَهُ تَعُوْمُ فِي الْبَحْرِ، فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَىٰ رَسُوْلِهِ، وَ هُوَ الْأَمَانُ مِمَّا خَشِيَهُ عَلَىٰ عَلِيٍّ وَ خَدِيْجَةَ، فَأَنْزَلَ اللهُ الْآيَةَ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ يُرِيْدُ جَبْرَئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَيْهِ الْآيَةَ، وَلَوْ كَانَ الَّذِيْ حَزِنَ أَبُوْ بَكْرٍ لَكَانَ أَحَقَّ بِالْأَمَانِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، لَوْ لَمْ يَحْزَنْ، ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ لِأَبِيْ بَكْرٍ: يَا أَبَا بَكْرٍ!، إِنِّي أَرَىٰ عَلِيّاً وَ خَدِيْجَةَ وَ مُشْرِكِيْ قُرَيْشٍ وَ خِطَابَهُمْ وَ سَفِيْنَةَ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَ مَنْ مَعَهُ تَعُوْمُ فِي الْبَحْرِ، وَ أَرَى الرَّهْطَ مِنَ الْأَنْصَارِ مُجْلِبِيْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: وَ تَرَاهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ! فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ، وَ فِيْ هَذِهِ السَّاعَةِ، وَ أَنْتَ فِي الْغَارِ وَ فِيْ هَذِهِ الظُّلْمَةِ، وَ مَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَكَ مِنْ بُعْدِ الْمَدِيْنَةِ عَنْ مَكَّةَ؟! فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنِّيْ أُرِيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ حَتَّىٰ تُصَدِّقَنَّ، وَ مَسَحَ يَدَهُ عَلَىٰ بَصَرِهِ، فَقَالَ: اُنْظُرْ يَا أَبَا بَكْرٍ إِلَىٰ مُشْرِكِيْ قُرَيْشٍ، وَ إِلَىٰ أَخِيْ عَلَى الْفِرَاشِ وَ خِطَابِهِ لَهُمْ، وَ خَدِيْجَةَ فِيْ جَانِبِ الدَّارِ" پھر (قریش کے) بعض مشرکین نے ایک دوسرے سے کہا: علی کو چھوڑ دو، اس کے باپ ابوطالب کی حرمت کی وجہ سے۔ چلو، محمدؐ کی تلاش میں نکلو۔ اس وقت رسولِ خداؐ غار میں تھے اور اُن کے ساتھ جبرئیلؑ وابوبکر بھی موجود تھے۔

جب رسول اللہؐ کو علیؑ اور خدیجہؑ کا خیال آیا تو آپؐ کو غم ہوا۔ تب جبرئیلؑ نے فرمایا: غم نہ کریں، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر جبرئیلؑ نے نبیؐ کے لئے پردہ ہٹادیا تو آپؐ نے دیکھا کہ علیؑ بستر پر لیٹے ہیں اور خدیجہؑ گھر کے ایک گوشہ میں کھڑی رو رہی

ہیں، آپؐ نے جعفر بن ابی طالبؑ کی کشتی کو بھی دیکھا جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ سمندر میں چل رہی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین اپنے رسول پر نازل کی یعنی آپؐ نے علیؑ اور خدیجہؑ کے لئے امان و سکون محسوس کیا۔ اسی موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ" اور "يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" اس آیت میں مراد جبرئیل امینؑ ہیں جو رسولِ خداؐ سے یہ کلمات فرما رہے تھے۔

پھر فرمایا: "فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ" یعنی اللہ نے رسولِ خداؐ پر تسکین نازل فرمائی کیونکہ اگر غمگین ہونے والا ابو بکر ہوتا تو تسکین اُس پر نازل ہونی چاہئے تھی، حالانکہ قرآن نے کہا کہ رسولؐ پر تسکین نازل ہوئی۔

لہٰذا آیت کا مفہوم یہی ہے کہ غم رسول اللہؐ کا تھا اور تسلی جبرئیلؑ نے دی۔ پھر رسولِ خداؐ نے ابو بکر سے فرمایا: اے ابو بکر! میں ابھی علیؑ و خدیجہؑ کو دیکھ رہا ہوں اور قریش کے مشرکین کو اُن سے بات کرتے ہوئے پا رہا ہوں، میں جعفر بن ابی طالبؑ اور اُن کے ساتھیوں کی کشتی کو سمندر میں تیرتے ہوئے بھی دیکھ رہا ہوں، میں انصار کے گروہ کو مدینہ میں نصرت کے لئے متوجہ دیکھ رہا ہوں۔ ابو بکر نے حیرت سے کہا: اے رسولِ خدا! کیا آپ اس رات، اسی ساعت میں، اس غار میں، اس اندھیرے میں، ان سب کو دیکھ رہے ہیں جبکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے! رسول اللہؐ نے فرمایا: اے ابو بکر! میں تمہیں بھی دکھاتا ہوں تاکہ تمہیں یقین آجائے۔ پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ ابو بکر کی آنکھوں پر پھیر کر فرمایا: دیکھو، اے ابو بکر! یہ قریش کے

مشرک ہیں، یہ میرا بھائی علیؑ ہے جو میرے بستر پر لیٹا ہے اور ان سے گفتگو کر رہا ہے، یہ خدیجہؑ ہیں جو گھر کے ایک گوشہ میں کھڑی ہیں۔

" وَ انْظُرْ إِلَىٰ سَفِينَةِ جَعْفَرٍ تَعُومُ فِي الْبَحْرِ، فَنَظَرَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى الْكُلِّ، فَفَزِعَ وَ رَعُبَ وَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَا طَاقَةَ لِي بِالنَّظَرِ إِلَىٰ مَا رَأَيْتُهُ، فَرُدَّ عَلَيَّ غِطَائِي، فَمَسَحَ عَلَىٰ بَصَرِهِ فَحُجِبَ عَمَّا أَرَاهُ رَسُولُ اللهِ، وَ قَصَدَ الْمُشْرِكُونَ فِي الطَّلَبِ لِيَقْفُوا أَثَرَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ حَتَّىٰ جَاءُوا إِلَىٰ بَابِ الْغَارِ، وَ حَجَبَ اللهُ عَنْهُمُ النَّاقَةَ وَ لَمْ يَرَوْهَا، وَ قَالُوا: هَذَا أَثَرُ نَاقَةِ مُحَمَّدٍ وَ مَبْرَكُهَا فِي بَابِ الْغَارِ، فَدَخَلُوا فَوَجَدُوا عَلَىٰ بَابِ الْغَارِ نَسْجاً قَدْ أَظَلَّهُ، فَقَالُوا: وَيْحَكُمْ مَا تَرَوْنَ إِلَىٰ نَسْجِ هَذِهِ الْعَنْكَبُوتِ عَلَىٰ بَابِ الْغَارِ، فَكَيْفَ دَخَلَهُ مُحَمَّدٌ! فَصَدَّهُمُ اللهُ عَنْهُ وَ رَجَعُوا، وَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مِنَ الْغَارِ وَ هَاجَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فَحَدَّثَ الْمُشْرِكِينَ بِخَبَرِهِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ قَالَ لَهُمْ: لَا طَاقَةَ لَكُمْ بِسِحْرِ مُحَمَّدٍ، وَ قِصَصٍ يَطُولُ شَرْحُهَا، قَالَ جَابِرٌ: هَكَذَا وَ اللهِ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ! حَدَّثَنِي جَدُّكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) مَا زَادَ وَ لَا نَقَصَ حَرْفاً وَاحِداً" آپؐ نے فرمایا: اے ابوبکر! جعفر کی کشتی کو دیکھو جو دریا میں تیر رہی ہے۔ ابوبکر نے سب کچھ دیکھا تو گھبرا گئے اور خوف زدہ ہو کر کہنے لگے: اے رسولِ خدا! مجھے اس منظر کی تاب نہیں جو میں نے دیکھا ہے، میرا پردہ (بینائی) واپس کر دیجئے۔ رسولِ خداؐ نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور وہ اس چیز سے محجوب (اندھے) ہو گئے جسے نبی اکرمؐ دیکھ رہے تھے۔ پھر مشرکین رسولِ خداؐ کا تعاقب کرتے ہوئے (نشانِ قدم کے پیچھے چلتے ہوئے) غار کے دروازہ تک

پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ کی اونٹنی کو ان لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کردیا، وہ اسے نہ دیکھ سکے۔ انہوں نے کہا: یہ تو محمدؐ کی اونٹنی کے قدموں کے نشان ہیں اور اس کے بیٹھنے کی جگہ غار کے دہانے پر ہے! پھر انہوں نے غار میں داخل ہونا چاہا تو انہوں نے دیکھا کہ غار کے دروازہ پر مکڑی کا جالا بُنا ہوا ہے، اسے دیکھ کر وہ کہنے لگے: افسوس! کیا تم نہیں دیکھتے کہ مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا بن رکھا ہے؟ محمدؐ اندر کیسے جاسکتے ہیں؟۔

اس طرح اللہ نے ان کے دلوں کو روک دیا اور وہ واپس لوٹ گئے۔ پھر رسولِ خداؐ غار سے نکلے اور مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، ابو بکر بھی نکلے، پھر انہوں نے مشرکین کو رسولِ خداؐ کے ساتھ اپنے سفر کی خبر دی اور کہنے لگے: تم محمدؐ کے جادو کا مقابلہ نہیں کرسکتے اور اس واقعہ کی تفصیلات بہت طویل ہیں۔ جابر کہتے ہیں: خدا کی قسم! اے فرزندِ رسولؐ! بالکل اسی طرح مجھے آپ کے جدّ، رسولِ خداؐ نے یہ واقعہ سنایا تھا نہ اس میں کوئی اضافہ کیا اور نہ ایک حرف کم۔[1]

❀ ❀ ❀

[1]۔ الہدایۃ الکبری، ج۱، ص ۸۲۔ البرہان فی تفسیر القرآن، ج۲، ص ۷۸۲۔

﴿مسجدِ ضرار، مسجدِ قبا اور مسجد نبویؐ﴾

تاریخ مدینہ میں تین مسجدیں بہت مشہور ہوئیں جن میں سے ایک مسجد ضرار ہے، دوسری مسجد قُبا اور تیسری مسجد نبویؐ۔

ان مساجد کے متعلق ارشاد ہوتا ہے، اقوال معصومینؑ کے تناظر میں آیاتِ الٰہی کی تفسیر اس طرح نقل ہوئی ہے "وَ قَوْلُهُ ﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِداً ضِرَاراً وَ كُفْراً﴾ فَإِنَّهُ كَانَ سَبَبُ نُزُوْلِهَا. أَنَّهُ جَاءَ قَوْمٌ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ! أَ تَأْذَنُ لَنَا أَنْ نَبْنِيَ مَسْجِداً فِيْ بَنِيْ سَالِمٍ لِلْعَلِيْلِ وَ اللَّيْلَةِ الْمَطِيْرَةِ وَ الشَّيْخِ الْفَانِي. فَأَذِنَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ هُوَ عَلَى الْخُرُوْجِ إِلَى تَبُوْكَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ! لَوْ أَتَيْتَنَا فَصَلَّيْتَ فِيْهِ. قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَا عَلَى جَنَاحِ السَّفَرِ. فَإِذَا وَافَيْتُ إِنْ شَاءَ اللهُ أَتَيْتُهُ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ. فَلَمَّا أَقْبَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مِنْ تَبُوْكَ نَزَلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْ شَأْنِ الْمَسْجِدِ وَ أَبِيْ عَامِرٍ الرَّاهِبِ وَ قَدْ كَانُوْا حَلَفُوْا لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِنَّهُمْ يَبْنُوْنَ ذٰلِكَ لِلصَّلَاحِ وَ الْحُسْنٰى. فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى رَسُوْلِهِ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِداً ضِرَاراً وَ كُفْراً وَ تَفْرِيقاً بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ إِرْصَاداً لِمَنْ حَارَبَ اللهَ وَ رَسُوْلَهُ مِنْ قَبْلُ يَعْنِيْ أَبَا عَامِرٍ الرَّاهِبَ كَانَ يَأْتِيْهِمْ. فَيَذْكُرُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أَصْحَابَهُ وَ لَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنٰى وَ اللهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ لَا تَقُمْ فِيْهِ أَبَداً لَمَسْجِدٌ

أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ يَعْنِي مَسْجِدَ قُبَا أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَ اللهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ قَالَ كَانُوا يَتَطَهَّرُونَ بِالْمَاءِ "کچھ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ ہم بنی سالم کے علاقہ میں ایک مسجد بنائیں تاکہ بیمار لوگ، بارش والی راتوں میں لوگ اور بوڑھے لوگ وہاں نماز پڑھ سکیں!۔ رسول اللہؐ نے انہیں اجازت دے دی، اس وقت آپؐ غزوہ تبوک کی طرف نکلنے کی تیاری میں تھے۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ ہماری مسجد میں تشریف لائیں اور اس میں نماز پڑھیں (تو ہمارے لئے باعثِ برکت ہوگا)۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: میں ابھی سفر کے لئے تیار ہوں، ان شاء اللہ جب واپس آؤں گا تو آکر اس میں نماز پڑھوں گا۔ لیکن جب رسول اللہؐ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپؐ پر سورہ توبہ کی آیت ۱۰۷ نازل ہوئی: "وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَ كُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ إِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ" اور (منافقین میں سے) وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے کے لئے، کفر کے لئے، اہلِ ایمان میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور اس کے انتظار میں جو پہلے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف لڑ چکا تھا اور وہ ضرور قسم کھائیں گے کہ ہم نے صرف نیکی کا ارادہ کیا تھا، حالانکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

اس آیت سے مراد "ابوعامر راہب" تھا جو منافقین کے پاس آیا کرتا اور رسول اللہؐ اور آپؐ کے اصحاب کی برائیاں کیا کرتا تھا حالانکہ منافقین نے رسول اللہؐ کے سامنے قسمیں کھا کر کہا تھا کہ ہم تو اس مسجد کو صرف بھلائی اور نیکی کے لئے بنا رہے ہیں! لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّہُمْ لَکٰذِبُوْنَ" اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت ۱۰۸ میں ارشاد ہوا: "لَا تَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ ؕ فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَہَّرُوْا ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّہِّرِیْنَ" آپؐ مسجد میں ہرگز بھی کھڑے نہ ہوں لیکن صرف وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ و پرہیزگاری پر قائم کی گئی ہو، وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپؐ اُس میں (یعنی مسجد قُبَاء میں عبادت کے لئے) کھڑے ہوں۔ (کیونکہ) اُس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ تو پاک صاف رہنے والے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

خلاصہ: منافقین نے بہانے بنا کر مسجد ضرار تعمیر کی۔ اس مسجد کی تعمیر سے ان کا مقصد قوم میں تفرقہ ڈالنا، کفر کو تقویت دینا اور دشمنِ اسلام "ابوعامر راہب" کی مدد کرنا تھا۔ نبی اکرمؐ نے وعدہ کیا تھا کہ واپسی پر نماز پڑھیں گے مگر اللہ نے آیت نازل کر کے مسجد ضرار کو مسترد کر دیا۔

اس کے مقابلہ میں مسجد قُبَاء کی فضیلت بیان کی گئی، جہاں اہل ایمان پانی سے پاکیزگی اختیار کرتے تھے اور اللہ انہیں پسند کرتا ہے۔[1]

---

[1] تفسیر قمی، ج ۱، ص ۳۰۵، سورہ توبہ آیت ۹۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَتَى مَسْجِدِيْ مَسْجِدِ قُبَا، فَصَلَّى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ رَجَعَ بِعُمْرَةٍ" رسولِ خداؐ نے فرمایا: جو شخص میری مسجد (یعنی مسجدِ قُبا) میں آئے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھے، وہ (اجر و ثواب میں) عمرہ کے ساتھ لوٹے گا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ آنا اور مسجد نبوی کی تعمیر: ۱۶ ربیع الاوّل روز جمعہ کو آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے، لوگ جوق در جوق آپؐ کے استقبال کو آرہے تھے اور ہر شخص بڑھ کر آپؐ کے ناقہ کی مہار پکڑ کر عرض کرتا تھا کہ ہمارے گھر تشریف لے چلیں، حضرتؐ نے فرمایا کہ میرے ناقہ کو چھوڑ دو، وہ مامور ہے، ناقہ چلتے چلتے خود بخود اس مقام پر جاکر بیٹھ گیا جہاں اِس وقت مسجد نبویؐ ہے۔ جب ناقہ رکا تو آپؐ ناقہ سے اتر گئے اور فرمایا: یہاں سے سب سے زیادہ نزدیک کس کا مکان ہے؟۔ ابو ایوب انصاریؓ آگے بڑھے اور عرض کیا: میرا مکان سب سے نزدیک ہے، یہی سامنے والا میرا مکان ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: جاؤ انتظام کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات مہینہ تک وہیں قیام فرمایا۔

مدینہ پہونچ کر سب سے پہلا کام حضرتؐ نے جو کیا وہ ایک مسجد کی تعمیر تھی، ایک زمین سہل و سہیل دو یتیم بچوں کی تھی، ان دونوں نے اس زمین کو حضورؐ کی خدمت میں بغیر قیمت حاضر کرنا چاہا لیکن آپؐ نے منظور نہیں فرمایا تو ابو ایوب انصاریؓ نے اس کی قیمت ادا کی اور مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی، سب کے ساتھ حضرت سرور کائناتؐ خود بھی بھاری بھاری پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، دیگر صحابہ کرام ایک

[1] ۔ وسائل الشیعۃ، ج۵، ص۲۸۶۔

ایک پتھر لاتے تھے اور حضرت عمار یاسر دو دو پتھر لاتے تھے، ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہؐ کی طرف سے، رسول اللہؐ کی نگاہ جب ان پر پڑی تو عمار کے قریب تشریف لے گئے، ان کے سر اور جسم سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے "وَيْه عَمَّار! تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَ يَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ" ہائے افسوس! عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، عمار اس گروہ کے لوگوں کو جنت کی طرف بلاتے ہوں گے اور وہ گروہ عمار کو جہنم کی طرف بلاتا ہوگا۔ یہ حدیث متواتر ہے، عمار یاسر کو جنگ صفین میں معاویہ کے گروہ نے قتل کیا۔

جب مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی اور اس کے ارد گرد کمرے بن گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ابو رافع کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر بھیجا کہ مکہ سے حضرت فاطمہ زہراؑ اور ام کلثوم وغیرہ کو لے آئیں۔ چنانچہ وہ لوگ مکہ جا کر ان لوگوں کو لے آئے، ان کے آنے کے بعد آپؐ ابو ایوب انصاریؓ کے گھر سے منتقل ہو کر اپنے گھر میں آئے۔[1]

❀ ❀ ❀

[1]۔ ہادیان برحق، ابوالحسن علی بن حسین مسعودی ہذلی، ترجمہ مولانا سید علی رضوی گوپالپوری، ص ۱۲۳-۱۲۴۔

﴿مسجد نبویؐ کا ستونِ حنانہ اور ستونِ توبہ﴾

مسجد نبویؐ میں دو ستون بہت اہمیت کے حامل ہیں جن میں سے ایک ستون کو ستونِ حنانہ اور دوسرے ستون کو ستونِ توبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: " أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمَّا بَنَىٰ مَسْجِدَهُ كَانَ فِيهِ جِذْعُ نَخْلٍ إِلَىٰ جَانِبِ الْمِحْرَابِ يَابِسٌ عَتِيقٌ إِذَا خَطَبَ يَسْتَنِدُ إِلَيْهِ فَلَمَّا اُتُّخِذَ لَهُ الْمِنْبَرُ وَ صَعِدَهُ حَنَّ ذٰلِكَ الْجِذْعُ كَحَنِينِ النَّاقَةِ إِلَىٰ فَصِيلِهَا فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَاحْتَضَنَهُ فَسَكَنَ مِنَ الْحَنِينِ ثُمَّ رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ يُسَمَّى الْحَنَّانَةَ إِلَىٰ أَنْ هَدَمَ بَنُو أُمَيَّةَ الْمَسْجِدَ وَ جَدَّدُوا بِنَاءَهُ فَقَطَعُوا الْجِذْعَ " جب رسول اللہؐ نے اپنی مسجد بنائی تو اس میں محراب کے پہلو میں ایک کھجور کا پرانا اور خشک تنا موجود تھا۔ رسول اللہؐ جب خطبہ دیتے تو اس پر ٹیک لگا لیتے۔ پھر جب آپؐ کے لئے منبر تیار کیا گیا اور آپ اس منبر سے خطبہ دینے لگے تو وہ کھجور کا تنا جدائی کے درد سے اس طرح رونے لگا جیسے اونٹنی اپنے بچہ کو پکارنے کے لئے روتی ہے۔ رسول اللہؐ منبر سے نیچے اترے اور اسے اپنے بازوؤں میں لے کر گلے سے لگایا تو اسے سکون مل گیا۔ پھر رسول اللہؐ واپس (منبر پر) تشریف لے گئے۔ اسی لئے اسے حنانہ کہا گیا (یعنی رونے والا تنا)۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری و ساری تھا یہاں تک کہ جب بنی امیہ نے مسجد کو گرایا اور تعمیر نو کرائی تو انہوں نے اس کھجور کے تنے کو کاٹ دیا۔[1]

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۱۷، ص۳۶۵۔

خلاصہ: مسجد نبویؐ میں کھجور کا ایک تنا تھا جس پر نبی کریمؐ خطبہ دیتے وقت سہارا لیتے تھے۔ منبر بننے کے بعد جب آپؐ منبر سے خطبہ دینے لگے تو وہ تنا جدائی کے غم میں رونے لگا۔ آپؐ نے اسے گلہ سے لگایا، تب وہ سکون میں آیا۔ یہ تنا حنانہ کے نام سے مشہور ہوا۔ جب بنی امیہ نے مسجد گرائی اور دوبارہ بنائی تو وہ تنا کاٹ دیا۔

ستون توبہ کے متعلق روایت ملتی ہے: " فِيْ تَفْسِيْرِ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ : قَوْلُهُ عَزَّ وَ جَلَّ: وَ آخَرُوْنَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحاً وَ آخَرَ سَيِّئاً عَسَى اللهُ أَنْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ نَزَلَتْ فِيْ أَبِيْ لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمَّا حَاصَرَ بَنِيْ قُرَيْضَةَ قَالُوْا لَهُ: إِبْعَثْ إِلَيْنَا أَبَا لُبَابَةَ نَسْتَشِيْرُهُ فِيْ أَمْرِنَا، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِيْتِ حُلَفَاءَكَ وَ مَوَالِيَكَ فَأَتَاهُمْ فَقَالُوْا لَهُ: يَا أَبَا لُبَابَةَ مَا تَرَىٰ أَنَنْزِلُ عَلَىٰ مَا حَكَمَ مُحَمَّدٌ؟ فَقَالَ: إِنْزِلُوْا وَ اعْلَمُوْا أَنَّ حُكْمَهُ فِيْكُمْ هُوَ الذَّبْحُ وَ أَشَارَ إِلَىٰ حَلْقِهِ، ثُمَّ نَدِمَ عَلَىٰ ذٰلِكَ فَقَالَ: خُنْتُ اللهَ وَ رَسُوْلَهُ، وَ نَزَلَ مِنْ حِصْنِهِمْ وَ لَمْ يَرْجِعْ إِلَىٰ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، وَ مَرَّ إِلَى الْمَسْجِدِ وَ شَدَّ فِيْ عُنُقِهِ حَبْلاً ثُمَّ شَدَّهُ إِلَى الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِيْ تُسَمَّى أُسْطُوَانَةَ التَّوْبَةِ، وَ قَالَ: لَا أَحُلُّهُ حَتّٰى أَمُوْتَ أَوْ يَتُوْبَ اللهُ عَلَيَّ، فَبَلَغَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ذٰلِكَ فَقَالَ: أَمَا لَوْ أَتَانَا لَاسْتَغْفَرْنَا لَهُ اللهَ، فَأَمَّا إِذَا قَصَدَ إِلَىٰ رَبِّهِ فَاللهُ أَوْلَىٰ بِهِ، وَ كَانَ أَبُوْ لُبَابَةَ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَ يَأْكُلُ بِاللَّيْلِ مَا يُمْسِكُ بِهِ نَفْسَهُ، فَكَانَتْ بِنْتُهُ تَأْتِيْهِ بِعَشَائِهِ وَ تَحُلُّهُ عِنْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ نَزَلَتْ تَوْبَتُهُ، فَقَالَ: يَا أُمَّ سَلَمَةَ قَدْ تَابَ اللهُ عَلَىٰ أَبِيْ لُبَابَةَ، فَقَالَتْ:

يَا رَسُولَ اللهِ أَفَأُؤْذِنُهُ بِذَلِكَ؟ فَقَالَ: لَتَفْعَلِنَّ، فَأَخْرَجَتْ رَأْسَهَا مِنَ الْحُجْرَةِ فَقَالَتْ: يَا أَبَا لُبَابَةَ أَبْشِرْ فَقَدْ تَابَ اللهُ عَلَيْكَ، فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَوَثَبَ الْمُسْلِمُونَ لِيَحُلُّوهُ فَقَالَ: لَا وَ اللهِ حَتَّى يَحُلَّنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ فَقَالَ: يَا أَبَا لُبَابَةَ قَدْ تَابَ اللهُ عَلَيْكَ تَوْبَةً لَوْ وُلِدْتَ مِنْ أُمِّكَ يَوْمَكَ هَذَا لَكَفَاكَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ فَأَتَصَدَّقُ بِمَالِي كُلِّهِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَبِثُلُثَيْهِ؟ قَالَ: لَا قَالَ فَبِنِصْفِهِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَبِثُلُثِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَنْزَلَ اللهُ: «وَ آخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلاً صالِحاً وَ آخَرَ سَيِّئاً عَسَى اللهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ خُذْ مِنْ أَمْوالِهِمْ صَدَقَةً إِلَى قَوْلِهِ: أَنَّ اللهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبادِهِ وَ يَأْخُذُ الصَّدَقاتِ وَ أَنَّ اللهَ هُوَ التَّوّابُ الرَّحِيمُ "تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں اس آیت کے بارے میں آیا ہے کہ یہ ابولبابہ بن عبدالمنذر کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب رسولِ خداؐ نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تو انہوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ ابو لبابہ کو ہمارے پاس بھیجا جائے تاکہ ہم اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کریں۔

رسولِ خداؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے، اپنے حلیف اور حمایتیوں کے پاس جاؤ؛ ابولبابہ ان کے پاس گئے۔ بنی قریظہ نے کہا: اے ابولبابہ! تم کیا کہتے ہو؟ کیا ہم محمدؐ کے فیصلہ پر اپنے آپ کو پیش کر دیں؟ ابولبابہ نے کہا: ہاں، تم لوگ تسلیم ہو جاؤ لیکن یہ جان لو کہ ان کا فیصلہ تمہارے بارے میں قتل ہی ہوگا۔

یہ کہہ کر انہوں نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کیا پھر فوراً انہیں ندامت ہوئی اور کہا: "میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے خیانت کی ہے۔ پھر وہ بنی قریظہ کے قلعہ سے اترے اور رسولِ خداؐ کے پاس واپس نہ گئے بلکہ مسجد میں آئے، اپنی گردن میں

رسی ڈالی، اور مسجد کے ایک ستون (جو بعد میں "ستونِ توبہ" کہلایا) سے اپنے آپ کو باندھ لیا اور کہا: میں اس کو نہیں کھولوں گا جب تک مر نہ جاؤں یا اللہ میری توبہ قبول نہ کرلے !۔ جب رسولِ خداؐ کو اس کی خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: اگر وہ ہمارے پاس آجاتا تو ہم اس کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتے لیکن جب وہ خود اپنے رب کی طرف متوجہ ہو گیا ہے تو اللہ ہی اس کے بارے میں بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

ابو لبابہ دن میں روزہ رکھتے اور رات کو اتنا کھانا کھاتے جس سے جان باقی رہے، ان کی بیٹی شام کو ان کے لئے کھانا لاتی اور جب انہیں پیشاب یا حاجت کے لئے جانا ہوتا تو رسی کھول دیتی۔

چند دن بعد، جب رسولِ خداؐ ام المؤمنین اُمّ سلمہ کے گھر میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے ابو لبابہ کی توبہ قبول فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا: اے اُمّ سلمہ! اللہ نے ابو لبابہ کی توبہ قبول کر لی ہے۔ اُمّ سلمہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اسے اطلاع دے دوں ؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، ضرور اطلاع دے دو۔

چنانچہ اُمّ سلمہ نے حجرہ سے سر باہر نکالا اور کہا: اے ابو لبابہ! خوش ہو جاؤ، اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے !۔ ابو لبابہ نے کہا: الحمد للہ! مسلمان دوڑے کہ اسے کھول دیں، مگر انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں نہیں کھولوں گا جب تک خود رسولِ خداؐ مجھے کھول نہ دیں۔ پھر رسولِ خداؐ تشریف لائے اور فرمایا: اے ابو لبابہ! اللہ نے تمہاری ایسی توبہ قبول کی ہے کہ اگر آج تم اپنی ماں کے بطن سے نئے پیدا ہوتے تو بھی تمہارے لئے اس سے بہتر نہ ہوتی! ابو لبابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنا سارا مال صدقہ کر دوں ؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے کہا: پھر دو تہائی

مال؟فرمایا:نہیں۔ کہا: پھر آدھا مال؟فرمایا:نہیں۔کہا: پھر تیسرا حصہ؟فرمایا:ہاں، ٹھیک ہے۔تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:"وَ آخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللهُ أَنْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ، خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً إِنَّ اللهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ "۔[1]

ایک روایت شیخ مفید نے اس انداز سے بیان کی ہے:" اَلْمُفِيدُ عَنِ الْجِعَابِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِي لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ: أَنَّهُ جَاءَ يَتَقَاضَىٰ أَبَا الْبِشْرِ دَيْناً لَهُ عَلَيْهِ فَسَمِعَهُ يَقُولُ: قُوْلُوْا لَهُ لَيْسَ هُوَ هُنَا فَصَاحَ أَبُوْ لُبَابَةَ يَا أَبَا الْبِشْرِ اُخْرُجْ إِلَيَّ فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى هٰذَا فَقَالَ اَلْعُسْرُ يَا أَبَا لُبَابَةَ؛ قَالَ اللهُ قَالَ أَبُوْلُبَابَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَقُولُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْتَظِلَّ مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَقُلْنَا كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ فَلْيُنْظِرْ غَرِيماً أَوْ لِيَدَعْ لِمُعْسِرٍ "

شیخ طوسیؒ نے آمالی میں روایت کا سلسلہ اس انداز سے نقل کیا ہے:"جَمَاعَةٌ عَنْ أَبِي الْمُفَضَّلِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ دَلِيلِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ :"شیخ مفید نے محمد بن جعفر سے، انہوں نے اپنے والد جعفر بن محمد (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے، انہوں نے اپنے والد محمد بن علی (امام محمد باقر علیہ السلام) سے، انہوں نے ابولبابہ بن عبدالمنذر سے روایت کی کہ:

---

[1] ۔بحار الانوار، ج۲۲، ص۹۳۔ تفسیر نور الثقلین، ج۲، ص۲۵۸۔ تفسیر قمی۔

ابولبابہ ایک دن ابوالبشر کے پاس اپنا قرض طلب کرنے گیا۔ جب وہ دروازہ پر پہنچا تو اس نے گھر کے اندر سے سنا کہ ابوالبشر اپنے گھر والوں سے کہہ رہا ہے: ان سے کہہ دو کہ وہ (ابوالبشر) یہاں نہیں ہے! یہ سن کر ابولبابہ نے بلند آواز سے پکارا: اے ابوالبشر! میرے پاس آؤ! ابوالبشر باہر آیا۔ ابولبابہ نے کہا: تجھے اس جھوٹ پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ ابوالبشر نے جواب دیا: اے ابولبابہ! تنگدستی نے مجھے مجبور کیا۔ ابولبابہ نے کہا: کیا تو اللہ کی قسم کھاتا ہے (کہ واقعی تنگدست ہے)؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں۔ ابولبابہ نے کہا: میں نے رسولِ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کیا کوئی چاہتا ہے کہ وہ جہنم کی آگ سے سایہ حاصل کرے (یعنی اس سے محفوظ رہے)، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم سب یہ چاہتے ہیں! آپ نے فرمایا: چاہتے ہو تو تمہیں چاہیئے کہ کسی قرضدار (مقروض) کو مہلت دے دو، یا کسی تنگدست کا قرض معاف کر دو۔[1]

❀ ❀ ❀

[1]۔ بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۱۴۹۔

﴿مدینہ کا پہلا معجزہ اور مسجد نبویؐ کی تعمیر﴾

ابن شہر آشوب نے جناب سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہنچے تو لوگ حضرتؐ کے ناقہ کی مہار سے لپٹ گئے تاکہ حضرتؐ کو اپنے گھر لے جائیں، آپؐ نے فرمایا: ناقہ کو چھوڑ دو، وہ جس کے گھر کے دروازہ پر ٹھہرے گا میں اسی کے گھر قیام کروں گا، آپؐ کا ناقہ ابوایوب انصاریؓ کے دروازہ پہ ٹھہرا، ابوایوبؓ نے اپنی ماں کو پکارا، مادر گرامی! دروازہ کھولیئے، سید البشر اور سب سے بلند مرتبہ رسول مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں، ان کی ماں نابینا تھیں، انہوں نے دروازہ کھولا اور بولی: اے کاش! میری آنکھیں ہوتیں جن سے میں اپنے مولا کی زیارت کرپاتی!، یہ سن کر حضرتؐ نے اپنے دست مبارک کو ان کے چہرہ پر پھیرا، وہ اسی وقت بینا ہوگئیں، یہ پہلا معجزہ تھا جو مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جانب سے رونما ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوایوب انصاریؓ کے مکان میں اصحاب کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، پھر اسعد ابن زرارہ سے فرمایا کہ میرے لئے یہ زمین خرید لو اسعد نے اس زمین کے مالک دو یتیم بچوں سے اس خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا کہ زمین حضرتؐ کی نذر ہے، قیمت کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن حضرتؐ نے فرمایا: میں قیمت ادا کئے بغیر یہ زمین نہیں لینا چاہتا، آخر کار دس اشرفیوں کے عوض اس زمین کو خرید لیا گیا۔

اسی زمین میں اینٹیں تیار کرائیں اور اس کی گہری بنیاد کھدواکر پتھروں سے بھروا دی نیز صحابہ سے فرمایا کہ مدینہ کے ٹیلوں سے پتھر لائیں، خود بھی حضرتؐ ان کے ساتھ شریک ہوئے، اسید خضیر نے دیکھا کہ حضرت ایک بھاری پتھر اٹھائے ہوئے ہیں تو عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے دے دیجئے، میں لے چلوں، آپؐ نے فرمایا: دوسرا پتھر اٹھالاؤ، غرض بنیادیں زمین کے برابر بھری گئیں، پھر اس کے اوپر اینٹوں کی دیوار تعمیر کی گئی۔

جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو حضرتؐ سے توسیع کی استدعا کی گئی، پھر دو اینٹ چوڑی دیواریں اٹھائی گئیں، گرمی کے زمانہ میں جب گرمی کی شدت ہونے لگی تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو ہم مسجد پر چھت بنائیں تاکہ گرمی سے محفوظ رہ سکیں! حضرتؐ نے اجازت مرحمت فرمائی تو وہاں خرمے کے کھمبے کھڑے کئے گئے جس کی چھت لکڑیوں، پتّوں اور از خر گھاس کے ذریعہ تیار کی گئی اس کے سایہ میں بسر کرتے رہے یہاں تک کہ بارش کا موسم آیا اور پانی چھت سے ٹپکنے لگا تو لوگوں نے حضرتؐ سے خواہش ظاہر کی کہ اس پر مٹی ڈال دیں تاکہ پانی نہ ٹپکے حضرتؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ لکڑی پر لکڑی رکھ کر میں نے باندھ دیا ہے اس سے زیادہ نہیں کر سکتا۔

جب مسجد کی دیوار کا سایہ ایک ہاتھ ہوتا تو لوگ نماز ظہر بجالاتے، جب دو ہاتھ سایہ ہو جاتا تو نماز عصر ادا فرماتے، مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپؐ کے لئے، آپؐ کے اہل بیت کے لئے اور تمام مہاجرین کے لئے مسجد کے گرد مکانات بنائے گئے؛ ہر ایک نے اپنے مکان کا ایک ایک دروازہ مسجد کی طرف کھولا اور جناب حمزہؓ

کے لئے بھی ایک مکان کا خط کھینچ دیا گیا؛ اس کا دروازہ بھی مسجد کی طرف کھولا گیا حضرتؐ نے اپنے مکان کے برابر میں امیر المومنین علیہ السلام کا مکان بنوایا، اس کا دروازہ بھی مسجد کی طرف کھولا گیا؛ آپؐ نے فرمایا: لوگ اپنے گھروں سے نکل کر مسجد میں آجایا کریں، یہی سلسلہ جاری و ساری رہا، آخر کار جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! خدا نے آپ کو حکم دیا ہے کہ جن لوگوں نے مسجد میں دروازے کھول رکھے ہیں، آپ ان سب کو حکم دیں کہ وہ اپنے دروازے بند کر دیں، کسی ایک کا دروازہ مسجد کی طرف کھلا ہوا باقی نہ رہے سوائے آپ کے اور علی مرتضیٰ کے دروازہ کے کیونکہ علی کے لئے ہر وہ چیز حلال ہے جو آپؐ کے لئے حلال ہے۔[1]

❀ ❀ ❀

[1]۔ حیات القلوب، ج۲، ص۵۲۰۔

﴿مسجد غمامہ﴾

مسجد غمامہ، مدینہ منورہ میں واقع ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات سے متعلق ایک مقام ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہؐ نے نمازِ استسقاء اور نمازِ عید ادا فرمائی تھی۔

روایت میں یہ بیان اس طرح آیا ہے: "وَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ يَوْمَ الْعِيْدِ فِي الْمُصَلَّى الَّذِي خَرَجَ إِلَيْهِ مِنْ مَسْجِدِهِ وَ كَانَ ذٰلِكَ بِمَوْضِعٍ يُقَالُ لَهُ الْغَمَامَة" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کے دن اپنی مسجد (مسجدِ نبوی) سے باہر نکل کر اس مصلّے میں نماز ادا کی، وہ مصلّیٰ مسجد نبوی کے باہر تھا اور اس کو مسجد غمامہ کہا جاتا ہے۔

مدینہ میں قحط پڑ گیا، بہت سختی کے دن تھے، لوگ بہت زیادہ پریشان تھے، پانی کا نام ونشان نہیں تھا، جانور پیاسے تھے، لوگوں نے آکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ! بہت سختی میں زندگی گزر رہی ہے، صورتحال بہت بری ہے، آپ نے فرمایا: نماز استسقاء کے لئے ایک مقام پر جمع ہو جاؤ، تمام لوگ مسجد نبوی سے ہٹ کر ایک میدان میں جمع ہو گئے اور آپؐ وہاں حاضر ہوئے، آپؐ کے سر پہ ہمیشہ ایک بادل سایہ فگن رہا کرتا تھا لیکن اس دن اس بادل کے علاوہ اور بھی بادل جمع ہونے لگے، نماز استسقاء کے بعد دعا کی، لوگوں سے کہا کہ تم سب لوگ تیزی سے اپنے گھروں کی طرف چلے جاؤ، بارش آنے والی ہے، لہٰذا نماز کے بعد آپؐ نے دعا کی، تمام لوگ اپنے اپنے گھر جا چکے تھے، بہت تیزی سے بارش ہونے لگی، جس جگہ

نماز استسقاء ہوئی اسی جگہ نماز عید بھی ہوا کرتی تھی لیکن جب جب رسولؐ اس مقام پر آتے تھے، متعدّد بادل سر پر سایہ فگن ہو جاتے تھے؛ لوگ پوچھتے یا رسول اللہ! آج بارش برسوانے کا ارادہ ہے؟ آپؐ فرماتے: نہیں، بادلوں کو ایک دفعہ کیا کیا بلا لیا یہ ہمیشہ تیار ہو کر آجاتے ہیں! پھر ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں ناں کہ بادلوں کو ایک بار بلایا تو وہ بار بار آنے لگے، لیکن قوم کو بار بار بلاتے رہے پھر بھی کوئی نہیں آیا۔

❀ ❀ ❀

﴿اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں﴾

دنیا میں نہ جانے کتنی طاقتیں آئیں اور وہ مٹ گئیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی طاقت ایسی نہیں جو ابدالآباد تک کے لئے ہو۔

جب کبھی کوئی طاقت دیکھیں چاہے وہ طاقت دولت کی ہو یا زمین کی، علم کی طاقت ہو یا کسی اور طریقہ کی تو آپ فوراً کہیئے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" اللہ کے علاوہ نہ تو کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی قوت ہے یعنی وہ کریم سب کو دے گا یہ تو بالکل ایسے ہی ہے کہ چند بچے کھیل رہے ہوں، ان میں سے کسی کے پاس مثلاً کچھ پیسہ ہو وہ بتائے کہ مجھے میرے ابّو نے اتنا پیسہ دیا، اس وقت اگر آپ کے پاس کچھ پیسے ہوں تو اس کا اظہار کوئی اثر نہیں کرے گا؛ اگر آپ کہیں گے کہ ہمارے ابّو نے ہمیں اتنے پیسے دیئے ہیں، یہ چیز ہمارے گھر میں بھی رکھی ہے، اسی طریقہ سے اگر کوئی اپنی گاڑی کو دکھائے اور آپ کے گھر میں والد کے پاس گاڑی ہو تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا، اگر آپ کہیں کہ میرے والد کے پاس اس سے اچھی گاڑی ہے تو اس کا کوئی اثر ظاہر ہونے والا نہیں ہے۔ قارئینِ کرام! دنیا کی طاقت و قوت کو دیکھ کر آپ مرعوب نہ ہوں بلکہ ہمیشہ کہیں کہ سب سے بڑی طاقت خدا کی ہے جس کے ہم بندے ہیں۔

ایک روایت میں اس طرح منقول ہے: "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَفْصٍ الْمَدَنِيِّ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَرْطَاةَ، قَالَ: لَقِيتُ كُمَيْلَ بْنَ زِيَادٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ فَضْلِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِوَصِيَّةٍ أَوْصَانِي بِهَا يَوْمًا، هِيَ خَيْرٌ لَكَ مِنَ

الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ؟فَقُلْتُ: بَلَىٰ، فَقَالَ: أَوْصَانِيْ يَوْمًا فَقَالَ لِيْ" عبداللہ بن حفص مدنی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں کُمیل بن زیاد سے ملا اور اُن سے امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ کے فضائل کے بارے میں پوچھا۔ کمیل نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ وصیت نہ بتاؤں جو ایک دن مولا علیؑ نے مجھ سے فرمائی تھی، جو تمہارے لئے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے! ؟میں نے کہا: ضرور۔ تو حضرتؑ نے فرمایا: "يَا كُمَيْلُ بْنَ زِيَادٍ!، سَمِّ كُلَّ يَوْمٍ بِاسْمِ اللهِ، وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللهِ، وَ اذْكُرْنَا، وَ سَمِّ بِأَسْمَائِنَا، وَ صَلِّ عَلَيْنَا، وَاسْتَعِذْ بِاللهِ بِنَا، وَادْرَأْ بِذَلِكَ عَنْ نَفْسِكَ وَمَا تَحُوطُهُ عِنَايَتُكَ، تُكْفَ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ إِنْ شَاءَ اللهُ" اے کمیل بن زیاد! ہر دن کا آغاز بسم اللہ سے کرو اور کہو "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ"، اللہ پر توکّل کرو، ہمیں یاد رکھو، ہمارے نام سے آغاز کرو، ہم پر درود بھیجو، اللہ سے ہمارے ذریعہ پناہ مانگو اور اس وسیلہ سے اپنی جان اور اپنے زیرِ نگہداشت لوگوں کو محفوظ رکھو، تو اُس دن کے تمام شرور سے اللہ تمہیں کفایت کرے گا، اگر اللہ نے چاہا۔

"يَا كُمَيْلُ! إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَدَّبَهُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ، وَهُوَ أَدَّبَنِيْ، وَأَنَا أُؤَدِّبُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ أُوَرِّثُ الْآدَابَ الْكِرَامَ " پھر فرمایا اے کمیل! رسولِ خداؐ کو اللہ نے خود تربیت دی، اور رسولِ خداؐ نے مجھے ادب سکھایا، اور میں مؤمنین کو ادب سکھاتا ہوں، میں اہلِ کرامت (یعنی اوصیاء) کو یہ آداب وراثت میں دیتا ہوں۔[1]

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۷۴، ص۲٦٦۔

"يَا كُمَيْلُ! قُلْ عِنْدَ كُلِّ شِدَّةٍ: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ تُكْفَهَا وَ قُلْ عِنْدَ كُلِّ نِعْمَةٍ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تُزَدْ مِنْهَا" اے کمیل! جب بھی کوئی سختی (مصیبت) پیش آئے تو یہ کہو: "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" اس سے تم اس (سختی) سے بچ جاؤ گے۔ اور جب بھی کوئی نعمت حاصل ہو تو کہو: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اس سے تمہاری نعمت میں اضافہ ہو گا۔

"وَ مِنَ الرِّوَايَاتِ فِيْ اِسْمِ اللهِ الْأَعْظَمِ مِمَّا رَوَيْنَاهُ بِإِسْنَادِنَا إِلَىٰ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الصَّفَّارِ إِلَىٰ سُلَيْمَانَ بْنِ جَعْفَرٍ الْجَعْفَرِيِّ عَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ قَالَ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ، كَانَ أَقْرَبَ إِلَىٰ اِسْمِ اللهِ الْأَعْظَمِ مِنْ سَوَادِ الْعَيْنِ إِلَىٰ بَيَاضِهَا. وَ إِنَّهُ دَخَلَ فِيْهَا اِسْمُ اللهِ الْأَعْظَمُ" اسمِ اعظم کے بارے میں وارد روایات میں سے ایک روایت یہ ہے جو ہم نے اپنی سند سے محمد بن حسن صفّار کے واسطہ سے، انہوں نے سلیمان بن جعفر جعفری سے، انہوں نے امام رضا علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جو شخص نمازِ فجر کے بعد سو مرتبہ یہ کہے: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"

تو وہ اسمِ اعظمِ الٰہی کے اتنا قریب ہو جاتا ہے جتنا آنکھ کی کالی پتلی سفیدی سے قریب ہوتی ہے، اور یقیناً اس (ذکر) میں اسمِ اعظم داخل ہے۔[1]

"عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النَّوْفَلِيِّ، عَنِ السَّكُوْنِيِّ، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ ظَهَرَتْ

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۹۰، ص ۲۲۳۔

عَلَيْهِ النِّعْمَةُ فَلْيُكْثِرْ ذِكْرَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ مَنْ كَثُرَتْ هُمُومُهُ فَعَلَيْهِ بِالْاِسْتِغْفَارِ، وَ مَنْ أَلَحَّ عَلَيْهِ الْفَقْرُ فَلْيُكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، يَنْفِيْ عَنْهُ الْفَقْرَ، وَقَالَ: فَقَدَ النَّبِيُّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: مَا غَيَّبَكَ عَنَّا؟ فَقَالَ: اَلْفَقْرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَ طُولُ السُّقْمِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ: أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلَامًا إِذَا قُلْتَهُ ذَهَبَ عَنْكَ الْفَقْرُ وَ السُّقْمُ؟ قَالَ: بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ: إِذَا أَصْبَحْتَ وَ أَمْسَيْتَ فَقُلْ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوتُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ، وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيرًا، فَقَالَ الرَّجُلُ: فَوَاللّٰهِ مَا قُلْتُهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى ذَهَبَ عَنِّي الْفَقْرُ وَ السُّقْمُ "امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا: جس پر نعمت ظاہر ہو، اسے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" زیادہ کہنا چاہئے۔ جس پر غم و فکر زیادہ ہوں، اسے استغفار (یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ) زیادہ کہنا چاہئے اور جس پر فقر کا غلبہ ہو، وہ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" بکثرت پڑھے تو فقر اس سے دور ہو جائے گا۔

رسولِ خداؐ سے مروی ہے: آپؐ نے ایک انصاری شخص کو غائب پایا، کچھ دن بعد اس سے ملاقات ہوئی تو آپؐ نے اس سے پوچھا: "تم ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے تھے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! فقر و محتاجی اور لمبی بیماری نے مجھے روک رکھا تھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جب تم انہیں صبح و شام پڑھو تو تم سے فقر اور بیماری دور ہو جائے؟ اس نے کہا: "جی ہاں، یا رسول

اللہ !آپ نے فرمایا:صبح وشام یہ پڑھو: "لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَداً وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْراً" راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! میں نے یہ کلمات تین دن سے زیادہ نہ پڑھے تھے کہ مجھ سے فقر و بیماری دونوں دور ہو گئے۔[1]

"وَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ دَوَاءٌ مِنْ تِسْعَةٍ وَ تِسْعِيْنَ دَاءً، أَيْسَرُهَا الْهَمُّ "رسولِ خداؐ نے فرمایا: یہ کہنا یعنی "لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ "کی تلاوت کرنا ننانوے بیماریوں کا علاج ہے اور ان میں سب سے ہلکی بیماری غم ہے۔[2]

"دَعَائِمُ الْإِسْلَامِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ ثَلَاثِيْنَ مَرَّةً: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، تَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، دَفَعَ اللهُ عَنْهُ تِسْعَةً وَ تِسْعِيْنَ نَوْعاً مِنَ الْبَلَاءِ، أَهْوَنُهَا الْجُنُوْنُ" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ہر دن تیس مرتبہ یہ کلمات کہے "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، تَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ "تو اللہ تعالیٰ اس سے ننانوے قسم کی بلائیں دور فرما دیتا ہے، جن میں سب سے ہلکی بلا جنون ہے۔[3]

---

[1]۔ اصول کافی، کلینی، ج۸، ص۹۳۔

[2]۔ مستدرک الوسائل، ج۵، ص۳۷۴۔

[3]۔ مستدرک الوسائل، ج۵، ص۳۷۶۔

یقیناً اللہ بڑا رزق دینے والا اور بڑی پائیدار طاقت والا ہے:

سورہ ذاریات کی آیت ۵۸ میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے: "اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ" بیشک اللہ بڑا رزق دینے والا اور بڑی پائیدار قوت والا ہے۔

سورہ روم کی آیت ۵۴ میں ارشاد ہوا: "اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَۃً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ" اللہ وہ ہے جس نے کمزور حالت سے تمہاری تخلیق کی پھر کمزوری کے بعد قوت بخشی پھر قوت کے بعد کمزور اور بوڑھا کر دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ بڑا جاننے والا صاحب قدرت ہے۔

سورہ فصلت کی آیت ۱۵ میں ارشاد ہوا: "فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَکْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ؕ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَھُمْ ھُوَ اَشَدُّ مِنْھُمْ قُوَّۃً ؕ وَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ" مگر عاد نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہا: ہم سے بڑھ کر طاقتور کون ہے؟ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ جس اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے؟ (اس طرح) وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے!۔

سورہ بقرہ کی آیت ۱۶۵ میں ارشاد ہوا: "وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ وَ لَوْ یَرَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا وَ اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ" اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا مد مقابل قرار دیتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنی

چاہیئے اور ایمان والے توسب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں اور کاش یہ ظالم لوگ عذاب کا مشاہدہ کرلینے کے بعد جوکچھ سمجھنے والے ہوتے تواب سمجھ لیتے کہ ساری طاقتیں صرف اللہ ہی کی ہیں اور یہ کہ اللہ سزادینے میں نہایت شدید ہے۔

سورہ کہف کی آیت ۳۹ میں ارشاد ہوتا ہے: "وَ لَوْ لَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا" اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہواتوکیوں نہیں کہا: ماشآء اللہ لاقوۃ الا باللہ؟ (ہوتاوہی ہے جواللہ کومنظور ہے، طاقت کاسرچشمہ صرف اللہ ہے) اگر تو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر سمجھتا ہے۔

سورہ روم آیت ۹ میں ارشاد خداوندی ہوا: "اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ" کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے والوں کاکیاانجام ہوا؟ جب کہ وہ قوت میں ان سے زیادہ تھے! انہوں نے زمین کو تہہ و بالاکیا (بویاجوتا) اور انہوں نے زمین کوان سے کہیں زیادہ آباد کرر کھا تھاجتنا انہوں نے زمین کوآباد کرر کھا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کرآئے، پس اللہ توان پرظلم نہیں کرتابلکہ یہ لوگ خوداپنے اوپرظلم کرتے ہیں۔

تفسیر آیات:

" اَوَ لَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ ": مشرکین کے لئے ایک خبر دار اور تباہی کی ایک خبر ہے جس میں دعوت فکر بھی ہے کہ اگر تم زمین میں چل پھر کر اقوام گذشتہ کے انجام کا مطالعہ کرو تو تمہیں خود اپنی تباہی نمایاں طور پر نظر آئے گی۔

" کَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡہُمۡ قُوَّۃً ": جن قوموں کی تباہی کا منظر تمہارے سامنے آئے گا وہ قوم تم سے زیادہ طاقتور تھی۔ ان کی طاقت کے آثار تمہیں نمایاں طور پر نظر آئیں گے۔ مشرکین مکہ کے پاس تو ان اقوام کے مقابل کوئی طاقت موجود نہیں ہے۔

" وَّ اَثَارُوا الۡاَرۡضَ وَ عَمَرُوۡہَا ": " وَّ اَثَارُوا " کے معنی تہہ و بالا کرنے کے ہیں جو آباد کاری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ زمین کو تہہ و بالا کرنے میں زراعت بھی شامل ہے نیز کان اور نہریں بنانا بھی اس میں شامل ہے۔

" اَکۡثَرَ مِمَّا عَمَرُوۡہَا ": ان تباہ اقوام نے زمین کو مکہ والوں سے زیادہ آباد کیا تھا، ان کی یہ آباد کاری ان کے کام نہ آئی، وہ اقوام تباہ ہوگئیں۔ ان اقوام کے مقابل مکہ والوں کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے!۔

" وَ جَآءَتۡہُمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ ": ان اقوام کی طرف ان کے رسول واضح دلیل لے کر آئے تو ان لوگوں نے ان رسولوں کی تکذیب کی۔ اس تکذیب کے نتیجہ کے یہ لوگ خود ذمہ دار ہیں۔ اللہ لوگوں کو ان رسولوں کے ذریعہ ہدایت دینا چاہتا تھا، ظلم کرنا نہیں چاہتا تھا۔

نہج البلاغہ مکتوب ۳۱ میں حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند سے فرمایا: " اَیۡ بُنَیَّ اِنِّیۡ وَاِنۡ لَمۡ اَکُنۡ عُمِّرۡتُ عُمُرَ مَنۡ کَانَ قَبۡلِیۡ فَقَدۡ نَظَرۡتُ فِیۡ اَعۡمَالِہِمۡ وَ

فَكَّرْتُ فِي أَخْبَارِهِمْ وَ سِرْتُ فِي آثَارِهِمْ حَتَّى عُدْتُ كَأَحَدِهِمْ بَلْ كَأَنِّي بِمَا انْتَهَى إِلَيَّ مِنْ أُمُورِهِمْ قَدْ عُمِّرْتُ مَعَ أَوَّلِهِمْ إِلَى آخِرِهِمْ "اے میرے لال! اگرچہ میں نے گذشتگان کی برابر عمر نہیں پائی لیکن میں نے ان کے کاموں کو غور سے دیکھا ہے اور ان کے انجام پر غور کیا ہے، ان کے آثار کی سیر بھی کی ہے، گویا میں محسوس کر رہا ہوں کہ انہی میں سے ایک ہوں، ان کی زندگی سے میں نے یہ نصیحت حاصل کی ہے گویا میں ان کی ابتدائی عمر سے آخرِ عمر تک ان کے ساتھ رہا ہوں۔

❀ ❀ ❀

﴿دعوتِ ذوالعشیرہ﴾

قرآن کریم میں اس دعوت کا تذکرہ ہوا ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے قبیلہ کو بلا کر کھانا کھلایا تھا، اس دعوت کو دعوت ذوالعشیرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سورہ شعراء آیت ۲۱۴ میں اپنے رسولؐ سے خدا نے فرمایا: "وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ" اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

پھر واقعہ کچھ اس طرح پیش آیا: "وَ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ: يَوْمَ الدَّارِ وَ قَدْ جَمَعَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَاصَّةً فِيْهَا لِلْإِنْذَارِ، وَ هُمْ أَرْبَعُوْنَ رَجُلاً يَوْمَئِذٍ يَزِيْدُوْنَ رَجُلاً أَوْ يَنْقُصُوْنَ رَجُلاً فِيْمَا ذَكَرَهُ الرُّوَاةُ: يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنَّ اللهَ بَعَثَنِيْ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَ بَعَثَنِيْ إِلَيْكُمْ خَاصَّةً، فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ: وَ أَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ وَ أَنَا أَدْعُوْكُمْ إِلَى كَلِمَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَيْنِ فِي الْمِيْزَانِ، تَمْلِكُوْنَ بِهِمَا الْعَرَبَ وَ الْعَجَمَ، وَ تَنْقَادُ لَكُمْ بِهِمَا الْأُمَمُ، وَ تَدْخُلُوْنَ بِهِمَا الْجَنَّةَ، وَ تَنْجُوْنَ بِهِمَا مِنَ النَّارِ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَ أَنِّي رَسُوْلُ اللهِ، فَمَنْ يُجِيْبُنِيْ إِلَى هٰذَا الْأَمْرِ وَ يُوَازِرُنِيْ عَلَى الْقِيَامِ بِهِ يَكُنْ أَخِيْ وَ وَصِيِّيْ وَ وَزِيْرِيْ وَ وَارِثِيْ مِنْ بَعْدِيْ، فَلَمْ يُجِبْ مِنْهُمْ أَحَدٌ، فَقَامَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ بَيْنِهِمْ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ هُوَ أَصْغَرُهُمْ يَوْمَئِذٍ سِنّاً، وَ أَحْمَشُهُمْ سَاقاً، وَ أَرْمَصُهُمْ عَيْناً، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ أُوَازِرُكَ عَلَى هٰذَا الْأَمْرِ،

فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ اِجْلِسْ فَأَنْتَ أَخِيْ، وَ وَصِيِّيْ، وَ وَزِيْرِيْ، وَ وَارِثِيْ، وَ خَلِيْفَتِيْ مِنْ بَعْدِيْ" حدیثِ یوم دار کچھ اس انداز سے نقل ہوئی ہے کہ ایک دن نبیؐ نے اپنے قبیلہ بنی عبدالمطلب کو دعوتِ انذار کے لیے جمع کیا، وہ تقریباً چالیس لوگ تھے۔

آپؐ نے انہیں جمع کر کے فرمایا: اے بنی عبدالمطلب! بے شک اللہ نے مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور تمہارے لئے خاص طور سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ" یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ لہٰذا میں تمہیں دو ایسے کلموں کی دعوت دیتا ہوں جو زبان پر ہلکے مگر میزان میں بھاری ہیں؛ ان کے ذریعہ تم عرب وعجم پر حکومت کرو گے، امتیں تمہارے تابع ہو جائیں گی، تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور آگ سے نجات پاؤ گے، ان میں سے ایک: یہ گواہی دینا ہے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور دوسرا کلمہ: یہ گواہی دینا ہے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللهِ" یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں (اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دو)۔

اب تم میں سے کون ہے جو میری مدد کرے اور اس دین کے قیام میں میرا معاون بنے؟ جو میرا مددگار بنے گا، وہی میرا بھائی، وصی، وزیر، وارث اور میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ حضور اکرمؐ کی یہ بات سن کر سب خاموش رہے۔

جب پورے مجمع پر خاموشی حاکم ہوگئی تب امیرالمؤمنین علی علیہ السلام (جو اُس وقت سب سے کمسن تھے، پنڈلیاں کمزور تھیں اور آشوبِ چشم میں مبتلا تھے) کھڑے ہوئے اور فرمایا: یارسول اللہ! میں اس کام میں آپ کی مدد کروں گا۔

نبیؐ نے فرمایا: اے علی! بیٹھ جاؤ، تم ہی میرے بھائی، وصی، وزیر، وارث اور میرے بعد اس امت میں میرے خلیفہ ہو۔[1]

مذکورہ حدیث کے الفاظ امام علی علیہ السلام کی خلافت و جانشینی پر نصِ صریح یعنی ایک دم علی الاعلان دلیل ہیں۔

حیات القلوب، ج ۲، ص ۴۲۵ سے شیخ طبرسی، ابن طاؤس، ابن شہر آشوب اور تمام محدثین سے روایت ہے کہ جب آیہ " وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ " نازل ہوئی اور اہل بیت علیہم السلام کی قرائت کے مطابق ساتھ ہی "وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلِصِيْنَ" بھی نازل ہوئی یعنی اپنے قرابتداروں اور مخلص لوگوں کو عذاب خدا سے ڈراؤ تو آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو بلا کر فرمایا: ایک صاع گندم کی روٹیاں، ایک ران گوسفند اور ایک پیالہ دودھ کا انتظام کرو اور عبد المطلب کی اولاد میں سے لوگوں کو دعوت دو کہ شعب ابیطالب میں حاضر ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے تعمیل حکم کرتے ہوئے سارا اہتمام کیا اور ان لوگوں کو بلایا، وہ چالیس افراد تھے اور ایک روایت کے مطابق تیس افراد تھے، ابولہب نے لوگوں کو بھڑکاتے ہوئے اور شان رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے کہا: محمد سمجھتے ہیں کہ اتنی چیزوں سے ہم سب لوگوں کو سیر کر دیں گے! حالانکہ ہم میں سے ہر ایک آدمی پورا ایک گوسفند کھا جاتا ہے اور اس کے بعد سیر نہیں ہوتا، ایک پوری قلفی دودھ پی جاتا ہے اور سیراب نہیں ہوتا، غرض وہ لوگ ابوطالبؑ کے گھر میں جمع ہوئے جن میں آنحضرتؐ کے چچا عباس، حمزہ، ابوطالب اور ابولہب بھی موجود تھے؛ انہوں نے

[1] ۔ اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ، ج ۱، ص ۳۲۲۔

رسم جاہلیت کے مطابق سلام کیا، حضرتؐ نے اسلام کے طریقے پر سلام کا جواب دیا، اسلام کے مطابق جوابِ سلام ان لوگوں پر گراں گزرا، امیر المومنین علیہ السلام نے گوشت کا سالن تیار کیا اور دودھ کے پیالے کے ساتھ سب کے سامنے رکھا، آنحضرتؐ نے اپنا دست مبارک سالن پر رکھا، پھر فرمایا: بسم اللہ خدا کا نام لے کر کھاؤ یہ جملہ بھی ان کو پسند نہ آیا کیونکہ وہ لوگ بہت بھوکے تھے، بغیر کچھ اعتراض کئے کھانے لگے یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے اور کھانا بدستور باقی رہا، جب حضرتؐ نے ان سے کچھ کہنا چاہا تو ابولہب پہلے ہی بول اٹھا کہ دیکھا محمد نے کیسا جادو کیا تم کو اس قدر قلیل طعام سے سیر کر دیا اور کھانا ابھی بھی باقی ہے! حضرتؐ کچھ نہ بولے اور وہ سب لوگ متفرق ہوگئے، حضرتؐ نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا: آج اس شخص نے سبقت کی اس لئے میں نے کچھ نہیں کہا۔

آپ نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: کل پھر اسی طرح کھانے کا انتظام کر کے ان کو بلاؤ تاکہ میں اپنی رسالت کو ان تک پہنچاؤں، امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دوسرے دن اسی طرح میں نے انتظام کیا، جب وہ لوگ کھانا کھا چکے تو حضرتؐ نے فرمایا: اے فرزندان عبد المطلب! میں نہیں سمجھتا کہ عرب میں کوئی شخص اپنی قوم کے لئے مجھ سے بہتر کوئی چیز لایا ہو! میں تمہارے واسطے دنیا و آخرت کی نیکی لایا ہوں، بتاؤ اگر میں یہ کہوں کہ عنقریب تمہارا دشمن تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم یقین کرو گے؟ وہ بولے بے شک، کیونکہ ہم تم کو سچا سمجھتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: یاد رکھو کسی کا خیر خواہ اس سے جھوٹ نہیں بولتا، بے شک خداوند عالم نے مجھ کو تمام عالم کی جانب اپنا رسول مقرر کیا اور مجھے حکم دیا کہ سب سے پہلے اپنے عزیز و قرابتداروں کو

اس کے دین کی دعوت دوں اور عذاب آخرت سے ڈراؤں، تم سب میرے قرابتدار ہو اور یہ کھانا جو تم نے کھایا ہے اس میں میرا معجزہ بنی اسرائیل کے مائدہ کی مانند تم نے مشاہدہ کر لیا جو شخص اس کھانے کے بعد مجھ پر ایمان نہ لائے گا خدا اس کو ایسے عذاب میں مبتلا کرے گا کہ خلق میں کسی کو مبتلا نہ کیا ہوگا، اے فرزندان عبدالمطلب! خدا نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے واسطہ سے اس کے اہل سے اس کا ایک بھائی اور وصی و وارث مقرر کیا ہے، لہٰذا تم میں سب سے پہلے جو مجھ پر ایمان لائے گا وہ میری امت میں میرا بھائی، وصی، وارث اور خلیفہ ہوگا اور میرے نزدیک اس کی وہی نسبت ہوگی جو ہارون کی موسیٰ کے نزدیک تھی لہٰذا میری بیعت کے لئے کون سبقت کرتا ہے جو میرا بھائی بنے! میری مدد کرے، میرے مخالفوں کے مقابل میرا مددگار ہو، میں اسی کو اپنا وصی و وزیر اور اپنا خلیفہ بناؤں گا تاکہ وہ میری جانب سے تبلیغ کرے اور میرے بعد میرا قرض ادا کرے اور میرے وعدوں کو پورا کرے؛ اگر تم میں سے کوئی میری بیعت میں سبقت نہیں کرتا تو یہ کام صرف وہی کرے گا جس کے ساتھ حق ہوگا، حضرتؐ نے جب اپنی گفتگو تمام کی تو سب لوگ خاموش رہ گئے، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

مگر امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: میں آپ کی بیعت کرتا ہوں ہر اس شرط پر جو آپؐ فرمائیں اور آپ جو حکم دیں میں بجالاؤں گا، حضرتؐ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، تم سے جو لوگ بزرگ ہیں شاید ان میں سے کوئی آمادہ ہو، پھر حضرتؐ نے دوسری مرتبہ فرمایا، پھر بھی سب لوگ خاموش رہے اور حضرت علی علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے؛ تیسری مرتبہ حضور اکرمؐ نے حضرت امیر

المومنینؑ کو اپنے پاس بلایا، مولاؑ نے آنحضرتؐ کی بیعت کی، بیعت کے بعد حضور اکرمؐ نے فرمایا: تم میرے بھائی، وصی، وزیر، وارث اور میرے بعد خلیفہ ہو۔ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، باہر نکل گئے اور ہنستے ہوئے ابوطالب سے کہا کہ تم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے بیٹے کے اطاعت کرو۔

❀❀❀

﴿مالِ دنیا، غرور کا سبب﴾

آیات و روایات اس بات کی شاہد ہیں کہ جس انسان کو مالِ دنیا عطا کر دیا جاتا ہے وہ مغرور ہو جاتا ہے، بہت ہی کم اللہ کے نیک اور مخلص بندے ایسے ہوتے ہیں کہ مالِ دنیا ملنے کے بعد بھی سادہ زیستی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

سورہ کہف میں دونوں مثالیں موجود ہیں جو آیت ۳۳ سے آیت ۴۴ تک ذکر ملتا ہے کہ ایک شخص کو مالِ دنیا ملا تو وہ مغرور ہو گیا اور دوسرے کہ مالِ دنیا کم ملا تو وہ صاحب ایمان رہا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دو انسانوں کی مثال پیش کی ہے، جن میں ایک کو دنیاوی باغات اور مال دیا گیا تھا مگر وہ مغرور ہو گیا اور دوسرے کو دنیاوی مال کم ملا لیکن وہ ایمان والا رہا۔ پورا واقعہ سورہ کہف میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

سورہ کہف کی آیت ۳۲ سے واقعہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: " وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا " اور (اے میرے رسول!) ان کے لئے دو آدمیوں کی مثال بیان کیجئے، ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیئے اور ان دونوں کو کھجور کے درختوں سے گھیر دیا اور ان کے درمیان کھیتی اگا دی۔

آیت ۳۳ میں آیا" كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَ فَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا " دونوں باغوں میں خوب پھل آئے اور کسی چیز میں کمی نہ ہوئی، اور ہم نے ان کے درمیان ایک نہر جاری کر دی۔

آیت ۳۴ میں ارشاد ہوا: " وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا " اور اس کے پاس (اور بھی) مال تھا۔ پس اس نے اپنے ساتھی سے بات کرتے ہوئے کہا: میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور زیادہ آدمیوں والا ہوں۔

آیت ۳۵ میں ارشاد ہوا: " وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا " اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا حالانکہ اپنی جان پر ظلم کر رہا تھا۔ اس نے کہا: میرا خیال نہیں کہ یہ کبھی برباد ہوں گے۔

آیت ۳۶ میں ارشاد ہوا: " وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا " اور میں یہ بھی نہیں سمجھتا کہ قیامت برپا ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً اس سے بھی بہتر جگہ پاؤں گا۔

آیت ۳۷ میں خدا نے ان کے قول کو یوں نقل کیا: " قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا " اس کے ساتھی نے اس سے کہا، جبکہ وہ بات کر رہا تھا: کیا تو اس ہستی کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تجھے پورا انسان بنایا؟۔

آیت ۳۸ میں اس طرح آیا: " لَّٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا " لیکن میں تو کہتا ہوں کہ وہی اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

آیت ۳۹ میں اس طرح آیا: " وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ إِن تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا " اور جب تو اپنے باغ میں داخل

ہوا تو کیوں نہ کہا: ماشاء اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں! اگرچہ تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کم دیکھتا ہے!۔

آیت ۴۰ میں اس طرح آیا: "فَعَسَىٰ رَبِّيٓ أَنْ يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِنْ جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا "ہوسکتا ہے میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر دے اور تیرے باغ پر آسمان سے کوئی آفت نازل کرے تو وہ چٹیل میدان بن جائے!۔

آیت ۴۱ میں اس طرح آیا: " أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا " یا اس کا پانی زمین میں دھنس جائے تو تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے۔

آیت ۴۲ میں خدا نے یوں نقل کیا: " وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا أَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَالَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا " پھر اس کے پھل گھیر لئے گئے (ہلاک ہوگئے) تو وہ اپنے باغ پر خرچ کئے گئے مال پر ہاتھ ملنے لگا، حالانکہ وہ باغ اپنی چھتوں پر گرا ہوا تھا، اور کہنے لگا: کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا!۔

آیت ۴۳ میں اس طرح نقل ہوا ہے: " وَلَمْ تَكُنْ لَهُ فِئَةٌ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا " اور اس کے لئے کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابل اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود بدلہ لینے کے قابل تھا۔

آیت ۴۴ میں اس طرح نقل ہوا: " هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا " یہاں (آخرت میں) اصل حکومت برحق اللہ ہی کی ہوگی۔ وہی بہتر بدلہ دینے والا اور بہتر انجام دینے والا ہے۔

خلاصہ ونتیجہ: یہ پوراواقعہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ دنیاوی مال ودولت پر غرور اور تکبر نہ کریں، بلکہ ہمیشہ اللہ کی نعمتوں کو اسی کی طرف منسوب کریں، ورنہ سب کچھ ایک لمحہ میں ختم ہوسکتا ہے۔ دنیاوی مال، اللہ کی نعمت ہے لیکن غرور کا سبب نہیں؛ دولت مند نے اپنے باغات اور دولت پر غرور کیااور اپنے غریب ہمسایہ کو حقیر سمجھا۔

کفراور غرور کا نتیجہ تباہی ہے۔ اس نے کہا: یہ باغ کبھی ختم نہیں ہوں گے اور اگر قیامت ہوئی بھی تو مجھے اس سے بہتر ملے گا؛ یہ دراصل تکبر اور انکارِ آخرت تھا۔

مؤمن کی زبان اللہ کے ذکر سے مملو رہتی ہے۔ غریب مؤمن نے کہا: میرا رب تو اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

ہر نعمت کو اللہ کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔ مؤمن نے کہا: جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو ماشاء اللہ لا قوۃ اِلا باللہ کیوں نہیں کہا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ غرور سے بچاتا ہے اور نعمت میں برکت لاتا ہے۔

اللہ کی قدرت کے سامنے انسان بے بس ہے۔ دولت مند کو اپنے باغ کی تباہی روکنے والا کوئی نہ ملا اور نہ ہی وہ خود بچا سکا۔ اللہ کی طرف سے تنبیہ فوراً واقع ہوسکتی ہے۔ جس رات غریب نے یہ کہا، اسی رات باغ پر عذاب آگیا اور وہ اجڑ گیا۔

آخر کار دولت مند حسرت سے کہنے لگا: کاش کہ میں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا یعنی میں مشرک نہ بنتا!۔

اصل عزت وحکومت اللہ کے لئے ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا: اصل اقتدار اور مدد صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔

مال پر غرور، کفر ہے نیز انکارِ قیامت کے برابر اور تباہی کا راستہ ہے۔اللہ کی نعمتوں کو اسی کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔ مؤمن اگرچہ غریب ہو، لیکن ایمان اور توکل کی دولت سب سے بڑی دولت ہے۔

❀ ❀ ❀

﴿ایک زمانہ ایسا بھی...﴾

پیشگوئی سے متعلق کتابوں میں متعدّد طریقوں سے بیان کیا گیا ہے کہ زمانہ کبھی ایک جیسا نہیں رہتا، کل کچھ اور زمانہ تھا، آج کچھ اور ہے اور آئندہ نہ جانے کیسے بکیسے زمانے آئیں گے ان کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

ایک روایت میں اس طرح منقول ہے: "قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: سَيَأْتِي زَمَانٌ عَلَى أُمَّتِي لَا يَعْرِفُونَ الْعُلَمَاءَ إِلَّا بِثَوْبٍ حَسَنٍ وَ لَا يَعْرِفُونَ الْقُرْآنَ إِلَّا بِصَوْتٍ حَسَنٍ وَ لَا يَعْبُدُونَ اللهَ إِلَّا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِمْ سُلْطَاناً لَا عِلْمَ لَهُ وَ لَا حِلْمَ لَهُ وَ لَا رَحْمَ لَهُ" رسولِ خداؐ نے فرمایا: ایک زمانہ میری امت پر ایسا بھی آئے گا کہ وہ علماء کو صرف اچھے لباس سے پہچانیں گے، قرآن کو صرف اچھی آواز سے پہچانیں گے اور اللہ کی عبادت صرف ماہِ رمضان میں کریں گے۔

جب ایسا زمانہ آئے گا تو اللہ ان پر ایک ایسا حاکم (سلطان) مسلط کرے گا جس کے پاس نہ علم ہوگا، نہ حلم (بردباری)، اور نہ رحم۔[1]

ایک روایت میں اس انداز سے آیا ہے: "وَ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: يَأْتِي عَلَى أُمَّتِي زَمَانٌ أُمَرَاؤُهُمْ يَكُونُونَ عَلَى الْجَوْرِ وَ عُلَمَاؤُهُمْ عَلَى الطَّمَعِ وَ عُبَّادُهُمْ عَلَى الرِّيَاءِ وَ تُجَّارُهُمْ عَلَى أَكْلِ الرِّبَا وَ نِسَاؤُهُمْ عَلَى زِينَةِ الدُّنْيَا وَ غِلْمَانُهُمْ فِي التَّزْوِيجِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ كَسَادُ أُمَّتِي كَكَسَادِ الْأَسْوَاقِ وَ لَيْسَ

---

[1] ۔ جامع الاخبار، ج۱، ص ۱۳۰، ف ۸۸۔

فِيهَا مُسْتَقِيمٌ، اَلْأَمْوَاتُ آيِسُونَ فِي قُبُورِهِمْ مِنْ خَيْرِهِمْ وَ لَا يُعِيشُونَ الْأَخْيَارَ فِيهِمْ فَعِنْدَ ذَلِكَ الْهَرَبُ خَيْرٌ مِنَ الْقِيَامِ" رسولِ خداؐ نے فرمایا: میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُن کے حکمران ظلم و جور پر ہوں گے، اُن کے عُلماء طمع (لالچ) پر ہوں گے، اُن کے عابد و زاہد ریاکاری پر ہوں گے، اُن کے تاجر سود کھاتے ہوں گے، اُن کی عورتیں دنیا کی زینت و آرائش میں مبتلا ہوں گی اور اُن کے نوجوان نکاح کے معاملے میں بے راہ روی اختیار کریں گے۔ اُس وقت میری امت کی حالت ایسی ہوجائے گی جیسے بازار میں مندی ہوجائے یعنی خیر و صلاح ختم ہوجائے گی۔ ان میں کوئی سیدھا سادہ انسان باقی نہ رہے گا، مردے اپنی قبروں میں ان (زندوں) کے حال سے مایوس ہوں گے اور زندہ لوگ اپنے نیک افراد کو جینے نہیں دیں گے لہٰذا اُس وقت لوگوں کے درمیان رہنے اور قیام کرنے سے بہتر گوشہ نشینی ہوگی۔[1]

یہ حدیث معاشرہ کی اُس بگڑی ہوئی حالت کی تصویرکشی کرتی ہے جب دین محض نام کا رہ جائے گا اور ایمان و اخلاق کی روح ختم ہوجائے گی۔

ایک روایت اس انداز سے نقل ہوئی ہے: "عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّوْفَلِيِّ، عَنِ السَّكُونِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: سَيَأْتِي عَلَى أُمَّتِي زَمَانٌ تَخْبُثُ فِيهِ سَرَائِرُهُمْ وَ تَحْسُنُ فِيهِ عَلَانِيَتُهُمْ طَمَعاً فِي الدُّنْيَا، وَ لَا يُرِيدُونَ بِهِ مَا عِنْدَ اللهِ رَبِّهِمْ، يَكُونُ دِينُهُمْ رِيَاءً، لَا يُخَالِطُهُمْ خَوْفٌ، يَعُمُّهُمُ اللهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ،

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۴۵۴۔

فَيَدْعُونَهُ دُعَاءَ الْغَرِيقِ فَلَا يَسْتَجِيبُ لَهُمْ " امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا: میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ان کے باطن (دلوں) میں خباثت ہوگی، لیکن ان کی ظاہر (علانیہ) حالت اچھی نظر آئے گی یہ سب دنیا کے لالچ میں ہوگا نہ کہ اپنے پروردگار کے قرب کے لئے۔ ان کا دین صرف دکھاوے کے لئے ہوگا، ان کے دلوں میں اللہ کا خوف باقی نہیں رہے گا۔

جب ایسا زمانہ آئے گا تو اللہ ان پر اپنا عمومی عذاب نازل کرے گا اور وہ اس وقت اللہ کو ایسے پکاریں گے جیسے ڈوبنے والا (غریق) پکارتا ہے، مگر اللہ ان کی دعا قبول نہیں کرے گا۔[1]

ایک روایت میں نقل ہوا ہے: "وَرَوَى الشَّيْخُ الْجَلِيلُ الثِّقَةُ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُمِّيُّ فِي كِتَابِ الْكِفَايَةِ فِي النُّصُوصِ عَلَى عَدَدِ الْأَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُفَضَّلِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُطَّلِبِ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُطَرِّفٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُهَلَّبِيِّ عَنْ عَبْدِ الْغَفَّارِ الْكُوفِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ وَصِيِّي وَ الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَ بَعْدَهُ سِبْطَايَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ يَتْلُوهُ تِسْعَةٌ مِنْ وُلْدِ الْحُسَيْنِ أَئِمَّةٌ أَبْرَارٌ، قَالَ السَّائِلُ: فَسَمِّهِمْ لِي قَالَ: نَعَمْ إِذَا مَضَى الْحُسَيْنُ فَابْنُهُ عَلِيٌّ، فَإِذَا مَضَى عَلِيٌّ فَابْنُهُ مُحَمَّدٌ، فَإِذَا مَضَى مُحَمَّدٌ فَابْنُهُ جَعْفَرٌ، فَإِذَا مَضَى جَعْفَرٌ فَابْنُهُ مُوسَى، فَإِذَا مَضَى مُوسَى فَابْنُهُ عَلِيٌّ، فَإِذَا مَضَى عَلِيٌّ

---

[1] ۔ اصول کافی، کلینی، ج ۸، ص ۳۰۶۔

فَابْنُهُ مُحَمَّدٌ، فَإِذَا مَضَىٰ مُحَمَّدٌ فَابْنُهُ عَلِيٌّ، فَإِذَا مَضَىٰ عَلِيٌّ فَابْنُهُ الْحَسَنُ، وَ بَعْدَ الْحَسَنِ الْحُجَّةُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، فَهٰذِهِ اِثْنَا عَشَرَ إِمَاماً عَلَىٰ عَدَدِ نُقَبَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقَالَ السَّائِلُ وَ كَانَ يَهُودِيّاً: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ [وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ] وَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ وَ أَشْهَدُ أَنَّهُمُ الْأَوْصِيَاءُ بَعْدَكَ وَ لَقَدْ وَجَدْتُ هٰذَا فِي الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ، وَ فِيمَا عَهِدَهُ إِلَيْنَا مُوسَىٰ بْنُ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ إِذَا كَانَ آخِرُ الزَّمَانِ يَخْرُجُ نَبِيٌّ يُقَالُ لَهُ أَحْمَدُ، خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ، يَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهِ أَئِمَّةٌ أَبْرَارٌ عَدَدَ الْأَسْبَاطِ، ثُمَّ ذَكَرَ السَّائِلُ أَنَّ الْأَسْبَاطَ، كَانُوا اِثْنَيْ عَشَرَ وَ أَنَّ الثَّانِيَ عَشَرَ مِنْهُمْ غَابَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سِنِينَ، ثُمَّ عَادَ فَأَظْهَرَ شَرِيعَتَهُ بَعْدَ دِرَاسَتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ: وَ إِنَّ الثَّانِيَ عَشَرَ مِنْ وُلْدِي يَغِيبُ حَتَّىٰ لَا يُرَىٰ، وَ يَأْتِي عَلَىٰ أُمَّتِي زَمَانٌ لَا يَبْقَىٰ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اِسْمُهُ، وَ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ، فَحِينَئِذٍ يَأْذَنُ اللّٰهُ لَهُ فِي الْخُرُوجِ، فَيُظْهِرُ الْإِسْلَامَ وَ يُجَدِّدُ الدِّينَ " شیخ جلیل و ثقہ (یعنی معتبر و موثق) علی بن محمد قمی نے اپنی کتاب الکفایۃ فی النصوص علی عدد الائمۃ علیہم السلام میں روایت کی ہے: ہم سے ابو مفضل محمد بن عبداللہ بن مطلب شیبانی نے نقل کیا، انہوں نے احمد بن مطرف سے، انہوں نے مغیرہ بن محمد مہلبی سے، انہوں نے عبدالغفار کوفی سے، انہوں نے ابراہیم بن حمید سے، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے ابن عباس سے، انہوں نے نبی اکرمؐ سے روایت کی کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا: بیشک میرے بعد میرے وصی اور خلیفہ علی بن ابی طالب ہیں۔ ان کے بعد میرے دو نواسے حسن و حسین ہوں گے، اور حسینؑ کے بعد ان کی اولاد میں سے نو امام ہوں گے، جو سب کے سب نیک و پارسا ہوں گے۔

راوی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کے نام بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا: جب حسینؑ دنیا سے چلے جائیں گے تو ان کے بعد ان کے بیٹے علی (زین العابدین) ہوں گے، جب علیؑ چلے جائیں گے تو ان کے بعد ان کے بیٹے محمد (باقر) ہوں گے، ان کے بعد جعفر (صادق)، ان کے بعد موسیٰ (کاظم)، ان کے بعد علی (رضا)، ان کے بعد محمد (تقی)، ان کے بعد علی (نقی)، ان کے بعد حسن (عسکری) اور ان کے بعد ان کے فرزند حجۃ بن الحسن بن علی (مہدی علیہ السلام) ہوں گے۔

یہ بارہ امام ہیں، بنی اسرائیل کے بارہ نُقباء کے عدد کے برابر۔ راوی جو کہ ایک یہودی تھا اس نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں نیز یہ سب آپ کے بعد آپ کے اوصیاء ہیں۔ میں نے یہی بات گذشتہ آسمانی کتابوں میں دیکھی ہے۔

اور یہ بھی کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے ہم سے عہد لیا تھا کہ آخری زمانہ میں ایک نبی ظاہر ہوں گے جن کا نام احمد ہوگا، جو خاتم النبیین ہوں گے، ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، ان کی نسل سے بارہ نیک امام ظاہر ہوں گے جو بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کے برابر ہوں گے۔

پھر اُس یہودی نے کہا: بنی اسرائیل کے بارہ اسباط میں سے بارہواں مدتوں کے لئے غائب ہوا تھا، پھر واپس آیا اور اپنی شریعت کو دوبارہ ظاہر کیا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: میرے بارہویں فرزند بھی غائب ہوں گے، یہاں تک کہ وہ دیکھے نہیں جائیں گے۔

میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہے گا، اور قرآن کا صرف رسم (ظاہری نقش)۔

اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں ظہور کی اجازت دے گا تو وہ اسلام کو ظاہر کریں گے اور دین کو از سرِ نو زندہ کریں گے۔[1]

❀ ❀ ❀

[1]۔ اثبات الہداۃ بالنصوص والمعجزات، ج۲، ص۱۵۰۔

﴿اپنے اہل و عیال کو جہنم سے بچاؤ﴾

قرآن کریم میں خود کو اور اپنے اہل و عیال کو بچانے کی جانب دعوت دی گئی ہے کہ اپنے آپ کو شیطان کے چنگل میں گرفتار نہ ہونے دو، نفس کے جال سے خود کو بھی بچاؤ اور اپنے اہل و عیال کو بھی بچاؤ تاکہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہ سکو۔

سورہ تحریم کی آیت ۶ میں ارشاد ہوا: "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيْكُمْ نَارًا وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُوْنَ اللهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ" اے ایمان لانے والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ جس پر بڑے سخت گیر، تیز مزاج اور بہت زیادہ سختی کے ساتھ گرفت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں جو کبھی اللہ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے، انہیں جو بھی حکم دیا جاتا ہے وہی انجام دیتے ہیں۔

روایت اس انداز سے آئی ہے: "عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيْكُمْ نَاراً، جَلَسَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْكِيْ وَ قَالَ أَنَا عَجَزْتُ عَنْ نَفْسِيْ كُلِّفْتُ أَهْلِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ. حَسْبُكَ أَنْ تَأْمُرَهُمْ بِمَا تَأْمُرُ بِهِ نَفْسَكَ وَ تَنْهَاهُمْ عَمَّا تَنْهَىٰ عَنْهُ نَفْسَكَ" یہ روایت اصول کافی سے منقول ہے؛ محمد بن یعقوب (کلینی) نے ہمارے چند اصحاب سے روایت کی، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے محمد بن اسماعیل سے، انہوں نے محمد بن اظافر سے، انہوں نے اسحاق

بن عمار سے، انہوں نے عبدالاعلیٰ مولیٰ آل سام سے، انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی کہ جب سورہ تحریم کی آیت ۶ نازل ہوئی " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ" تو مسلمانوں میں سے ایک شخص بیٹھ کر رونے لگا اور کہنے لگا: "میں تو اپنی اصلاح سے عاجز ہوں، اب مجھ پر میرے اہلِ خانہ کی ذمہ داری ڈال دی گئی؟ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ نے فرمایا: تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ تم اپنے اہل کو وہی باتیں کہو جن کا تم خود کو حکم دیتے ہو اور اُنہیں اُن چیزوں سے روکو جن سے تم خود کو روکتے ہو یعنی اپنی ذات پر عمل کر کے ان کے لئے نمونہ بنو، ان پر سختی اور بوجھ نہ ڈالو بلکہ وہی روش اختیار کرو جو خود پر اپناتے ہو۔[1]

مذکورہ حدیث اور اس میں آیت کے شانِ نزول کا تذکرہ اہلِ خانہ کی دینی تربیت اور عملی نمونہ بننے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: "وَعَنْهُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً" قَالَ النَّاسُ يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ نَقِي أَنْفُسَنَا وَ أَهْلِينَا؟ قَالَ: اِعْمَلُوا الْخَيْرَ وَ ذَكِّرُوا بِهِ أَهْلِيكُمْ فَأَدِّبُوهُمْ عَلَى طَاعَةِ اللهِ ثُمَّ قَالَ: أَبُو عَبْدِ اللهِ أَلَا تَرَى أَنَّ اللهَ يَقُولُ لِنَبِيِّهِ "وَ أْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا" وَ قَالَ: "وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُولاً نَبِيًّا وَ كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَ الزَّكَاةِ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا "امام جعفر صادقؑ

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۶، ص ۱۴۷۔ بحار الانوار، ج ۹۷، ص ۹۲۔

نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ سے منقول ہے: جب سورہ تحریم کی آیت ۶ نازل ہوئی " یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَکُمْ وَأَهْلِیکُمْ نَارًا " اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ، تو لوگوں نے عرض کیا: اے رسولِ خدا! ہم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے کیسے بچائیں؟ آپؐ نے فرمایا: نیک عمل کرو اور اپنے اہل و عیال کو بھی نیکی کی یاد دہانی کراؤ، انہیں اللہ کی اطاعت کی تربیت دو یعنی ان کی پرورش و تربیت اللہ کی بندگی کے مطابق کرو۔ پھر امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۳۲ میں اپنے نبی سے فرمایا: "وَ أْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا" اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہو اور سورہ مریم کی آیت ۵۴ و ۵۵ میں فرمایا: "وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُولًا نَبِيًّا وَ كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَ الزَّكَاةِ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا" ذرا اسماعیلؑ کے تذکرہ کو پڑھو کہ وہ وعدہ وفا کرنے والے رسول اور نبی تھے، وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے، وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ بندہ تھے۔[1]

ایک روایت میں اس انداز سے بیان ہوا ہے: " أَخِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ النُّعْمَانِ عَنِ ابْنِ مُسْكَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ لِي أَهْلَ بَيْتٍ وَ هُمْ يَسْمَعُونَ مِنِّي أَ فَأَدْعُوهُمْ إِلَى هَذَا الْأَمْرِ قَالَ نَعَمْ إِنَّ اللهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَاراً وَ قُودُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ، الْمُرَادُ بِهَا الْأَصْنَامُ أَوْ حِجَارَةُ

[1]۔ البرہان فی تفسیر القرآن، ج ۳، ص ۷۴۱۔

الْكِبْرِيتِ" یہ روایت کتاب المحاسن تالیف احمد بن محمد بن خالد برقیؒ سے منقول ہے سلیمان بن خالد کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا: میرے کچھ اہلِ خانہ ہیں جو میری بات سنتے ہیں، کیا میں انہیں اس امر (یعنی دینِ حق و ولایت) کی دعوت دوں؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں، ضرور! بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے سورہ تحریم کی آیت ٦ میں فرمایا ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا" اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ اور آگے فرمایا: "وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے؛ پھر امامؑ نے فرمایا: یہ پتھر یا تو وہ بُت ہیں جنہیں لوگ پوجتے تھے یا پھر وہ پتھر ہیں جو آگ کو بھڑکاتے ہیں۔[1]

❀ ❀ ❀

[1]۔ بحار الانوار، ج۲، ص۲۰۔

﴿نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں﴾

اس میں کوئی شک نہیں کہ نیکیوں کی برکت سے برائیاں ختم ہوتی ہیں اور اس کا ثبوت ہمیں آیات و روایات سے ملتا ہے۔

سورہ ہود کی آیت ۱۴ و ۱۵ میں ارشادِ ربّانی ہو رہا ہے: "وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡہِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکۡرٰی لِلذّٰکِرِیۡنَ، وَ اصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ" دن کے دونوں سروں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کرو، بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، نصیحت ماننے والوں کے لئے یہ ایک نصیحت ہے اور صبر کرو کہ یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے ایک دن لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ امید افزا آیت کون سی ہے؟ کسی نے سورہ نساء کی آیت ۱۱۶ پڑھی: "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ" یعنی اللہ صرف شرک سے درگزر نہیں کرتا، اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف کر دیتا ہے؛ فرمایا: اچھی بات ہے لیکن وہ والی آیت یہ نہیں ہے۔

کسی نے سورہ زمر کی آیت ۵۳ پڑھی: "قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ" (اے میرے رسول!) کہدیجیے: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا؛ آپؑ نے فرمایا: اچھی بات ہے لیکن وہ والی آیت یہ بھی نہیں ہے۔

کسی نے سورہ آل عمران کی آیت ۱۳۵ پڑھی: "وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ "یعنی جن سے کبھی نازیبا حرکت سرزد ہوجائے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھیں تو اسی وقت خدا کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں؛ آپؑ نے فرمایا: تم نے بھی اچھی بات کی ہے لیکن یہ والی آیت بھی وہ نہیں ہے۔

جب تمام لوگ اپنی اپنی کوشش کر کے خاموش ہوگئے تو آپؑ نے فرمایا: مسلمانو! کیا بات ہے؟ خاموش کیسے ہوگئے؟ لوگوں نے کہا: ہمارے پاس اور کوئی آیت نہیں ہے؛ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ کتاب خدا میں سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے: "وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ "دن کے دونوں سروں میں نماز قائم کرو اور رات کے کچھ حصہ میں بھی، بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں، یہ ذکر کرنے والوں کے لئے یاددہانی ہے۔[1]

نیکیاں برائیوں کو ختم کرتی ہیں لہٰذا ان نیکیوں کو تلاش کرنا ضروری ہے؛ نماز فحش و برائی کو دور کرتی ہے جیسا کہ آیات و روایات میں موجود ہے۔

ایک روایت میں اس طرح منقول ہے: "عَنْ أَبِي أَيُّوب عَنْ زُرْعَةَ قَالَ: سَأَلَ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجِبَالِ، عَنْ رَجُلٍ أَصَابَ مَالاً مِنْ أَعْمَالِ السُّلْطَانِ فَهُوَ يَتَصَدَّقُ مِنْهُ وَ يَصِلُ قَرَابَتَهُ أَوْ يَحُجُّ لِيُغْفَرَ لَهُ مَا اكْتَسَبَ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ قَالَ فَقَالَ أَبُو

---

[1] ۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ج۴، ص ۱۷۳۔

عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ الْخَطِيئَةَ لَا تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ وَلَكِنَّ الْحَسَنَةَ تَحُطُّ الْخَطِيئَةَ ثُمَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ كَانَ خَلَطَ الْحَرَامَ حَلَالاً فَاخْتَلَطَا جَمِيعاً فَلَمْ يَعْرِفِ الْحَرَامَ مِنَ الْحَلَالِ فَلَا بَأْسَ" ابوایوب سے مروی ہے، انہوں نے زُرعہ سے روایت کی کہ ایک شخص جو پہاڑی علاقہ سے تھا، اس نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا: ایک شخص نے حکومتی عہدوں یا ظالم سلطان کے کاموں سے مال حاصل کیا ہے (یعنی ناجائز ذریعہ سے مال کمایا ہے)، اور اب وہ اسی مال سے صدقہ کرتا ہے، قرابت داروں کی مدد کرتا ہے، یا حج کے لئے جاتا ہے اس امید سے کہ اللہ اس کے گناہ معاف کردے گا، وہ کہتا ہے: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: گناہ، گناہ کو نہیں مٹاتا بلکہ نیکی ہی گناہ کو مٹاتی ہے۔ پھر امامؑ نے فرمایا: اگر اس نے حرام مال کو حلال مال کے ساتھ ملا دیا ہے، یہاں تک کہ اسے حرام اور حلال میں فرق معلوم نہ رہا تو اس میں کوئی حرج نہیں یعنی اب وہ کل مال مشتبہ ہے، اور ایسے مال سے صدقہ و نیکی ممکن ہے۔[1]

ایک روایت میں اس انداز سے نقل ہوا ہے: "عَنْ أَبِي النُّعْمَانِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ، قَالَ لِي: يَا أَبَا النُّعْمَانِ لَا يَغُرَّنَّكَ النَّاسُ مِنْ نَفْسِكَ فَإِنَّ الْأَمْرَ يَصِلُ إِلَيْكَ دُونَهُمْ وَلَا تَقْطَعْ نَهَارَكَ بِكَذَا وَكَذَا فَإِنَّ مَعَكَ مَنْ يُحْصِي عَلَيْكَ وَأَحْسِنْ فَإِنِّي لَمْ أَرَ أَشَدَّ طَلَباً وَلَا أَسْرَعَ دَرَكاً مِنْ حَسَنَةٍ مُحْدَثَةٍ لِذَنْبٍ قَدِيمٍ إِنَّ اللهَ جَلَّ وَعَزَّ يَقُولُ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ" ابونعمان نے سے مروی ہے کہ امام جعفر

---

[1]۔ وسائل الشیعہ ج۱۱، ص۱۴۶۔

صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: اے ابونعمان! لوگوں کے دھوکہ میں نہ آنا، وہ تمہارے بارے میں جو کچھ کہیں، اس سے فریب مت کھانا، کیونکہ (قیامت کے دن) معاملہ تم تک پہنچے گا، نہ کہ ان تک۔ پھر فرمایا: اپنا دن بے کار کاموں، فضول مشاغل اور بے مقصد باتوں میں ضائع نہ کرو، کیونکہ تمہارے ساتھ کوئی ہے جو تمہارے تمام اعمال شمار کررہا ہے۔ پھر امامؑ نے فرمایا: نیکی کرو، کیونکہ میں نے کبھی کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جو کسی پرانے گناہ کو جلدی مٹادے جیسے ایک تازہ نیکی مٹادیتی ہے۔

اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: بے شک اللہ عزّوجلّ سورہ ہود کی آیت ۱۱۴ میں فرماتا ہے: "إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے اُن کے لئے جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔[1]

ایک روایت اس طرح سے نقل ہوئی ہے: "قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ لَمْ يَهْلِكْ عَلَى اللهِ بَعْدَهُنَّ إِلَّا هَالِكٌ، يَهُمُّ الْعَبْدُ بِالْحَسَنَةِ فَيَعْمَلُهَا فَإِنْ هُوَ لَمْ يَعْمَلْهَا أُجِّلَ سَبْعَ سَاعَاتٍ، وَ قَالَ صَاحِبُ الْحَسَنَاتِ لِصَاحِبِ السَّيِّئَاتِ وَهُوَ صَاحِبُ الشِّمَالِ: لَا تَعْجَلْ عَسَىٰ أَنْ يُتْبِعَهَا بِحَسَنَةٍ تَمْحُوهَا، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ: إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ، أَوِ الْإِسْتِغْفَارِ فَإِنْ هُوَ قَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيزَ الْحَكِيمَ الْغَفُورَ الرَّحِيمَ ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ، لَمْ يُكْتَبْ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَإِنْ مَضَتْ سَبْعُ سَاعَاتٍ وَ لَمْ يُتْبِعْهَا بِحَسَنَةٍ وَ اِسْتِغْفَارٍ قَالَ صَاحِبُ الْحَسَنَاتِ لِصَاحِبِ السَّيِّئَاتِ: اُكْتُبْ عَلَى الشَّقِيِّ الْمَحْرُومِ "فضیل بن عثمان مرادی سے روایت

[1]۔ بحار الانوار، ج ۶۸، ص ۲۴۴۔

ہے میں نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے سنا کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ چار چیزیں کسی میں پائی جائیں تو وہ ہلاک نہیں ہوگا، سوائے اس کے کہ خود ہی تباہی کا طالب ہو۔ پھر فرمایا: جب بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے انجام دیتا ہے اور اگر وہ اسے فوراً انجام نہ دے تو اس کے لئے سات گھنٹوں کی مہلت دی جاتی ہے۔ پھر نیکی لکھنے والا فرشتہ اپنے ساتھی گناہ لکھنے والے فرشتہ سے کہتا ہے: جلدی نہ کر! ممکن ہے کہ وہ کوئی دوسری نیکی کرے جو پہلی برائی کو مٹا دے۔ کیونکہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے: "إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یا اگر وہ استغفار کرے تو بھی اس کا گناہ مٹا دیا جائے گا۔

پھر رسولِ خداؐ نے فرمایا: اگر وہ اس طرح کہے: "أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزَ الْحَكِيمَ الْغَفُورَ الرَّحِيمَ ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ" تو اس کے نامۂ اعمال میں کچھ گناہ نہیں لکھا جاتا لیکن اگر وہ سات گھنٹے گزرنے کے بعد بھی نیکی نہ کرے اور نہ استغفار کرے تو نیکی لکھنے والا فرشتہ گناہ لکھنے والے سے کہتا ہے: اب لکھ دو، یہ بدبخت اور محروم بندہ ہے۔[1]

ایک روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے: " أَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ، قَالَ: صَلَاةُ اللَّيْلِ تُكَفِّرُ مَا كَانَ مِنْ ذُنُوبِ النَّهَارِ" امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" یعنی نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ پھر امامؑ نے اس آیت کی تشریح میں فرمایا: نمازِ شب دن کے وقت ہونے والے گناہوں کا کفّارہ بن جاتی ہے۔[2]

❀ ❀ ❀

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ، ج۱۶، ص۶۴۔

[2] ۔ البرہان فی تفسیر القرآن، ج۳، ص۱۴۵۔

﴾برائیوں کا اچھائیوں سے بدلنا﴿

اللہ سبحانہ وتعالیٰ برائیوں کو اچھائیوں سے بدل دیتا ہے لیکن اس کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ بندہ اس قابل ہو کہ اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے بدلا جا سکے، اس کی مثالیں آیات وروایات میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

سورہ فرقان کی آیت ۷۰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہو رہا ہے: "إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيمًا" سوائے اس کے کہ وہ توبہ کر چکا ہو اور اُس نے اچھے اچھے کام بھی کیے ہوں تو اللہ ایسے ہی لوگوں کی برائیوں کو اچھائیوں سے بدل دیتا ہے؛ اللہ بہت ہی زیادہ معاف کرنے والا اور مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ایک روایت میں اس طرح منقول ہے: "يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَزَعَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ مَسْحَةَ الْإِيمَانِ مِنْهُمْ فَرَدَّهَا إِلَىٰ شِيعَتِنَا، وَ نَزَعَ مَسْحَةَ النَّاصِبِ بِجَمِيعِ مَا اكْتَسَبُوا مِنَ السَّيِّئَاتِ فَرَدَّهَا عَلَىٰ أَعْدَائِنَا وَ عَادَ كُلُّ شَيْءٍ إِلَىٰ عُنْصُرِهِ الْأَوَّلِ الَّذِي مِنْهُ كَانَ ابْتَدَأَ، أَمَا رَأَيْتَ الشَّمْسَ إِذَا هِيَ بَدَتْ أَلَا تَرَىٰ لَهَا شُعَاعاً زَاجِراً مُتَّصِلاً بِهَا أَوْ بَائِناً مِنْهَا؟ قُلْتُ: جُعِلْتُ فِدَاكَ الشَّمْسُ إِذَا غَرَبَتْ بَدَا إِلَيْهَا الشُّعَاعُ كَمَا بَدَا مِنْهَا، وَلَوْ كَانَ بَائِناً مِنْهَا لَمَّا بَدَا إِلَيْهَا. قَالَ: نَعَمْ يَا إِسْحَاقُ كُلُّ شَيْءٍ يَعُودُ إِلَىٰ جَوْهَرِهِ الَّذِي مِنْهُ بَدَا، قُلْتُ: جُعِلْتُ فِدَاكَ تُؤْخَذُ حَسَنَاتُهُمْ فَتُرَدُّ إِلَيْنَا وَ تُؤْخَذُ سَيِّئَاتُنَا فَتُرَدُّ إِلَيْهِمْ قَالَ: إِي وَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ،

قُلْتُ: جُعِلْتُ فِدَاكَ أَخْذَتِهَا مِنْ كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ قَالَ: نَعَمْ يَا إِسْحَاقُ قُلْتُ: أَيُّ مَكَانٍ؟ قَالَ لِيْ: يَا إِسْحَاقُ! مَا تَتْلُوْ هٰذِهِ الْآيَةَ «فَأُوْلٰئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَ كَانَ اللهُ غَفُوْراً رَحِيْماً فَلَمْ يُبَدِّلِ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَ اللهُ يُبَدِّلُ لَكُمْ "امامؑ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزّوجلّ ایمان کی روشنی دشمنانِ اہل بیتؑ سے چھین لے گا اور اُسے ہماری شیعہ قوم کو واپس لوٹا دے گا۔ اسی طرح ناصبیوں کی برائیوں اور گناہوں کی تاثیر اُن سے نکال کر ہمارے دشمنوں پر ڈال دی جائے گی۔ یوں ہر چیز اپنے اصل مادّہ اور عنصر کی طرف واپس لوٹ آئے گی جس سے وہ ابتدا میں پیدا کی گئی تھی۔ پھر امامؑ نے فرمایا: اے اسحاق! کیا تُم نے سورج کو نہیں دیکھا؟ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو کیا تُم اس کے ساتھ جڑا ہوا یا اس سے جدا کوئی شعاع نہیں دیکھتے؟ میں نے عرض کیا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں، جب سورج غروب ہوتا ہے تو شعاع اسی کی طرف لوٹ آتی ہے جیسے کہ اس سے نکلی تھی، اگر وہ اس سے جدا ہوتی تو واپس نہ لوٹتی۔ فرمایا: ہاں اے اسحاق! ہر چیز اپنے اصل جوہر کی طرف لوٹتی ہے جس سے وہ پیدا کی گئی ہے۔

میں نے عرض کیا: آپ پر قربان جاؤں، کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ دشمنوں کی نیکیاں شیعوں کی طرف لوٹ جائیں گی اور ہماری برائیاں اُن کی طرف؟ فرمایا: ہاں، قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے عرض کیا: آپ پر قربان جاؤں، کیا آپؑ نے یہ بات کتابِ خدا سے بیان کی ہے؟ فرمایا: ہاں اے اسحاق! میں نے عرض کیا: قرآن میں کہاں ہے؟ تو آپؑ فرمایا: اے اسحاق! کیا تُم نے سورہ فرقان کی آیت ۷۰ نہیں پڑھی: "فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَ كَانَ اللهُ

غَفُوراً رَحِيمًا" اللہ نے ان (عام لوگوں) کی برائیاں نیکیوں سے نہیں بدلیں، بلکہ تمہارے لئے (اہل ایمان وولایت کے لئے) اللہ یہی تبدیلی کرے گا۔[1]

ایک روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے: "وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَرْبَعُ خِصَالٍ تُعِينُ الْمَرْءَ عَلَى الْعَمَلِ: اَلصِّحَّةُ وَ الْغِنَىٰ وَ الْعِلْمُ وَ التَّوْفِيقُ" امام علیہ السلام نے فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو عمل (نیک اعمال) میں مدد دیتی ہیں: صحت، مالداری، علم اور توفیقِ الٰہی۔

"وَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِ حَسَنَاتٍ اَلصِّدْقُ وَ الْحَيَا وَ الشُّكْرُ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ" اور چار صفات ایسی ہیں کہ اگر کسی میں وہ پائی جائیں، اللہ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے: صدق صفا یعنی سچائی، شرم و حیا یعنی غیرت، شکرگزاری اور خوش اخلاقی۔

ایک روایت اس طرح نقل ہوئی ہے: "فِي تَفْسِيرِ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ وَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَعْفَرٍ وَ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَوْقَفَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ الْمُؤْمِنَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ عَرَضَ عَلَيْهِ عَمَلَهُ فَيَنْظُرُ فِي صَحِيفَتِهِ. فَأَوَّلُ مَا يَرَىٰ سَيِّئَاتُهُ فَيَتَغَيَّرُ لِذَلِكَ لَوْنُهُ وَ تَرْتَعِدُ فَرَائِصُهُ. ثُمَّ تُعْرَضُ عَلَيْهِ حَسَنَاتُهُ فَتَفْرَحُ لِذَلِكَ نَفْسُهُ فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ: بَدِّلُوا سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَ أَظْهِرُوهَا لِلنَّاسِ. فَيُبَدِّلُ اللهُ لَهُمْ فَيَقُولُ النَّاسُ: أَمَا كَانَ لِهَؤُلَاءِ سَيِّئَةٌ وَاحِدَةٌ؟ وَ هُوَ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: إِلَّا مَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ

---

[1] ۔ تفسیر نور الثقلین، ج۴، ص۳۵۔

اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ » إِلَىٰ قَوْلِهِ: «فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللهِ مَتَاباً» يَقُولُ: لَا يَعُودُ إِلَىٰ شَيْءٍ مِنْ ذَٰلِكَ بِإِخْلَاصٍ وَ نِيَّةٍ صَادِقَةٍ" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا، اللہ عزوجل مؤمن کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کے اعمال اس کے سامنے پیش کرے گا۔

جب وہ اپنے نامۂ اعمال میں پہلی مرتبہ اپنی برائیاں دیکھے گا تو اس کا چہرہ پیلا پڑ جائے گا اور اس کے بدن کے جوڑ لرزنے لگیں گے۔ پھر اس کے سامنے اس کی نیکیاں پیش کی جائیں گی تو وہ خوش ہوجائے گا۔ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو اور انہیں لوگوں کے سامنے ظاہر کرو۔ جب اللہ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدلے گا تو لوگ (حیرت سے) کہیں گے: کیا ان لوگوں کے پاس ایک بھی گناہ نہیں تھا؟ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: یہی اللہ کا فرمان ہے: مگر وہ شخص جو توبہ کرے، ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دیتا ہے؛ اور وہ خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ کی طرف پلٹتا ہے یعنی ایسا شخص پھر کبھی گناہ کی طرف نہیں لوٹتا بلکہ سچی نیت اور اخلاص سے توبہ کرتا ہے۔[1]

دعائے کمیل میں اس انداز سے آیا ہے: "اَللّٰهُمَّ لَا أَجِدُ لِذُنُوبِي غَافِرًا، وَلَا لِقَبَائِحِي سَاتِرًا وَلَا لِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِيَ الْقَبِيحِ بِالْحَسَنِ مُبَدِّلًا غَيْرَكَ" خداوندا میں تیرے سوا کسی کو نہیں پاتا جو میرے گناہ بخشنے والا، میری برائیوں کو چھپانے والا اور میرے برے اعمال کو نیکیوں میں بدل دینے والا ہو!۔

[1] ۔ تفسیر نور الثقلین، ج۴، ص۴۱۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ، وَتَجَرَّأْتُ بِجَهْلِیْ وَ سَكَنْتُ اِلٰی قَدِیْمِ ذِكْرِكَ لِیْ وَمَنِّكَ عَلَیَّ" تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے اور حمد تیرے ہی لئے ہے، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، اپنی جہالت کی وجہ سے جرأت کی اور میں نے تیری قدیم یاد آوری اور اپنے لئے تیری بخشش پر بھروسہ کیا ہے۔ "اَللّٰهُمَّ مَوْلَایَ كَمْ مِنْ قَبِیْحٍ سَتَرْتَهٗ وَكَمْ مِنْ فَادِحٍ مِنَ الْبَلَاءِ أَقَلْتَهٗ وَكَمْ مِنْ عِثَارٍ وَقَیْتَهٗ" اے اللہ! میرے مولا!، کتنے ہی گناہوں کی تو نے پردہ پوشی کی اور کتنی ہی سخت بلاؤں سے مجھے بچالیا، کتنی ہی لغزشیں معاف فرمائیں۔ "وَكَمْ مِنْ مَكْرُوْهٍ دَفَعْتَهٗ وَكَمْ مِنْ ثَنَاءٍ جَمِیْلٍ لَسْتُ أَهْلًا لَهٗ نَشَرْتَهٗ" اور کتنی ہی برائیاں مجھ سے دور کیں، تو نے میری کتنی ہی تعریفیں عام کیں جن کا میں ہرگز اہل نہ تھا۔

❀ ❀ ❀

﴿دعائے مشلول کی فضیلت﴾

حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ شبِ تار میں خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھا، اسی اثناء میں ہم نے ایک دلسوز آواز سنی، کوئی شخص رب کریم کے حضور گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا اور زار و قطار رو رہا تھا، میرے بابا "علی علیہ السلام" نے مجھ سے فرمایا: حسین !تم نے گنہگار کے نالوں کو سنا جو بارگاہ عبدیت میں فریاد کر رہا ہے؟ جاؤ اسے تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ، میں چلا اور اس کو تلاش کیا تو وہ شخص رکن و مقام کے درمیان آہ و زاری میں مصروف ملا، میں اسے اپنے والد ماجد "امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام" کی خدمت میں لے آیا، وہ ایک خوبصورت جوان تھا، میرے بابا نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا: میں عربوں میں سے ہوں، میرے بابا نے پوچھا: یہ تمہارا پر سوز گریہ کس لئے ہے؟ اس نے جواب دیا: حضور! اپنے گناہوں کی وجہ سے رو رہا ہوں، بات یہ ہے کہ میری جانب سے اپنے والد کی نافرمانی اور میرے حق میں میرے والد کی بد دعا نے میری زندگی کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور میری سلامتی و تندرستی مجھ سے چھین لی ہے۔

مولاؑ نے اس سے کہا: اے جوان! تم اپنا واقعہ سناؤ، اس جوان نے کہا: میرے والد بہت ضعیف تھے اور مجھ پر بہت ہی مہربان تھے لیکن میں دن رات برے اور بے ہودہ کاموں میں لگا رہتا تھا، وہ بیچارے مجھے نصیحت کرتے تھے لیکن میں ان کی نصیحتوں کو قبول نہیں کرتا تھا بلکہ بعض اوقات میں اپنے والد کو اذیت دیتا یہاں تک

کہ گالیاں بھی دیتا تھا، مجھے معلوم ہوا کہ میرے باپ کے پاس ایک صندوق ہے جس میں کچھ رقم موجود ہے، میں وہ رقم لینے کے لئے صندوق کے قریب گیا تو میرے والد نے مجھے روکا، میں نے زور سے اس کا بازو پکڑ کر اسے جھٹکا اور زمین پر گرا دیا، میرا باپ بڑھاپے کی وجہ سے زمین پر گر گیا، اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی لیکن درد کی وجہ سے نہ اٹھ سکا، میں نے صندوق سے رقم نکالی اور باہر چلا گیا، اس وقت میرے باپ نے کہا: بیٹا! میں خانہ کعبہ جاکر تیرے لئے بددعا کروں گا، چند دن بعد سامان سفر اکٹھا کیا اور اونٹ پر سوار ہو کر مکہ چلا گیا اور خانہ کعبہ پہنچا، میں اس وقت اپنے باپ کے ہمراہ تھا، میرے والد نے میرے سامنے غلاف کعبہ پکڑا اور رو رو کر مجھے بددعا دی، خدا کی قسم! میرے والد کی بددعا ابھی پوری طرح سے ختم نہیں ہوئی تھی کہ میری تندرستی سلب ہوگئی۔

پھر اس جوان نے اپنی قمیص اٹھا کر اپنا جسم دکھایا، اس کے بدن کا ایک حصہ لکڑی کی طرح خشک ہو چکا تھا اور حرکت کے قابل نہیں تھا، جوان نے کہا: مولا! اس واقعہ کے بعد میں سخت پریشان ہوا اور کئی دفعہ اپنے والد سے معافی مانگی لیکن اس نے مجھے معاف نہ کیا اور اپنے گھر واپس چلا گیا، اسی طرح تین سال کا عرصہ گزر گیا اور میں مسلسل معافی مانگتا رہا لیکن وہ مجھے معاف کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔

آخر جب ایک دن تھوڑا سا نرم ہوا تو میں نے کہا: آپ کعبہ میں اس جگہ چل کر دعا فرمائیں جہاں بددعا کی تھی، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول کرے، آخر کار میرے باپ نے (شفقتِ پدری کے تحت) میری درخواست قبول کی اور میں بھی اپنے باپ کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر خانہ کعبہ کی طرف چل پڑا، ہم ابھی سفر میں

ہی تھے کہ مکہ کے قریب ایک راہ میں شب کی تاریکی میں اچانک ایک پرندہ اڑا، اس کے اڑنے کی وجہ سے اونٹ دوڑنے لگا اور بے قابو ہو گیا، میرا باپ اونٹ سے زمین پر گر گیا، اس کا سر دو پتھروں سے ٹکرایا اور وہ وہیں جان بحق ہو گیا یعنی انتقال کر گیا، میں نے اپنے والد کو دفن کیا اور خود اکیلا بیت اللہ پہنچ کر اپنے گناہ کی معافی مانگ رہا ہوں، حضور! نہ جانے مجھے میرے گناہوں کی معافی ملے گی یا نہیں! حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہاری مدد کے لئے پہنچ گیا ہوں، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک دعا تعلیم فرمائی ہے، میں تمہیں وہی دعا تعلیم دے رہا ہوں، اس دعا میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے، اس دعا کو جو شخص بھی پڑھے گا اس کی پریشانی دور ہوگی، اس کے درد و فقر و تنگدستی کا خاتمہ ہوگا اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اس کے علاوہ بھی مولائے کائناتؑ نے بہت ساری خصوصیتیں بیان کیں، امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اس دعا کی خصوصیات سن کر اس جوان سے بھی خوش ہوا، امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ۹ ذی الحجہ کی رات میں اس دعا کو پڑھنا امامؑ نے نسخہ لکھ کر اس کو دیا اور وہ لے کر چلا گیا، اس نے معین وقت پر وہ دعا پڑھی، ۱۰ ذی الحجہ کی صبح میں ہمارے پاس آیا، جب ہم نے اسے دیکھا تو وہ مکمل طور پر تندرست تھا؛ جوان کہنے لگا: خدا کی قسم! اس دعا میں اسم اعظم پوشیدہ ہے، پروردگار کی قسم! میری دعا مستجاب ہو گئی، میں نے جیسے ہی دعا کو پڑھا، مجھے نیند آگئی، عالم خواب میں میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور آپؐ نے میرے بدن پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: خدائے کریم کو یاد رکھو، تمہیں اچھائی ملے گی، میں

خواب سے بیدار ہوا تو اپنے آپ کو صحیح و سالم پایا، مولاؑ نے جو دعا دی تھی اس دعا کا نام "دعائے مشلول" ہے۔[1]

مذکورہ روایت کا عربی متن اس انداز سے بیان ہوا ہے: "اَلسَّيِّدُ عَلِيُّ بْنُ طَاوُوْسٍ فِيْ مُهَجِ الدَّعَوَاتِ، عَنْ جَمَاعَةٍ بِأَسَانِيْدِهِمْ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: وَ أَنَّهُ رَأَى فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ شَابّاً يَبْكِيْ وَ يَتَضَرَّعُ فَأَتَى بِهِ إِلَى أَبِيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ ذَكَرَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ كَانَ لَاهِياً مَشْغُوْفاً بِالْعِصْيَانِ وَ أَنَّهُ ضَرَبَ أَبَاهُ وَ أَوْجَعَهُ إِلَى أَنْ قَالَ ثُمَّ حَلَفَ يَعْنِيْ أَبَاهُ لَيَقْدَمَنَّ إِلَى بَيْتِ اللهِ الْحَرَامِ فَيَسْتَعْدِيَ اللهَ عَلَيَّ، [قَالَ] فَصَامَ أَسَابِيْعَ وَ صَلَّى رَكَعَاتٍ وَ دَعَا وَ خَرَجَ مُتَوَجِّهاً عَلَى عَيْرَانَةٍ يَقْطَعُ بِالسَّيْرِ عَرْضَ الْفَلَاةِ وَ يَطْوِي الْأَوْدِيَةَ وَ يَعْلُو الْجِبَالَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ فَنَزَلَ مِنْ رَاحِلَتِهِ وَ أَقْبَلَ إِلَى بَيْتِ اللهِ الْحَرَامِ فَسَعَى وَ طَافَ بِهِ وَ تَعَلَّقَ بِأَسْتَارِهِ وَ ابْتَهَلَ (إِلَى اللهِ) بِدُعَائِهِ وَ أَنْشَأَ يَقُوْلُ يَا مَنْ إِلَيْهِ أَتَى الْحُجَّاجُ بِالْجُهْدِ فَوْقَ الْمَهَارِيِّ مِنْ أَقْصَى غَايَةِ الْبُعْدِ إِنِّيْ أَتَيْتُكَ يَا مَنْ لَا يُخَيِّبُ مَنْ يَدْعُوْهُ مُبْتَهِلاً بِالْوَاحِدِ الصَّمَدِ هَذَا مُنَازِلٌ لَا يَرْتَاعُ مِنْ عَقَقِيْ فَخُذْ بِحَقِّيْ يَا جَبَّارُ مِنْ وَلَدِيْ حَتَّى (يَشَلَّ بِحَوْلٍ) مِنْكَ جَانِبُهُ يَا مَنْ تَقَدَّسَ لَمْ يُوْلَدْ وَ لَمْ يَلِدْ قَالَ فَوَ الَّذِيْ سَمَكَ السَّمَاءَ وَ أَنْبَعَ الْمَاءَ مَا اسْتَتَمَّ دُعَاءَهُ حَتَّى نَزَلَ بِيْ مَا تَرَى ثُمَّ كَشَفَ عَنْ يَمِيْنِهِ فَإِذَا بِجَانِبِهِ قَدْ شَلَّ الْخَبَرَ وَ فِيْهِ ذِكْرُ الدُّعَاءِ الْمَعْرُوْفِ بِدُعَاءِ الْمَشْلُوْلِ"

---

[1] - پند تاریخ، ج۱، ص۸۹۔

یہ روایت سید ابنِ طاؤسؒ نے اپنی معروف کتاب "مُہَجُ الدعوات" میں نقل کی ہے، یہ واقعہ حضرت امام حسین علیہ السّلام سے منقول ہے اور اس میں دعائے مشلول (یعنی ہاتھ شل ہونے والے شخص کی دعا) کا پس منظر بیان ہوا ہے۔

روایت کا خلاصہ: امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں: میں مسجدِ حرام میں ایک جوان کو روتے اور تضرع کرتے ہوئے دیکھا۔ میں اسے اپنے والد "امیر المؤمنین علی ابن ابي طالب علیہما السلام کے پاس لایا۔ اس جوان نے عرض کی: میں نافرمان اور گناہوں میں مشغول رہتا تھا حتیٰ کہ میں نے اپنے والد کو بھی مارا اور اذیت پہنچائی۔ میرے والد نے مجھ سے کہا: خدا کی قسم! میں بیتُ اللہ الحرام جا کر اللہ سے تیرے خلاف فریاد کروں گا۔ پھر اس کے والد نے کئی ہفتے روزے رکھے، نمازیں پڑھیں، دعائیں کیں اور مکہ معظمہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہ سخت رقت کے ساتھ بیابانوں، وادیوں اور پہاڑوں کو طے کرتا ہوا یومِ حجِ اکبر (یعنی عیدِ قربان کے دن) مکہ پہنچا۔ اس نے بیتُ اللہ کا طواف کیا، اس کے پردوں سے لپٹا اور گریہ کرتے ہوئے دعا کرنے لگا: متنِ دعا: " يَا مَنْ إِلَيْهِ أَتَى الْحُجَّاجُ بِالْجُهْدِ فَوْقَ الْمَهَارِيِّ مِنْ أَقْصَى غَايَةِ الْبُعْدِ، إِنِّي أَتَيْتُكَ يَا مَنْ لَا يُخَيِّبُ مَنْ يَدْعُوهُ مُبْتَهِلًا بِالْوَاحِدِ الصَّمَدِ، هَذَا مُنَازِلٌ لَا يَرْتَاعُ مَنْ عَقَّنِي، فَخُذْ بِحَقِّي يَا جَبَّارُ مِنْ وَلَدِي، حَتَّى يَشَلَّ بِحَوْلٍ مِنْكَ جَانِبُهُ، يَا مَنْ تَقَدَّسَ لَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَلِدْ" اے وہ ذات! جس کی طرف حاجی سخت محنت کے ساتھ اونٹوں پر سوار ہو کر دور دراز مقامات سے آتے ہیں، میں تیرے در پر آیا ہوں، اے وہ جو پکارنے والوں کو نامراد نہیں لوٹاتا، میں تجھ سے التجا کرتا ہوں، تیرے واحد و صمد نام سے! یہ وہ بیٹا ہے جس نے میری نافرمانی کی اور

میرے ساتھ بدسلوکی اختیار کی، اے جبّار! میرے حق کے بدلے اس سے انتقام لے لے یہاں تک کہ تیری قدرت سے اس کا ایک پہلو شل ہو جائے، اے وہ جو جنا نہیں کیا گیا اور نہ کسی کو اس نے جنا ہے۔

پھر امام حسینؑ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ابھی باپ کی بد دعا پوری بھی ہوئی تھی کہ وہی مصیبت اس بیٹے پر نازل ہوئی جو تم دیکھ رہے ہو۔ پھر اس جوان نے اپنا دائیں بازو کھولا تو وہ شل (بے جان) تھا۔ اسی واقعہ میں وہ دعا ذکر کی گئی ہے جو "دعاءِ مشلول" کے نام سے معروف ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ماں کے قدموں کے تلے جنت قرار دی گئی ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ باپ کی کوئی اہمیت نہیں ہے! جو جنت ماں کے پاؤں تلے ہے اس جنت کا دروازہ باپ ہوتا ہے لہٰذا اس کا بھی احترام و اکرام کسی قیمت پر کم نہیں ہے، جناب رضاؔ سرسوی نے باپ کی شان میں معرکۃ الآراء نظم کہی جس کو یہاں نقل کرنا مناسب ہے:

﴿باپ﴾

دن ڈھلے جب کر کے مزدوری رضاؔ آتا ہے باپ
دیکھ کر ہنستے ہوئے بچوں کو سکھ پاتا ہے باپ
بستی بستی گاؤں گاؤں جاتا تلاشِ رزق میں
در بدر شام و سحر پھرتا نظر آتا ہے باپ
گود کے پالوں کا مستقبل بنانے کے لئے
وقت کی منڈی میں سستے دام بک جاتا ہے باپ
دیکھتا ہے خواب جن کی زندگی کے واسطے
ان کے ہی ہاتھوں نہ جانے کتنے دکھ پاتا ہے باپ

تھام کر انگلی جسے چلنا سکھایا مدتوں
ایک دن اس کے سہارے کو ترس جاتا ہے باپ
سامنے آنکھوں کے جس بیٹے کے مر جاتا ہے باپ
لمحہ لمحہ زندگی بھر اس کو یاد آتا ہے باپ
زندگی کیسے گزرتی ہے یہ ان سے پوچھئے
کمسنی میں چھوڑ کر جن کو چلا جاتا ہے باپ
عمر بھر رہتی ہے اس بیٹے کے دل میں یہ خلش
جب ترقی دیکھنے سے پہلے مر جاتا ہے باپ
چل بسا ساحل پہ پہنچا کر جو کشتیِ حیات
گھر میں جب کوئی خوشی آئے تو یاد آتا ہے باپ
عمر بھر کی ساری محنت کا صلہ اولاد سے
فاتحہ بس فاتحہ بس فاتحہ پاتا ہے باپ
یہ عزاداری کا صدقہ ہے جو برزخ میں رضا
مجلسوں میں روتے ہیں ہم اور جزا پاتا ہے باپ
نوجواں بیٹے کو دے تو دی اجازت جنگ کی
پیچھے پیچھے ٹھوکریں کھاتا چلا جاتا ہے باپ
سن کے بیٹے کی صدائے آخریں تھامے کمر
یا علی کہتا ہوا مقتل میں آجاتا ہے باپ
اللہ اللہ ایک بوڑھے تشنہ لب کی بے کسی
ایڑیاں رگڑے ہے بیٹا دل کو سہلاتا ہے باپ

❀❀❀

﴿دنیاوی گھر کی وسعت کا کیا کرو گے!﴾

نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۷ میں مولائے کائنات علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"بِالْبَصْرَةِ وَ قَدْ دَخَلَ عَلَى الْعَلَاءِ بْنِ زِيَادٍ الْحَارِثِيِّ وَ هُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ يَعُودُهُ، فَلَمَّا رَأَى سَعَةَ دَارِهِ قَالَ علیہ السلام: مَا كُنْتَ تَصْنَعُ بِسَعَةِ هٰذِهِ الدَّارِ فِي الدُّنْيَا، أَمَا أَنْتَ إِلَيْهَا فِي الْآخِرَةِ كُنْتَ أَحْوَجَ؟ وَ بَلَى إِنْ شِئْتَ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ: تَقْرِي فِيهَا الضَّيْفَ، وَ تَصِلُ فِيهَا الرَّحِمَ، وَ تُطْلِعُ مِنْهَا الْحُقُوقَ مَطَالِعَهَا، فَإِذَا أَنْتَ قَدْ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ" مولاؑ ایک روز بصرہ میں اپنے ایک صحابی علاء ابن زیاد حارثی کے یہاں عیادت کیلئے تشریف لے گئے تو اس کے گھر کی وسعت کو دیکھ کر فرمایا: تم دنیا میں اس گھر کی وسعت کا کیا کرو گے؟ حالانکہ آخرت میں تم گھر کی وسعت کے زیادہ محتاج ہو (کہ جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے)۔ ہاں! اگر اس کے ساتھ تم آخرت میں بھی وسیع گھر چاہتے ہو تو اس میں مہمانوں کی مہمان نوازی، قریبیوں سے اچھا برتاؤ اور موقع و محل کے مطابق حقوق کی ادائیگی کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اس کے ذریعہ آخرت کی کامرانیوں کو پالو گے۔

"فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَشْكُو إِلَيْكَ أَخِي عَاصِمَ بْنَ زِيَادٍ، قَالَ: وَ مَا لَهُ؟ قَالَ: لَبِسَ الْعَبَاءَةَ وَ تَخَلَّى عَنِ الدُّنْيَا، قَالَ: عَلَيَّ بِهِ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَ علیہ السلام: يَا عُدَيَّ نَفْسِهِ! لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكَ الْخَبِيثُ! أَمَا رَحِمْتَ أَهْلَكَ وَ وَلَدَكَ! أَتَرَى اللهَ أَحَلَّ لَكَ الطَّيِّبَاتِ، وَ هُوَ يَكْرَهُ أَنْ تَأْخُذَهَا! أَنْتَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ!" علاء ابن زیاد نے کہا: یا امیر المومنینؑ! مجھے اپنے بھائی عاصم ابن

زیاد کی آپؑ سے شکایت کرنا ہے۔ حضرتؑ نے پوچھا: "کیوں، اسے کیا ہوا؟" علاء نے کہا: اس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے بالکل بے لگاؤ ہو گیا ہے تو حضرتؑ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آیا تو آپؑ نے فرمایا: اے اپنی جان کے دشمن! تمہیں شیطان خبیث نے بھٹکا دیا ہے، تمہیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا؟ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال کیا ہے اگر تم انہیں کھاؤ تو اسے ناگوار گزرے گا؟ تم اللہ کی نظروں میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لئے یہ چاہے!۔

"قَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هٰذَا اَنْتَ فِيْ خُشُوْنَةِ مَلْبَسِكَ وَ جُشُوْبَةِ مَاْكَلِكَ! قَالَ: وَيْحَكَ! اِنِّيْ لَسْتُ كَاَنْتَ، اِنَّ اللهَ فَرَضَ عَلٰى اَئِمَّةِ الْعَدْلِ اَنْ يُّقَدِّرُوْا اَنْفُسَهُمْ بِضَعَفَةِ النَّاسِ، كَيْلَا يَتَبَيَّغَ بِالْفَقِيْرِ فَقْرُهٗ!" اس نے کہا یاامیر المومنینؑ! یہ آپؑ کا پہناوا بھی تو موٹا جھوٹا اور کھانا روکھا سوکھا ہوتا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا: تم پر حیف ہے! میں تمہاری مانند نہیں ہوں۔ خدا نے ائمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس و نادار لوگوں کی سطح پر رکھیں تاکہ مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائیں۔

سات ایسے گھر جن میں رحمت کا نزول نہیں ہوتا:

" قال النبی: سَبْعَةُ بُيُوتٍ لَا تَنْزِلُ عَلَيْهَا الرَّحْمَةُ: بَيْتٌ فِيْهِ مُطَلَّقَةٌ، وَبَيْتٌ فِيْهِ عَاصِيَةٌ لِزَوْجِهَا، وَبَيْتٌ فِيْهِ خِيَانَةٌ لِلْأَمَانَةِ، وَبَيْتٌ فِيْهِ مَالٌ لَا يُؤَدّٰى، وَبَيْتٌ فِيْهِ وَصِيَّةٌ لِلْمَيِّتِ وَلَمْ يُعْمَلْ بِهَا، وَبَيْتٌ فِيْهِ خَمْرٌ، وَبَيْتٌ فِيْهِ اِمْرَأَةٌ سَارِقَةٌ لِمَالِ زَوْجِهَا" رسولِ خداؐ نے فرمایا: سات ایسے گھر

ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی: وہ گھر جس میں طلاق یافتہ عورت (حدودِ شرعی کی رعایت کئے بغیر رہتی) ہو۔ وہ گھر جس میں بیوی اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہو۔ وہ گھر جس میں امانت میں خیانت کی جاتی ہو۔ وہ گھر جس میں ایسا مال ہو جس کا حق ادا نہ کیا گیا ہو (یعنی حرام مال یا زکوٰۃ کی ادائیگی کے بغیر والا مال)۔ وہ گھر جس میں میت کی وصیت پر عمل نہ کیا گیا ہو۔ وہ گھر جس میں شراب پائی جاتی ہو۔ وہ گھر جس میں بیوی اپنے شوہر کے مال میں سے چوری کرتی ہو۔[1]

مولا علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں: "وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: اَلْحَجَرُ الْغَصِيبُ فِي الدَّارِ رَهْنٌ عَلَى خَرَابِهَا" گھر میں ایک غصبی پتھر کا لگانا اس امر کی ضمانت ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

مکان میں اگر ایک پتھر یا اینٹ غصبی ہو تو مکان تباہ ہو جاتا ہے، سکون نہیں رہتا، برکت نہیں رہتی، نہ مکین میں برکت رہتی ہے نہ مکان میں؛ اگر ہمارے شکم میں حرام کا ایک لقمہ بھی ہو تو اس کا نتیجہ دیکھئے: امام حسینؑ نے کربلا کے میدان میں فرمایا: تم پر میری باتوں کا اثر اس لئے نہیں ہو رہا ہے کہ تمہارے پیٹ مالِ حرام سے بھرے ہیں۔

چلنے والی گاڑی اچانک رک گئی، کیا ہوا؟ انجن خراب ہو گیا؟ کہا: نہیں، پوچھا: ٹائر خراب ہو گیا؟ کہا: وہ بھی نہیں، تو پھر کیا ہوا: کہا: پیٹرول میں تھوڑا ڈسٹ آگیا ہے جس کی وجہ سے گاڑی رک گئی ہے، اسی طرح ممکن ہے کہ گھر میں سب کچھ بہت اچھا ہو

---

[1] ۔ المواعظ العددیہ، ج۲، ص۳۴۰۔

لیکن کوئی ایک برائی ہو، وہ برائی کچرے کی مانند ہے جو گھر کے سارے مسائل کو روک سکتی ہے۔

ہم اپنی قیمتی اور لاکھوں کی گاڑی کس آدمی کے ہاتھ دیں گے ؟ ڈرائیور کس کو بنائیں گے ؟ ظاہر سی بات ہے جو شکل و صورت میں اچھا ہو اسی کو گاڑی چلانے کے لئے رکھیں گے ! لیکن یہ بھی یاد رہے کہ شکل و صورت سے کچھ نہیں ہوتا سیرت کو اچھا ہونا چاہئے ؛ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے شکل و صورت اور اس کی خوبصورتی دیکھ کر ڈرائیور بنا لیا لیکن اس کی سیرت ایسی تھی کہ ایک دن شراب پیکر گاڑی چلانے لگا اور سیکنڈوں میں لاکھوں کی گاڑی میں آگ لگادی ! قارئینِ کرام ! آپ نے لاکھوں کی جائیداد جو برسوں میں محنت کر کے بچائی ہے ممکن ہے کہ بدکردار ایک لمحہ میں اس کا بیڑا غرق کر دے۔

❀ ❀ ❀